درسِ شمائلِ ترمذیؒ

اس میں حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان ہے، مہرِ نبوت، بال مبارک، لباس مبارک، انگوٹھی مبارک کا ذکر ہے آپ کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے کا انداز مذکور ہے آپ کے عظیم اخلاق کا بیان ہے اور آپ کے وصال مبارک کا تذکرہ ہے جس سے ایمان تازہ ہوتا ہے



[illegible]

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

[illegible]

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ
شمائلِ ترمذیؒ

درسِ شمائلِ ترمذی

اس میں حضور ﷺ کا حلیۂ مبارک بیان کیا گیا ہے، آپ کی مہر نبوت، بال مبارک، لباس مبارک اور انگوٹھی مبارک کا ذکر ہے، آپ کے اٹھنے بیٹھنے اور بولنے چالنے کا انداز مذکور ہے، آپ کی سنت، آپ کا اسوہ اور آپ کے عظیم اخلاق کا بیان ہے، آخر میں آپ ﷺ کے وصال مبارک کا ایسا تذکرہ ہے جس سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

تصدیق

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

شیخ الحدیث وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی

افادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث ومفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

تخریج وترتیب

مولانا محمد حذیفہ صاحب

رفیق دارالافتاء واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

حقوق طبع محفوظ

باہتمام : شاہد محمود

ناشر : مکتبۃ الاسلام کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی

موبائل : 0300-8245793

ای میل : shahidflour68@gmail.com

ملنے کا پتہ

ادارۃ المعارف کراچی

احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی

موبائل : 0300-2831960

فون : 021-35123161 ، 021-35032020

ای میل : imaarif@live.com

فہرستِ عنوانات

تصدیق

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین! أما بعد!

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب "الشمائل" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت وسنت، اخلاق وعادات کے بارے میں مقبول عام کتاب ہے۔ اور درس نظامی کے مدارس میں دورۂ حدیث کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے۔ اسکی مختلف زبانوں میں مفصل شروح بھی لکھی گئی ہیں۔

ہمارے جامعہ دار العلوم کراچی کے موقر اُستاذ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح وتزکیہ کے میدان میں خاص طور پر بڑی توفیق سے نوازا ہے۔ انہوں نے جامعہ میں شمائل ترمذی کا درس دیا، تو انکی تقاریر ضبط کی گئیں، اور اب وہ بفضلہٖ تعالیٰ طباعت کیلئے تیار ہیں۔

الحمد للہ تعالیٰ اس تقریر میں متعلقہ احادیث کی نہ صرف دلنشین تشریح کی گئی ہے، بلکہ ہر حدیث سے ہمیں اپنی عملی زندگی میں جو سبق ملتے ہیں، ان کو بطور خاص نمایاں کیا گیا ہے۔

اسکے مطالعے سے ان شاء اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترقی ہوگی، اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرماکر اسے خاص وعام کیلئے نافع بنائیں، آمین

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین، والصلوٰۃ والسلام علی
رسولہ الکریم محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین،
وعلی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین

أمّا بعد!

اللہ تعالیٰ کے بیشمار انعامات و احسانات میں سے بندہ پر ایک کرم یہ بھی ہے کہ دورۂ حدیث میں تین چار سال سے، احقر کے پاس مسلم شریف جلد اوّل کے بعد، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کی مشہور اور مقبول عام کتاب "الشمائل" درساً ہوتی ہے اور ہر سال اس کا درس ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے، بار بار دل میں تقاضا ہوا کہ اس کو مرتب کروا کر اور ضروری ترمیم و اضافہ کے بعد اس کو شائع کیا جائے، کیونکہ اس کا مطالعہ ہر عام و خاص کے لئے بہت نافع اور مفید ہے۔

اس مقصد کے لئے عزیزم مولوی محمد حذیفہ رفیق دار الافتاء و اُستاذ دار العلوم کراچی سے اس کی درخواست کی جو موصوف نے بخوشی قبول کی، چنانچہ وہ "شمائل ترمذی" کا درس تھوڑا تھوڑا مرتب کر کے احقر کو دکھاتے رہے، ما شاء اللہ موصوف نے بڑے قاعدے اور سلیقہ سے اس کو لکھا ہے اور بقدر ضرورت تخریج بھی کردی ہے۔ اس خدمت پر انکے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ، آمین

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے "شمائل" میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارکہ، اور آپ کی پاکیزہ سیرت طیبہ، محبوب سنتیں، پیاری پیاری ادائیں اور اخلاق و عادات بڑے دلکش انداز میں جمع فرمائی ہیں، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت، بال مبارک، لباس مبارک اور انگوٹھی مبارک کا ذکر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُٹھنے بیٹھنے، بولنے چالنے اور لوگوں سے ملنے جلنے کا پاکیزہ انداز ذکر کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا مبارک اُسوہ اور آپ کے عظیم اخلاق کا بیان ہے، کتاب کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا ایسا تذکرہ ہے جس سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد و عورت کے دل میں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترقی ہوگی، اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار ہوگا، اس مقصد کے لئے حضرت امام ترمذیؒ کی کتاب "الشمائل" بے مثال اور پُر اثر ہے، اس کی شرح لکھنے کی اصل غرض بھی یہی ہے اور اس کا نام

"درسِ شمائل ترمذی" رکھا گیا ہے۔

اس میں احادیثِ طیبہ کا آسان اور عام فہم ترجمہ کیا گیا ہے اور دلنشین تشریح کی گئی ہے، بلکہ ہر حدیث سے عملی زندگی میں جو سبق ملتے ہیں، ہر باب کے شروع میں ان کو نمایاں کیا گیا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی اُمید ہے اور دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو طلبہ و طالبات کے علاوہ عام مسلمان خواتین و حضرات کے لئے بھی نافع اور مفید بنائیں اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

آمین. بحرمة سيد المرسلين محمد و آله واصحابه اجمعين

۵ رشعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفا اللہ عنہ

استاذ حدیث و مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ ربّ العٰلمین. والصلوٰۃ والسلام علی
رسولہ الکریم محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین.
اَمّا بعد!

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کا تعارف

عام طور پر کسی کتاب کا درس شروع کرنے سے پہلے، اس کتاب کے مصنف اور کتاب کا تعارف کرانا ضروری ہوتا ہے، تاکہ کتاب کا پڑھنا بصیرت کے ساتھ ہو اور اس سے استفادہ آسان ہو، اس لئے اختصار کے ساتھ پہلے، مصنف حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی لکھے گئے ہیں، اس کے بعد ان کی کتاب ''شمائل ترمذی'' کا تعارف کرایا گیا ہے۔

نام ونسب

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ ہے، کنیت ابوعیسیٰ اور وطن کی نسبت ''بوغی'' اور ''ترمذی'' ہے، علامہ بقاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباء و اجداد شہر ''مرو'' کے باشندے تھے، پھر خراسان کے شہر ''ترمذ'' میں منتقل ہو گئے تھے، جو دریائے جیحون کے کنارے پر ایک مشہور شہر تھا، اس شہر سے بڑے بڑے علماء و محدثین پیدا ہوئے، اس لئے اس کو ''مدینۃ الرجال'' کہا جاتا تھا، اس شہر کے چند فرسخ کے فاصلہ پر ''بوغ'' نامی قصبہ آباد تھا، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ اسی قصبہ میں پیدا ہوئے، اسی لئے ان کو ''بوغی'' بھی کہتے ہیں اور ''ترمذی'' بھی، لیکن چونکہ ''بوغ''، ''ترمذ'' کے مضافات میں واقع تھا، اس لئے ''ترمذی'' کی نسبت زیادہ مشہور ہوئی۔

لفظ ''ترمذ'' کا صحیح تلفظ کیا ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں:-

① ... تاء اور میم دونوں پر پیش ہو، یعنی تُرمُذ

② ... تاء پر فتحہ اور میم پر کسرہ ہو، یعنی تَرمِذ

③ ... تاء اور میم دونوں پر فتحہ ہو، یعنی تَرمَذ

④ ... تاء اور میم دونوں پر کسرہ ہو، یعنی تِرمِذ

اور یہ آخری قول زیادہ معروف ومقبول ہے۔

پیدائش اور وفات

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کا سنِ پیدائش ۲۰۹ھ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ۲۰۰ھ ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے، آپ کی وفات بالاتفاق ۲۷۹ھ میں ہوئی۔ اس طرح کل عمر ستر (۷۰) سال ہے۔

تحصیلِ علم کیلئے اَسفار اور مشائخِ کبار سے استفادہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے اپنے وطن میں رہ کر علم حاصل کیا، اس کے بعد طلبِ علم کے لئے حجاز، مصر، شام، کوفہ، بصرہ، خراسان اور بغداد کے سفر بھی کئے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ حدیث سے علم حاصل کیا، جن میں امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام ابوداؤد سجستانی، احمد بن منیع، محمد بن المثنی، محمد بن بشار، ہناد بن السری، قتیبہ بن سعید، محمود بن غیلان، اسحاق بن موسیٰ الانصاری رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں، اور ان کے علاوہ بھی سینکڑوں محدثین سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے علم حاصل کیا۔

اساتذۂ کرام کی قدردانی

تمام اساتذہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کو تو آپ سے بہت ہی تعلق تھا، بعض روایات میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ سے فرمایا: "ما انتفعت بک اکثر مما انتفعت بی" حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر شاگرد ذہین اور ذی استعداد ہو تو استاذ اسے پڑھانے میں زیادہ محنت کرتا ہے، جس سے خود اُستاذ کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت امام ترمذیؒ، حضرت امام بخاریؒ کے اُستاذ

اسکے علاوہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ وہ بعض احادیث میں اپنے استاذ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی استاذ ہیں۔ کیونکہ چند حدیثیں خود حضرت امام بخاریؒ نے ان سے سنی ہیں، چنانچہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ایسی دو حدیثوں کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مجھ سے سنی ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لایحل لأحد ان یُجْنِبَ فی ھذا المسجد غیری وغیرك۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحدیث واستغربه۔❶

اسی طرح ترمذی شریف کی کتاب التفسیر میں سورۂ حشر کی تفسیر کے تحت ایک حدیث آئی ہے، وہاں بھی حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسی قسم کی تشریح فرمائی ہے۔

غیر معمولی حافظہ

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے، اور اس سلسلہ میں آپ کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "بستان المحدثین" میں ان کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کو کسی شیخ سے احادیث کے دو صحیفے اجازۃً پہنچے تھے، ایک مرتبہ وہ سفر میں تھے کہ راستہ میں کسی منزل پر ان شیخ سے ملاقات ہوگئی، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے چاہا کہ جو صحیفے ان کے پاس اجازۃً پہنچے ہیں، ان کو قراءۃً شیخ سے حاصل کرلیں۔ چنانچہ شیخ " سے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست کی، شیخ " نے درخواست منظور فرمالی، اور کہا وہ اجزاء لے آؤ، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے محمل میں جاکر ان اجزاء کو اپنے سامان میں تلاش کیا تو وہ نہ مل سکے، اور پتہ چلا کہ وہ اجزاء تو گھر پر رہ گئے ہیں، اور ان کی جگہ سادے کاغذ رکھے ہوئے ہیں، بڑے پریشان ہوئے، پھر یہ ترکیب اختیار کی کہ وہی سادہ کاغذ لے کر حضرت شیخ " کی خدمت میں پہنچ گئے، شیخ نے احادیث پڑھنی شروع کردیں، اور حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ سادہ کاغذ پر نظر جمائے یہ ظاہر کرتے رہے کہ لکھے ہوئے اجزاء کا شیخ " کی قرأت سے موازنہ کررہے ہیں، اچانک شیخ کی نظر سادہ کاغذ پر پڑی، تو شیخ نے ناراض ہوکر فرمایا: "اماتستحی منی؟" اس موقع پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے پورا واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ آپ نے جتنی احادیث سنائی ہیں وہ سب کی سب مجھے یاد ہوگئی ہیں۔ شیخ " نے سنانے کا مطالبہ کیا تو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے من وعن تمام احادیث سنادیں۔ شیخ نے فرمایا: "لعلک استظهرتها من قبل" حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ مجھے ان کے علاوہ احادیث سنائیں۔ چنانچہ شیخ نے مزید چالیس احادیث سنائیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فوراً من وعن وہ دہرادیں۔ شیخ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور فرمایا: "مارأيت مثلك"

حضرت امام ترمذیؒ کا نابینا ہونا

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت امام ترمذی "اکمہ" یعنی مادر زاد نابینا تھے، لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا کہ یہ قول درست نہیں، بلکہ وہ شروع میں نابینا نہ تھے، جیسا کہ ان کے بعض

❶ ترمذی: ج: ۲ ابواب المناقب، مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

واقعات سے معلوم ہوتا ہے، ہاں آخری عمر میں خشیتِ الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے بہت روتے تھے، جس کی وجہ سے بینائی جاتی رہی۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ، آمین

کنیت ''ابوعیسیٰ'' رکھنے پر اشکال اور جواب

حضرت امام ترمذی کی کنیت ''ابوعیسیٰ'' ہے، اور وہ اسی کنیت سے جامع ترمذی میں اپنے اقوال ذکر کرتے ہیں، لیکن اس میں کلام ہوا ہے کہ یہ کنیت رکھنا کہاں تک جائز ہے؟ کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت موسیٰ بن علی رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے ابوعیسیٰ کنیت رکھنے سے منع فرمایا، جس کی وجہ آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا۔ [1] اور اس کنیت سے فسادِ عقیدہ کا شبہ ہوتا ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ کنیت کیوں اختیار کی؟ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کو ممانعت والی حدیث نہیں پہنچی ہوگی۔ لیکن یہ بات بہت بعید ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ جیسے حافظ حدیث سے ایسی معروف حدیث پوشیدہ رہ گئی ہو۔

اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ ممانعت والی حدیث خلاف اولیٰ پر محمول ہے نہ کہ تحریم پر، لیکن اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ اہل تقویٰ کے نزدیک ناجائز اور خلاف اولیٰ دونوں قسم کے افعال متروک ہونے میں برابر ہوتے ہیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ ورع وتقویٰ کے جس مقام پر تھے، اس سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے بلاوجہ اس خلاف اولیٰ کا ارتکاب کیا ہو۔

بعض لوگوں نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حدیث میں ممانعت سے نہی تنزیہی مراد ہے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ لیکن یہ بات بھی حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کے ورع وتقویٰ سے بعید ہے۔

اس لئے سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ پر امام ابوداود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ کنیت حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اختیار کی تھی، آپ ﷺ کو اس کا علم تھا، لیکن آپ ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

اس حدیث کی بناء پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہوگا کہ یہ کنیت رکھنا ابتدائے اسلام میں فسادِ عقیدہ سے بچنے کیلئے ممنوع تھا۔ بعد میں اجازت ہوگئی، گویا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی ممانعت والی حدیث

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳/ ۵۷۱

اسلام کے ابتدائی دور پر محمول ہے، پھر اسلامی عقائد کے راسخ ہو جانے کے بعد یہ ممانعت بھی ختم ہو گئی، چنانچہ جواز کا حکم حضرت شعبہ کی حدیث سے معلوم ہوا۔ ❶

حضرت امام ترمذیؒ کی چند کتب اور علماء میں مقام

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے معاصرین اور بعد کے علماء نے زبردست تعریفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں، جو صاحب "تحفۃ الاحوذی" نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کئے ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تین کتب آج تک ان کی یادگار چلی آرہی ہیں۔ ایک "جامع ترمذی" دوسری کتاب "الشمائل" تیسری کتاب "العلل" اس کے علاوہ علامہ ابن ندیمؒ نے "فہرست" میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب "تاریخ" بھی لکھی تھی، اور حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایۃ والنہایۃ" میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے تحت ان کی ایک تفسیر کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن ان کی یہ تفسیر اور تاریخ اب نایاب ہیں۔

"ترمذی" نام کے تین بزرگ

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ "ترمذی" کے نام سے تین بزرگ معروف ہیں۔ ایک حضرت امام ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، صاحب الجامع جن کا تذکرہ اُوپر کیا گیا، دوسرے امام ابو الحسین محمد بن الحسن الترمذی، یہ بھی جلیل القدر محدثین میں سے ہیں، اور بخاری میں ان کی ایک روایت موجود ہے، تیسرے حضرت امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جو صوفی اور مؤذن تھے اور جن کی کتاب "نوادر الاصول" ہے جو زیادہ تر احادیث ضعیفہ پر مشتمل ہے۔ ❷ واللہ اعلم

شمائلِ ترمذی کا تعارف

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب "شمائلِ ترمذی" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل اور شمائل میں بہت عمدہ تحریر فرمائی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال فطری خوبیاں اور آپ کا منفرد حسن وجمال بیان فرمایا ہے اور آپ کے اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ کو ذکر کیا ہے۔ جن کا جاننا ہر مسلمان کی ضرورت ہے تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال، سنتیں اور عادات اختیار کریں۔ جبکہ ہمارے زمانہ میں ہر طرف فتنے برپا ہیں۔ بدعات اور ناجائز رسمیں رائج ہیں۔ سنتوں پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے اور اکثر لوگ اللہ تعالی کے یہ جامع ارشادات بھلا چکے ہیں:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ

---

❶ ماخذہ سنن ابی داؤد، بذل المجہود، مقدمۃ الکوکب الدری وغیرہ

❷ ماخذہ: درس ترمذی جلد اوّل از صفحہ ۳۲ تا ۳۷

الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ❶

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ❷

اور حضور ﷺ کے یہ ارشادات پس پشت ڈال دیئے گئے ہیں:۔

عن جابر ؓ: قال قال رسول اللہ ﷺ: اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد (ﷺ) وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔ ❸

عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابیٰ قیل ومن ابیٰ؟ قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ۔ ❹

عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من تمسک بسنّتی عند فساد اُمّتی فلہ اجرُ مائۃ شھید۔ ❺

عن بلال بن الحارث المزنی ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من احیٰی سنّۃً من سنّتی قد اُمیتت بعدی فانّ لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئًا ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاھا اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بھا لا ینقص ذالک من اوزارھم شیئاً۔ ❻

حضور ﷺ کی سیرت وصورت کا جامع بیان

ایسے حالات میں حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ، آپ ﷺ کے اخلاق واعمال، آپ کی سنتیں اور آداب کے جاننے اور عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت امام ترمذی ؒ نے اس مختصر اور جامع کتاب میں حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپ ﷺ کی سیرت وصورت کو بے مثال طریقہ سے واضح فرمایا ہے، جس کی وجہ سے اس کتاب کے پڑھنے والے کو ہر باب میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی روشن اور منور ذات کو پڑھ رہا ہے اور اس کے ہر باب سے آپ کی خوبیاں اور کمالات اس پر عیاں ہوتے ہیں، اس کے بعد ان کو اختیار کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہی مطلوب اور مقصود ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات واحادیث سے واضح ہے۔

---

❶ سورۃ الاحزاب: ۲۱، ❷ سورۃ آل عمران: ۳۱، ❸ رواہ مسلم، ❹ رواہ البخاری، ❺ رواہ البیھقی، ❻ رواہ الترمذی

شمائل ترمذی اور اُس کی شروحات

بہرحال حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں چھپن (۵۶) ابواب قائم فرمائے ہیں اور ان میں چار سو سے زیادہ احادیثِ طیبہ ذکر فرمائی ہیں۔ اسی لئے علماءِ اُمت نے شمائل ترمذی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے اور اس کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور اس کی بڑی خدمت کی ہے، چنانچہ اس کی تشریح و توضیح کے لئے بہتر (۷۲) کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:-

① ... جمع الوسائل فی شرح الشمائل

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ

② ... المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية

الشيخ ابراهيم بن محمد الباجوري رحمہ اللہ

③ ... تهذيب التهذيب

علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ

④ ... شرحٌ كبيرٌ

للحافظ محمد عبد الرؤف المُناوی رحمہ اللہ

⑤ ... خصائل نبوی شرح شمائل الترمذی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

نیز علماء کرام نے شمائل ترمذی کے تقریباً ۱۵ ر مختصرات بھی مرتب فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

① ... اختصار الشمائل

شيخ الاسلام عبد الله بن حجازی الشرقاوی المصری رحمہ اللہ

② ... تهذيب الشمائل

الشيخ الفقيه محمد بن عمر بن حمزة الانطاكی رحمہ اللہ

③ ... شرحٌ صغيرٌ

للحافظ محمد عبد الرؤف المناوی رحمہ اللہ

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان

شمائل ترمذی کا یہ پہلا باب ہے، لفظِ خلق دو طرح سے آتا ہے، ایک لفظ خَلق، یہ ظاہری شکل و صورت کو کہتے ہیں اور پیدا کرنے کو کہتے ہیں اور دوسرا خُلُق، یہ باطنی اخلاق کو کہتے ہیں، اس کی جمع اخلاق آتی ہے۔ یہاں لفظِ خَلق ہے، یعنی حضور ﷺ کی شکل و صورت کا بیان ہے اور خُلُق یعنی اخلاق و عادات کا بیان آگے آئے گا۔

حلیہ مبارک پہلے بیان کرنے کی دو وجہیں

حضرت امام ترمذیؒ نے نبی کریم ﷺ کا حلیۂ مبارک، آپ کی شکل و صورت کی کیفیت اور آپ کی ذاتِ اقدس میں جو حسن و جمال اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا پہلے اس کا ذکر فرمایا ہے اور خُلُق یعنی اخلاق و شمائل کا ذکر بعد میں کیا ہے، اس کی دو وجوہات ہیں:۔

① ... انسان کا ظاہر پہلے نظر آتا ہے، باطن بعد میں نظر آتا ہے، چنانچہ نظر ڈالتے سے پہلے آدمی کا ظاہر نظر آتا ہے، پھر جب آدمی قریب آتا ہے اور پاس بیٹھتا ہے تو اس کا باطن نظر آتا ہے، اس بناء پر پہلے آپ ﷺ کے حسن و جمال کو بیان فرمایا پھر آپ کے شمائل اور خصائل کو ذکر فرمایا۔

② ... دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اُس کے باطن تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، باطن اصل ہے اور ظاہر تابع ہے، اور پہلے تابع آتا ہے پھر متبوع آتا ہے، اسی طرح پہلے وسیلہ آتا ہے پھر مقصود آتا ہے، جیسے پہلے وضوء ہوتا ہے پھر نماز ہوتی ہے۔ حضرت امام ترمذیؒ کا مقصد یہ ہے کہ پہلے حضور ﷺ کے ظاہری حسن و جمال کو پڑھیں اور آپ کے عشق و محبت میں ڈوب جائیں، اس کے بعد پھر آپ کے باطنی کمالات کو پڑھیں اور اُنہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا اٰمِين

حضرت امام ترمذیؒ نے اس باب میں (۱۴) احادیثِ طیبہ ذکر فرمائی ہیں جن سے حضور ﷺ کا حُسن اور جمال جہاں آراء ظاہر ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا حُسن و جمال حضرت عائشہؓ کی زبانی

اس کتاب میں آپ ﷺ کے حسن و جمال کو پڑھنے سے پہلے حضرت عائشہ ؓ کا ایک شعر سن لیں جس میں انہوں نے آپ ﷺ کی ظاہری خوبصورتی اور آپ کے حسن و جمال کو نہایت فصیح و بلیغ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ صرف وہ آپ ہی کا مقام ہے کیوں کہ وہ بڑی فصیحہ اور بلیغہ تھیں اور جو فصیح اور بلیغ ہوتا ہے اس کے کلام میں فصاحت اور بلاغت نمایاں ہوتی ہے۔ وہ مشہور شعر یہ ہے ۔

لَوَامِیْ زُلَیْخَا لَوْ رَأَیْنَ جَبِیْنَہٗ لَآثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْأَیْدِیْ

ترجمہ

زلیخا کو ملامت کرنے والی سہیلیاں حضرت یوسف علیہ السلام کے بجائے اگر حضور ﷺ کی پیشانی دیکھ لیتیں تو اپنی انگلیاں کاٹنے کے بجائے دل پھاڑ دیتیں، یعنی ان سے حضور ﷺ کا حسن و جمال برداشت نہ ہوتا۔

بلاشبہ حضرت یوسف علیہ السلام بہت حُسن و جمال والے تھے مگر حضور ﷺ کا جمال ان سے بڑھ کر تھا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ سے حضور ﷺ کے حُسن کا بیان

اسی طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو شاعرِ اسلام ہیں اور حضور ﷺ کے شاعر ہیں انہوں نے بھی نہایت خوبصورت انداز میں آپ کا کمال اور جمال بیان فرمایا ہے جو اُنہی کا حصہ ہے، اُن کے مشہور ومعروف اشعار یہ ہیں ۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَیْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ

میری آنکھوں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا، اور کسی عورت نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی خوبصورت بچہ جنا ہی نہیں، آپ ﷺ کو ہر قسم کے عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے، گویا آپ ﷺ کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے جس طرح آپ ﷺ چاہتے تھے۔

اسی لئے امام قرطبیؒ اور دیگر بعض حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے حسن وجمال کا اتنا ہی حصہ دنیا میں ظاہر فرمایا ہے جتنا صحابۂ کرام برداشت کرسکیں، اگر پورا حسن و جمال ظاہر فرمادیتے تو کسی میں آپ ﷺ کا چہرۂ انور کی طرف دیکھنے کی بھی طاقت نہ ہوتی، جیسے اللہ جل شانہ کو دنیا میں کوئی دیکھ نہیں سکتا ایسے ہی آپ کا حسن بھی اگر اللہ تعالیٰ پورا ظاہر فرمادیتے تو کوئی آپ کا چہرہ دیکھنے کی تاب نہ رکھتا، اور کسی میں اس کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی۔

اسی طرح حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی اپنے ایک رباعی میں آپ کے ظاہری اور باطنی کمالات وغیرہ کے بارے میں سب کچھ ہی بیان فرمادیا ہے، آپ کا حسن و جمال بھی اور آپ کے عالی اخلاق بھی بیان فرمادیئے، وہ رباعی یہ ہے ۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ (ﷺ)

ترجمہ

حضرت محمد ﷺ اپنے کمال کی وجہ سے بلندیوں پر پہنچے، انہوں نے اپنے جمال سے (کفر و گمراہی کی) تاریکیوں کو دور کیا، اُن کی تمام خصلتیں خوب ہیں، اُن پر اور اُن کی آل پر درود بھیجو۔

اور حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ نے بھی حضور ﷺ کی شان میں کچھ اشعار بیان فرمائے ہیں جو بہت پسندیدہ ہیں ؎

اے رسولِ امیں، خاتم المرسلیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے اپنا عقیدہ بصدق و یقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
اے براہیمی و ہاشمی خوش لقب، اے تو عالی نسب، اے تو والا حسب
دودمانِ قریشی کے دُرِ ثمیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے، جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے ابد کے حسیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذات منظر پر لائی گئی
سید الاولیں، سید الآخریں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
تیرا سکہ رواں، کل جہاں میں ہوا، اِس زمیں میں ہوا، آسماں میں ہوا
کیا عرب کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی، تیری پرواز میں رفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں، خلد کی یاسمیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
''سدرۃ المنتہیٰ'' رہگذر میں تری، ''قاب قوسین'' گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
کہکشاں ضو ترے سرمدی تاج کی، زلفِ تاباں حسیں رات معراج کی
''لیلۃ القدر'' تیری منور جبیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
مصطفےٰ مجتبےٰ، تیری مدح وثنا، میرے بس میں نہیں ، دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں ، لب کو یارا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

کوئی بتلائے کیسے سراپا لکھوں، کوئی ہے ! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ! نہیں کوئی تجھ سا نہیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
چار یاروں کی شان جلی ہے بھلی، ہیں یہ صدیق، فاروق، عثمان ، علی
شاہدِ عدل ہیں یہ ترے جانشیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں
اے سراپا نفیس انفسِ دو جہاں، سرورِ دلبراں دلبرِ عاشقاں
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں، تجھ سا کوئی نہیں ، تجھ سا کوئی نہیں

اس کے بعد، اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں!

جسمِ اطہر کی پانچ خوبیاں

حدیث

۱۔ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ ❶ وَلَا بِالْقَصِيرِ ❷، وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ ❸، وَلَا بِالْآدَمِ ❹، وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ، وَلَا بِالسَّبْطِ ❺، بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

ترجمہ

حضرت ربیعہؒ بن ابی عبد الرحمٰن نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے اور نہ پستہ قد کے تھے (جس کو ٹھگنا کہا جاتا ہے، بلکہ آپ ﷺ درمیانے قد کے تھے)، اور آپ ﷺ رنگ کے لحاظ سے نہ (چونے کی طرح) بالکل سفید تھے اور نہ بالکل گندمی رنگ کے (کہ سانولہ پن آجائے، بلکہ آپ ﷺ کے سفید رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی اور آپ چودھویں رات کے چاند سے

❶ البائن: اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (۱) ظاہر، یعنی آپ ﷺ کا لمبا پن بالکل ظاہر نہیں تھا، حقیقت میں آپ ﷺ درمیانے قد والے تھے۔ (۲) بعید اور دور۔ یعنی آپ ﷺ کا قد درمیانے پن سے دور نہیں تھا، بلکہ درمیانہ قد تھا مگر لمبائی کی طرف مائل تھا۔

❷ قصیر: چھوٹے قد والا جسے اردو میں ٹھگنا کہتے ہیں۔

❸ أَمْهَق: بہت سفید رنگ جس میں کوئی سرخی نہ ہو، جیسے دودھ، چونے اور برف کا رنگ ہوتا ہے۔

❹ آدم: گندمی رنگ والا۔

❺ جَعْد (بفتح الجیم وسکون العین): گھنگریالے بال والا۔ قَطَط (بفتح القاف والطاء): بہت زیادہ گھنگریالے بال جیسے حبشیوں کے ہوتے ہیں۔ سَبْط (بفتح السین وسکون الباء): بالکل سیدھے بالوں والا۔

زیادہ روشن اور پُر نور تھے)۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال نہ بالکل پیچدار اور گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، (بلکہ ہلکا سا گھنگھریالہ پن تھا)۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، اور (ہجرت کے بعد) مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

تشریح

اس روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی پانچ خوبیاں بیان فرمائی ہیں:-

① ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک کیسا تھا؟ ② ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک کیسا تھا؟

③ ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے؟ ④ ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کتنی تھی؟

⑤ ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بال مبارک سفید تھے؟ ان کی قدرے تفصیل یہ ہے:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد والے تھے، لیکن قدرے لمبائی کی طرف مائل تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع میں ہوتے تو سب سے اُونچے معلوم ہوتے، اور یہ مجمع میں سب سے اُونچا ہونا بطور معجزہ کے ہوتا تھا کہ جس طرح باطنی طور پر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالا نہیں تھا اسی طرح ظاہری طور پر بھی کوئی آپ سے اونچا نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سرخ وسفید تھا، سب سے زیادہ خوبصورت رنگ سفید رنگ ہوتا ہے جس میں ہلکی سرخی ملی ہوئی ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ چونے کی طرح بالکل سفید تھے اور نہ زیادہ گندمی رنگ والے تھے، بلکہ سفید رنگت میں ہلکی سی سرخی ملی ہوئی تھی۔ جن روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گندمی رنگ ہونے کا ذکر ہے ان کا بھی مطلب یہی ہے کہ ہلکا گندمی رنگ تھا جسے ہلکی ہلکی سرخی کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ مکمل گھنگھریالے تھے جیسے حبشیوں اور افریقیوں کے ہوتے ہیں کہ ہر بال بالکل گول ہوتا ہے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے، بلکہ قدرے لمبے بال اور ہلکے سے گھنگھریالے تھے۔ عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کی لو تک ہوتے تھے، جسے عربی زبان میں "وَفْرَہ" کہتے ہیں، بعض اوقات کان کی لو سے ذرا نیچے اور کندھوں سے اوپر ہوتے تھے، جسے عربی زبان

میں ''لِمَّہ'' کہتے ہیں، اور کبھی کندھوں تک بھی آجاتے تھے جسے عربی زبان میں ''جُمَّہ'' کہتے ہیں۔

سر کے بالوں میں اصل سنت

حضور ﷺ کی اصل سنت یہ ہے کہ کانوں کی لو تک بال ہوں، کیونکہ آپ کی عام عادت مبارکہ اتنے ہی بال رکھنے کی تھی، کبھی کبھی مصروفیات کی وجہ سے بال اس سے بڑھ جاتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ اُمت کے کاموں میں دن رات مشغول رہتے تھے اور جب رات کو گھر تشریف لاتے تو رات کے بھی تین حصے فرمالیتے، ایک حصہ گھر والوں کا حق ادا کرنے کے لئے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذات کا حق ادا کرنے کے لئے۔ پھر اس تیسرے حصے کے بھی دو حصے کئے ہوئے تھے، ایک حصہ اپنی ذات کے لئے اور دوسرا حصہ اپنی اُمت کے خاص لوگوں کیلئے مقرر فرماتے تھے، جس میں حضرات شیخینؓ اور دیگر اکابر صحابہ کرام ؓ حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے اور مشورے فرمایا کرتے تھے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے بعض اوقات آپ ﷺ کو بال کٹوانے کا موقع نہیں ملتا تھا، جس کی وجہ سے بال مبارک کبھی ''وَفْرَہ'' سے ''لِمَّہ'' ہوجاتے تھے، اور بہت زیادہ مشغولیت کی وجہ سے ''لِمَّہ'' سے ''جُمَّہ'' ہوجاتے تھے۔ لیکن عام حالات میں ''وَفْرَہ'' ہی رہتے تھے، لہٰذا عام حالات میں ہمارے لئے بھی سنت یہی ہے کہ ہم ''وَفْرَہ'' یعنی کانوں کی لو تک بال رکھیں۔ ''لِمَّہ'' اور ''جُمَّہ'' بھی رکھ سکتے ہیں، لیکن ''جُمَّہ'' سے زیادہ گنجائش نہیں، اس میں تَشَبُّہْ بِالنِّسَاء (عورتوں کے بالوں سے مشابہت) کا خطرہ ہے جو ممنوع ہے۔

آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک

مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سال مذکور ہے، چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی، دس سال آپ مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ طیبہ میں رہے، اس طرح ساٹھ سال عمر مبارک ہوئی۔ اس سلسلے میں تین طرح کی روایات ہیں:-

① ساٹھ سال عمر مبارک رہی جیسا کہ مذکورہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

② دوسری روایت پینسٹھ سال عمر مبارک کی ہے۔

③ اور تیسری روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔

ان تینوں روایات میں راجح تریسٹھ (۶۳) سال والی روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، تیرہ سال مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور بقیہ دس سال مدینہ منورہ میں رہے، لہٰذا کل عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔ جن حضرات نے ساٹھ سال کا ذکر کیا ہے انہوں نے دہائیوں کو لیتے ہوئے کسر (یعنی تین) کو چھوڑ دیا ہے، جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی اور آپ

ﷺ کو منصب رسالت پر تین سال بعد فائز کیا گیا،اسی لئے ساٹھ سال ذکر کرنے والوں نے تین سالوں کو چھوڑ کر صرف دہائیوں کو شمار کیا، اور بعض حضرات نے کسر (یعنی تین) چھوڑنے کی وجہ یہ بیان کی کہ عرب چونکہ اتنے پڑھے لکھے نہیں تھے اس لئے وہ کسر کو چھوڑ دیا کرتے تھے، اسی لئے یہاں بھی کسر کو چھوڑ دیا گیا۔ اور جن حضرات نے پینسٹھ سال والا قول اختیار کیا ہے انہوں نے سن ولادت اور سن وفات کو الگ الگ سن شمار کیا، اور درمیان کے تریسٹھ سال جمع کر کے پینسٹھ سال کا قول اختیار کیا۔ اس سے تمام روایات میں مطابقت اور موافقت ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ کے کتنے بال سفید تھے؟

جس وقت آپ کا انتقال ہوا اُس وقت آپ ﷺ کے سر میں اور ڈاڑھی میں بیس سے زیادہ بال سفید نہ تھے، یعنی تریسٹھ سال کی عمر میں بھی آپ کے بیس سے زیادہ بال سفید نہیں ہوئے تھے، تھوڑے سے بال کن پٹی میں اور کچھ بال ریش بچہ (یعنی نچلے ہونٹ سے متصل بال) میں سفید ہوئے تھے۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے۔

جسم مبارک کی تین خوبیاں

حدیث

۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً. لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ. حَسَنَ الْجِسْمِ. وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ. أَسْمَرَ اللَّوْنِ. إِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ درمیانے قد کے تھے، نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پستہ قد۔ آپ ﷺ خوبصورت اور معتدل جسم والے تھے، اور حضور ﷺ کے بال نہ بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، (بلکہ تھوڑے سے گھنگھریالے تھے)۔ نیز آپ ﷺ گندمی رنگ کے تھے، اور جب آپ ﷺ چلتے تو آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلتے۔

تشریح

اس حدیث میں تین باتیں خاص طور پر بیان کی گئی ہیں:-

① ... آپ ﷺ انتہائی حسین وجمیل تھے، جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کا حسن وجمال صحابہ وصحابیات پر تھوڑا سا ظاہر فرمایا، ورنہ کوئی آپ کے حسن و جمال کی تاب نہ لاسکتا، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ کو دیکھ لیتیں تو

بجائے انگلیوں کے دل چیر لیتیں۔

②... دوسری بات اس حدیث شریف میں یہ بیان کی گئی کہ آپ گندمی رنگ والے تھے۔

③... اس حدیث شریف میں آپ کی چال مبارک کا بھی تذکرہ آیا ہے کہ ''إِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ'' یعنی حضور ﷺ جب چلتے تھے تو ذرا آگے جھک کر چلتے تھے۔

''تکفا'' کے تین معنی آتے ہیں:۔

①... جلدی جلدی چلنا۔

②... آگے جھک کر چلنا یعنی قدرے سر جھکا ہوا ہونا۔

③... پاؤں جما کر چلنا، جیسے آدمی جب اوپر سے نیچے اترتا ہے تو پاؤں جما کر رکھتا ہے اور جما کر اٹھاتا ہے۔

یہاں یہ تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی چال مبارک میں یہ تینوں خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ایک روایت میں ہے حضرات صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بلاتکلف جلدی جلدی چلتے تھے اور ہمیں دوڑ کر ساتھ چلنا پڑتا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ تواضع کے ساتھ اپنی گردن تھوڑی سی جھکا کر چلتے تھے، سینہ تان کر نہیں چلتے تھے۔ نیز آپ ﷺ مضبوطی کے ساتھ قدم جما جما کر چلتے تھے۔ آپ ﷺ کی چال کے یہ تین اوصاف تھے، ہمیں بھی اپنی چال میں یہ اوصاف اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو مشق کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہو جائیں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے والی حدیث میں ''وَلَا بِالْآدَمِ'' کے الفاظ آئے ہیں کہ آپ ﷺ گندمی رنگ والے نہیں تھے، جبکہ اس حدیث میں ''أَسْمَرَ اللَّوْنِ'' کے الفاظ آئے ہیں کہ آپ ﷺ گندمی رنگت والے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے والی حدیث میں ''وَلَا بِالْآدَمِ'' سے اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ بہت زیادہ گندمی نہیں تھا جس میں سیاہی میں گہرا پن ہوتا ہے، اور ''أَسْمَرَ اللَّوْنِ'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سفید رنگت میں ہلکی سی سرخی ملی ہوئی تھی جو نہایت حسین رنگت کہلاتی ہے۔

حدیث

۳...عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوعًا❶ بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، عَظِيمَ الْجُمَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ الْيُسْرَى، عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ

---

❶ مَرْبُوعًا: درمیانہ قد

أَحْسَنَ مِنْهُ۔

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ درمیانہ قد والے آدمی تھے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان ذرا زیادہ فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ بڑے اور گنجان بالوں والے تھے جو (بسا اوقات) کانوں کی لو تک آتے تھے۔ (اُس وقت) آپ ﷺ پر ایک سرخ دھاری والا جوڑا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین اور خوبصورت کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حدیث

۲... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ، لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی زلفوں والے کو سرخ دھاری والے جوڑے میں حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپ ﷺ کے بال کندھوں تک آرہے تھے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان ذرا زیادہ فاصلہ تھا۔ اور آپ ﷺ نہ چھوٹے قد کے تھے اور نہ ہی بہت زیادہ لمبے قد والے۔

تشریح

ان دو حدیثوں میں چار باتیں بیان فرمائی گئی ہیں:-

① ... حضور ﷺ درمیانے قد کے تھے۔ اگر رَجِلًا یعنی جیم کے کسرہ کے ساتھ پڑھیں تو معنی ہوگا کہ آپ ﷺ کے بال مبارک معمولی سے گھنگھریالے تھے۔

② ... آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان دیگر لوگوں کی بہ نسبت فاصلہ زیادہ تھا، یعنی آپ ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا جو شجاع اور بہادر ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

③ ... آپ ﷺ گھنے بال والے تھے، جو آپ کے کان مبارک کی لو تک ہوتے تھے۔ اس حدیث میں لفظ "جُمَّہ" سے "وَفْرَہ" مراد ہے۔ "وَفْرَہ، لِمَّہ اور جُمَّہ" کی تفصیل اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ حضرت حافظ ابن حجرؒ، حضرت امام نوویؒ، حضرت قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ یہ حضور ﷺ کے مختلف حالات کے لحاظ سے ہیں، جیسا کہ پہلے اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

④... آپ ﷺ کے جسمِ مبارک پر اس وقت ایک سرخ جوڑا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس لباس میں، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

مرد کیلئے سرخ رنگ کا جوڑا استعمال کرنے کا حکم

مرد کیلئے سرخ رنگ کا جوڑا پہننا کیسا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ خالص سرخ رنگ کا جوڑا پہننا بھی جائز ہے، مکروہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ اس کی پوری تشریح ''اعلاء السنن'' میں ہے۔ اگر سفید اور سرخ دھاریوں والا کپڑا ہو تو اُس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ❶

جسم مبارک کی پانچ خوبیاں

حدیث

۵... عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ. ضَخْمُ الرَّأْسِ. ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ. طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ. إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ. لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ. صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے قد والے تھے، آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں گوشت سے پُر تھے، آنحضرت ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، آپ ﷺ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تو آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلتے تھے، گویا کسی اونچی جگہ سے نیچے کی طرف اُتر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ جیسا (حسین وجمیل اور عمدہ صفات والا شخص) نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد دیکھا۔

تشریح

اس حدیث میں حضور ﷺ کے پانچ اوصاف کا ذکر ہے:۔

①... آپ ﷺ نہ بہت دراز قد تھے اور نہ پست قد تھے، بلکہ درمیانے قد کے تھے اور لمبائی کی

---

❶ اعلاء السنن

طرف مائل تھے۔

② شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں، انگلیاں اور قدمین شریفین گوشت سے بھرے ہوئے تھے، اتنے بھی بھرے ہوئے نہیں تھے کہ بدنما معلوم ہوں بلکہ اعتدال کے ساتھ فربہ اور ملائم تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی انگلیاں ریشم سے بھی زیادہ ملائم تھیں۔

③ ضَخْمُ الرَّأْسِ آپ ﷺ بڑے سر والے تھے، عموماً بڑے سر والا شخص انتہائی ذہین اور ہوشیار ہوتا ہے۔

④ ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ اسی طرح آپ ﷺ کی ہڈیوں کے جوڑ بڑے اور موٹے تھے جو طاقتور اور قوی ہونے کی نشانی ہے۔

⑤ طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ آپ ﷺ کے سینہ سے لیکر ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی جو کہ انتہائی خوبصورت تھی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چاند سے تشبیہ دینا بھی کوئی انصاف ہے
چاند میں ہیں چھائیاں، اور حضرت کا چہرہ صاف ہے

سیدی وسندی حضرت مفتی صاحبؒ کے ایک خلیفہ حضرت حکیم امداداللہ صاحبؒ گزرے ہیں، انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں بہترین سلام پیش کیا ہے، اس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

اے حبیبِ خدا! تم پہ لاکھوں سلام! مصطفیٰ مجتبیٰ تم پہ لاکھوں سلام
عشق کی ابتداء تم پہ لاکھوں سلام، حسن کی منتہا تم پہ لاکھوں سلام
درد دل کی دوا تم پہ لاکھوں سلام، ہر مرض کی شفا تم پہ لاکھوں سلام
جتنا سمجھا ہے اہل نظر نے تمہیں تم ہو اُس کے سوا، تم پہ لاکھوں سلام
آپ کیا آگئے! ظلمتیں چھٹ گئیں بدر غار حراء تم پہ لاکھوں سلام
لاکھ جانیں بھی گر ہوں مجھ کو عطا، تم پہ کر دوں فدا، تم پہ لاکھوں سلام

حلیۂ مبارک کا جامع بیان

حدیث

۶ ... عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ مَوْلَى غُفْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: "لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ بِالطَّوِيلِ الْمُمَغَّطِ ❶ وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ ❷ وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ. لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ. وَلَا بِالسَّبِطِ. كَانَ جَعْدًا رَجِلًا. وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ ❸. وَكَانَ فِي وَجْهِهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ ❹. أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ ❺ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ ❻ جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ ❼. أَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ ❽. شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ. إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ. وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا. بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ. وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ. أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا. وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً. وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً. وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً. مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ. وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ. يَقُولُ نَاعِتُهُ: لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ

حضرت ابراہیم بن محمد جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی ان کے پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی ؓ جب نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرماتے تو کہا کرتے کہ نبی کریم ﷺ نہ بہت لمبے تھے اور نہ زیادہ پستہ قد، بلکہ لوگوں میں درمیانے قد والے تھے۔ آپ ﷺ کے بال نہ بہت زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑے گھنگریالے تھے۔ آپ ﷺ نہ موٹے تھے اور نہ آپ کا چہرہ بالکل گول تھا، بلکہ آپ ﷺ کے چہرہ میں تھوڑی سی گولائی تھی۔ آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، آپ ﷺ کی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ حضور اقدس ﷺ کے جسم کے جوڑوں کی ہڈیاں اور دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ موٹی اور پر گوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدن پر (خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو، پنڈلیاں

---

❶ مُمَغَّط: حد سے زیادہ لمبا

❷ الْمُتَرَدِّد: وہ شخص جس کے اعضاء چھوٹا قد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھسے ہوئے ہوں۔

❸ مُطَهَّم: بہت زیادہ موٹا۔ مُكَلْثَم: بہت زیادہ گول چہرے والا ہونا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں قدرے گولائی تھی۔

❹ مُشْرَب: ایسا سفید جس میں سرخی ملی ہوئی ہو یعنی آپ ﷺ سرخ سفید تھے۔

❺ أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ: آنکھوں کی پتلیوں کا بہت زیادہ کالا ہونا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت سیاہ تھیں۔

❻ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ: لمبی پلکوں والا

❼ الْمُشَاش (جمع مشاشة): مونڈھے کی ابھری ہوئی ہڈی الْكَتَد: دونوں کندھوں کے درمیان کا حصہ

❽ مَسْرُبَة: سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر

وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں) بال نہیں تھے۔ آپ ﷺ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ کے ہاتھ اور پاؤں گوشت سے پُر تھے، جب آپ چلتے تو اپنے قدموں کو خوب قوت سے اٹھاتے گویا کہ آپ بلندی سے پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے، (صرف گردن پھیر کر نہیں دیکھتے تھے، کیونکہ یہ انداز لاپرواہی اور تکبر کا ہے)۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، اور آپ ہی نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے، اور سب سے زیادہ سچی زبان والے اور سب سے زیادہ نرم طبیعت تھے، آپ خاندانی اعتبار سے اور ملنے جلنے کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور مکرّم تھے۔ آپ کو جو شخص پہلی مرتبہ یا اچانک دیکھتا تو آپ کے رُعب کی وجہ سے ہیبت زدہ ہو جاتا اور اس پر دہشت طاری ہوجاتی۔ اور جو شخص آپ کو پہچان کر آپ سے میل و جول کرتا وہ (آپ کے اخلاق کریمہ کی وجہ سے) آپ کو اپنا محبوب بنا لیتا تھا۔ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ جیسا (حسین وجمیل اور باکمال شخص) نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث

٤... عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا، عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ، فَقَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا ❶، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ ❷ عَظِيمُ الْهَامَةِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَهَا، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ، وَاسِعُ الْجَبِينِ، أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ فِي غَيْرِ قَرَنٍ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ ❸ الْغَضَبُ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، سَهْلُ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيعُ الْفَمِ، مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ، دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ

---

❶ فَخْمًا: اپنی ذات کے اعتبار سے عظیم الشان اور بڑے۔ مُفَخَّمًا: وہ شخص جو لوگوں کی نظر میں بلند رتبہ والا اور قابلِ احترام ہو۔

❷ مُشَذَّب: لمبے قد والا

❸ يُدِرُّ: (مشتق من الإدرار) ہلانا، متحرک کرنا، یعنی غصہ سے وہ رگ متحرک ہوجاتی اور پھڑک اٹھتی تھی۔

جِيدُ دُمْيَةٍ فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ. مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ. بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ❶. سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ. عَرِيضُ الصَّدْرِ. بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ. ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ. أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ. مَوْصُولُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِي كَالْخَطِّ. عَارِي الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ. أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِي الصَّدْرِ. طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ. رَحْبُ الرَّاحَةِ❷. شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ. سَائِلُ الْأَطْرَافِ أَوْ قَالَ: شَائِلُ الْأَطْرَافِ. خُمْصَانُ الْأَخْمَصَيْنِ. مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ. يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ. إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا. يَخْطُو تَكَفِّيًا. وَيَمْشِي هَوْنًا. ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ. إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ. وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا. خَافِضُ الطَّرْفِ. نَظَرُهُ إِلَى الْأَرْضِ أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ. جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ. يَسُوقُ أَصْحَابَهُ وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ.

ترجمہ

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ ؓ سے حضور اکرم ﷺ کا حلیۂ مبارک دریافت کیا، اور وہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت ہی وضاحت اور عمدہ انداز سے بیان فرمایا کرتے تھے، مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کے حلیہ اور اوصاف میں سے کچھ میرے سامنے بھی بیان کریں تا کہ میں انہیں محفوظ کر کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔

ماموں جان نے حضور اکرم ﷺ کے حلیۂ مبارک کے متعلق فرمایا: نبی کریم ﷺ خود اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے بھی عظیم الشان تھے اور دوسروں کی نظر میں بھی بڑے رتبہ والے تھے۔ آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قد متوسط قد والے آدمی سے ذرا لمبا تھا مگر زیادہ لمبے قد والے آدمی سے پست تھا۔ آپ کا سر (اعتدال کے ساتھ) بڑا تھا اور آپ کے بالوں میں کسی قدر گھنگھریالہ پن تھا۔ اگر آپ ﷺ کے سر کے بالوں میں (آسانی سے) مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے، اور اگر سہولت سے مانگ نہ نکلتی تو اُس وقت نہ نکالتے، (بعد میں جب سہولت ہوتی نکال لیتے تھے)۔ آپ ﷺ جب اپنے بالوں کو بڑھاتے تو وہ آپ کے دونوں کانوں کی لو سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا، پیشانی کشادہ تھی، آپ کے ابرو لمبائی میں پتلے اور مڑے ہوئے گنجان تھے، دونوں ابرو کامل اور جدا جدا تھے ایک دوسرے

❶ بَادِنٌ: اعتدال کے ساتھ موٹا آدمی مُتَمَاسِكٌ: مضبوط اور بڑے اعضاء والا

❷ طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ: لمبی کلائیوں والا رَحْبُ الرَّاحَةِ: کشادہ ہتھیلی والا

سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک بلندی مائل تھی، اس پر ایک چمک اور نور تھا، جو آپ کے چہرہ اور ناک کو غور سے نہ دیکھتا تو ابتداءً وہ آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا، (لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے ناک بلند لگ رہی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے)۔

آپ ﷺ گھنی ڈاڑھی والے، نرم رخساروں والے تھے، آپ کا منہ مبارک اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا، آپ کے سامنے کے دو دانتوں میں ذرا فصل تھا، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے، آپ کی گردن رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ ﷺ کے سب اعضاء معتدل، مضبوط اور پُرگوشت تھے، پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن آپ کا سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔

آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ تھا، آپ جوڑوں کی مضبوط اور بڑی ہڈیوں والے تھے، جسم کا جو حصہ کپڑوں سے باہر رہتا تھا وہ بھی روشن اور چمکدار تھا، سینہ اور ناف کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا، (البتہ) دونوں بازو، دونوں کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں، دونوں ہتھیلیاں اور قدم گوشت سے بھرے ہوئے تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں (تناسب کے ساتھ) لمبی تھیں۔

آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے، قدم چکنے اور ملائم تھے کہ ان پر پانی ٹھہرتا نہیں تھا، جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر چلتے تھے، آپ نرمی سے چلتے تھے (قدم زمین پر زور سے نہیں پڑتا تھا)، آپ تیز رفتار تھے، جب آپ چلتے تو ایسا لگتا کہ گویا نشیب میں اتر رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن سے گھوم کر توجہ فرماتے، آپ کی نظر نیچی رہتی تھی، آپ کی نگاہ (عام اوقات میں) آسمان کی بنسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی، اور عام طور پر آپ کا دیکھنا گوشۂ چشم سے ہوتا تھا، آپ اپنے صحابہ کو چلنے میں آگے کر دیتے تھے اور خود پیچھے رہ جاتے تھے، آپ جس سے ملاقات کرتے سلام کرنے میں خود پہل فرماتے تھے۔

تشریح

اس حدیث میں حضور ﷺ کے کچھ مزید اوصاف کا ذکر ہے:-

① ...إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَقَهَا..... الخ عقیقہ بچے کے اُن بالوں کو کہا جاتا ہے جو بچہ ماں کے

پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے، یہاں مطلق بال مراد ہیں، مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے بال مبارک میں مانگ نکالنے کا زیادہ اہتمام نہیں فرماتے تھے، اگر خود بخود مانگ نکل آتی تو نکال لیتے، ورنہ رہنے دیتے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے دور میں مشرکین مکہ بالوں میں مانگ نکالا کرتے تھے، جبکہ مدینہ منورہ میں یہودی مانگ نہیں نکالتے تھے، اور آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ کوئی چیز اہلِ کتاب کے ہاں دیکھتے اور اُس کے بارے میں کوئی حکم نازل نہ ہوتا تو آپ اس کی پیروی کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے آپ اہلِ کتاب کی موافقت اور مشرکین کی مخالفت کی وجہ سے مانگ نہیں نکالتے تھے۔ پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، لہٰذا اس کے بعد آپ نے مانگ نکالنا شروع کردی۔

(۲)... أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ فِي غَيْرِ قَرَنٍ...... الخ حضور اقدس ﷺ کی بھنوؤں میں تین خوبصورتیاں تھیں:

(۱) مکمل تھیں، ناقص نہیں تھیں۔ (۲) باریک تھیں، موٹی موٹی نہیں تھیں جو بدنما لگتی ہیں۔ (۳) دونوں بھنوؤں کے درمیان فاصلہ تھا جو مزید خوبصورتی کی علامت ہے۔ آج کل بھی لوگ خوبصورتی کیلئے اپنی بھوؤں کو باریک کرتے ہیں لیکن یہ حرام و ناجائز ہے۔

(۳)... أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ.... الخ آپ ﷺ کی ناک قدرے بڑی تھی، نہ بہت چھوٹی تھی، نہ بہت لمبی اور نہ بہت چپٹی اور چوڑی تھی، بلکہ مناسب اور درمیانہ تھی، آپ کی ناک مبارک پر ایک نور اُبھرا رہتا تھا، اس نور کی وجہ سے آپ کی ناک بڑی اور لمبی معلوم ہوتی تھی۔

(۴)... مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ... الخ آپ ﷺ کے دانتوں (یعنی سامنے کے ثنایا اور رباعی) کے درمیان قدرے فاصلہ تھا جو خوبصورتی کی علامت ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں ریتی کے ذریعہ اپنے سامنے کے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرواتی تھیں جو کہ تغییر خلق اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے، جبکہ حضور ﷺ کو قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا تھا کہ آپ کے دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

(۵)... كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ... الخ آپ ﷺ کی گردن مبارک مورتی کی گردن کی طرح تھی، یعنی اگر چاندی سے کوئی مورتی بنائی جائے تو اس کی گردن بہت خوبصورتی سے بنتی ہے، آپ کی گردن مبارک بھی ایسی ہی خوبصورت تھی۔

(۶)... سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ... الخ آپ ﷺ کا سینہ اور پیٹ مبارک برابر تھا، ایسا نہیں کہ موٹاپے کی وجہ سے پیٹ باہر نکلا ہوا ہو۔

(۷)... يَسُوقُ أَصْحَابَهُ... الخ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو اپنے سے آگے کردیا کرتے تھے۔ حضرات محدثینؒ کے ارشاد مطابق اکثر حالتِ سفر میں ایسا ہوتا تھا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو آگے

کر دیتے تھے اور خود پیچھے پیچھے چلتے تھے، تاکہ اگر کسی کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو اسے اٹھا لیں یا کوئی پیچھے رہ گیا ہو تو اس کی مدد کریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عام حالات میں بھی آپ صحابۂ کرامؓ کو اپنے سے آگے رکھتے تھے تاکہ کوئی قابلِ اصلاح چیز دیکھیں تو اصلاح فرما دیں۔

⑧... وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ... الخ جس سے بھی آپ ملتے، سلام میں پہل فرماتے۔ ابتداء بالسلام کی سنت آج کل مردہ ہو رہی ہے، اس سنت کو زندہ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

چہرۂ انور اور مبارک آنکھیں

حدیث

۸... عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ. أَشْكَلَ الْعَيْنِ. مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ.

ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کشادہ دہن تھے، آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی، ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

حدیث

۹... عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ❶. وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ. فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ. فَلَهُوَ عِنْدِيْ أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.

ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے (ایک مرتبہ) چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھا، اس وقت حضور کے جسم مبارک پر سرخ جوڑا تھا، میں (کبھی) نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھتا اور (کبھی) چاند کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین اور خوبصورت ہیں۔

حدیث

۱۰... عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ: أَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا. بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.

ترجمہ

حضرت ابو اسحاقؒ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا

---

❶ إِضْحِيَانٍ (بكسر الهمزة وسكون الضاد وكسر الحاء): چاندنی رات جس میں کوئی بادل نہ ہو۔

حضور اقدس ﷺ کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح (صاف و شفاف) تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ چاند کی طرح (روشن اور گول) تھا۔

تشریح

تلوار سے مشابہت نہ ہونے کی دو وجہ ہیں، ایک یہ کہ تلوار لمبی ہوتی ہے،تلوار سے تشبیہ دینے میں مغالطہ ہوتا کہ شاید چہرہ تلوار کی طرح لمبا تھا جو بدصورتی کی علامت ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ تلوار میں چمک ہوتی ہے،جبکہ چمک اور نورانیت میں فرق ہے،چمک آدمی کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اور نورانیت آنکھوں کو منور کرتی ہے۔

حدیث

۱۱... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ كَأَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ. رَجِلَ الشَّعْرِ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سفید رنگ والے تھے (اور اس قدر شفاف اور حسین وخوبصورت تھے) گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن ڈھالا گیا ہے۔ آپ ﷺ قدرے گھنگھریالے بالوں والے تھے۔

حضور ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہونا

حدیث

۱۲... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ. فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ. وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ. وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ. يَعْنِي نَفْسَهُ. وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ.

ترجمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر سب انبیاء پیش کیے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے، چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام ذرا ڈبلے بدن کے آدمی ہیں، گویا کہ قبیلۂ شَنُوءَۃ کے لوگوں میں سے ہیں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں اُن

سے سب سے زیادہ ملتے جلتے آدمی عُروہؓ بن مسعود ہیں۔ اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو اُن سے مشابہت کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب تمہارا یہ ساتھی ہے (یعنی خود نبی کریم ﷺ)۔ اور میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں شکل وصورت کے لحاظ سے اُن سے قریب تر دحیہ کلبیؓ ہیں۔

تشریح

حضور اقدس ﷺ کے سامنے انبیاء علیہم السلام کہاں پیش کیے گئے؟ اس میں دو قول ہیں: ایک قول کے مطابق شبِ معراج میں پیش کیے گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خواب میں پیش کیے گئے۔ ہوسکتا ہے دونوں مرتبہ دیکھا ہو۔

قول: ''وہ تمہارے ساتھی یعنی آپ ﷺ کی ذات اقدس کے زیادہ قریب تھے''، آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''میرے زیادہ مشابہ تھے''، یہ ادب کی بات ہے، ایسے آداب ہمیں سیکھنے چاہئیں۔

حدیث

۱۳...عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُولُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ رَآهُ غَيْرِي. قُلْتُ: صِفْهُ لِي. قَالَ: كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحًا مُقَصَّدًا.

ترجمہ

حضرت سعید جُریریؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے اور آپ روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی ایسا آدمی باقی نہیں رہا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہو۔ حضرت سعید جریریؒ کہتے ہیں میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھ سے حضور اکرم ﷺ کا کچھ حلیہ بیان کیجئے، انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ سفید رنگ والے تھے مگر سرخی مائل، اور معتدل جسم والے تھے۔

حدیث

۱۴...عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ. إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے اگلے دانت کچھ کشادہ تھے، (یعنی ان میں معمولی فاصلہ تھا)، آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو ایک نور سا دکھائی دیتا تھا جو آپ کے دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

حضور اقدس ﷺ کی مہر نبوت کا بیان

یہ باب حضور ﷺ کی مہر نبوت کے بارے میں ہے، اس لفظ کو خاتَم اور خاتِم دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مہر نبوت کا تعلق بھی اگرچہ جسمِ مبارک کی کیفیت سے ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ذکر پہلے باب میں ہونا چاہئے تھا، مگر چونکہ یہ مہر نبوت آپ ﷺ کے خَاتَمُ النَّبِيِّين ہونے کی خاص علامت اور معجزات میں سے ہے، اس لئے اس کی اہمیت کی وجہ سے حضرت امام ترمذیؒ نے اسے مستقل باب میں ذکر فرمایا ہے۔

مہر نبوت کی کیفیت

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے مہر نبوت کا ثبوت ہوتا ہے اور مہر نبوت کی کیفیت بیان کرنے کیلئے اس باب کی احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ آئے ہیں:۔

①... مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ. یعنی مسہری کی گھنڈی کی طرح۔ "حَجَلَة" مسہری کو کہتے ہیں، جب مسہری کو سجا کر اس کے چاروں طرف پردے لٹکائے جائیں اور اس کی ڈوری کے نیچے گول گول دو پھندنے لگائے جاتے ہیں اسے "زِرّ" یعنی گھنڈی کہتے ہیں۔ اور یہی معنی راجح ہیں۔

بعض حضرات نے اس کا ترجمہ "چکور کے انڈے" سے کیا ہے، کیونکہ "حَجَلَة" چکور کی طرح ایک پرندہ کو کہتے ہیں، اور "زِرّ" کا لفظ بعض روایات میں "رِزّ" منقول ہے، یعنی راء پہلے اور زاء بعد میں، اور اس کے معنی انڈے ہی کے ہیں۔ یعنی مہر نبوت چکور کے انڈے کی طرح تھی۔

②... غُدَّةٌ حَمْرَاءُ مِثْلُ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ. یعنی کبوتری کے انڈے کی طرح ایک سرخ رسولی۔

③... شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ. یعنی چند بالوں کا مجموعہ۔

④... بَضْعَةٌ نَاشِزَةٌ. یعنی گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا۔

⑤... مِثْلُ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيلَانٌ كَأَنَّهَا ثَآلِيلُ. یعنی مٹھی کی طرح جس کے اردگرد مسے جیسے تِل تھے۔

یہ تمام الفاظ مہر نبوت کی کیفیت کے بارے میں ہیں اور بعض روایات میں آتا ہے کہ مہر نبوت سیب کی طرح تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ یہ سب تشبیہات ہیں، جس نے بھی مہر نبوت دیکھی اس نے اپنے ذہن کے موافق کسی مثال سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، حاصل سب کا ایک ہی ہے کہ مہر نبوت عام جسم سے علیحدہ ایک نمایاں گوشت کا اُبھرا ہوا حصہ تھا، جس کی

کیفیت ہر راوی نے اپنے اپنے انداز میں بیان کی ہے۔

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی مہر

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو آخری نبی ہونے کی وجہ سے مہر نبوت عطا فرمائی گئی تھی، کیا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی مہر دی گئی تھی یا نہیں؟ اس بارے میں بعض شارحین نے فرمایا کہ دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی مہر نبوت دی گئی تھی مگر ان کی مہر ہاتھ پر تھی اور نبی آخر الزمان ﷺ کی مہر نبوت کندھوں کے درمیان تھی، اور آنحضرت ﷺ کی یہ علامت پچھلی آسمانی کتابوں یعنی تورات اور زبور وغیرہ میں بھی مذکور تھی، اور اہل کتاب نے اسی علامت سے آپ کے نبی آخر الزمان ہونا معلوم کیا، جیسا کہ حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ آگے اس باب کی حدیث نمبر (۶) میں آرہا ہے۔

مہر نبوت پر تحریر کردہ الفاظ

صحیح قول کے مطابق مہر نبوت آپ کی پیدائش سے تھی اور اخیر عمر تک رہی۔ اس پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں:-

① ... بعض حضرات نے فرمایا کہ اس پر "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا تھا۔

② ... بعض حضرات نے فرمایا کہ اس پر "سِرْ فَأَنْتَ الْمَنْصُوْرُ" لکھا ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کہیں بھی جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مدد کی جائے گی۔

اب اس باب کی روایات ملاحظہ فرمائیں!

حدیث

۱... عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ: ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِيْ وَجِعٌ. فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهِ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ. فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ. فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

ترجمہ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، حضور اقدس ﷺ نے

میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی، پھر حضور اقدس ﷺ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا اور آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی (گول) تھی۔

حدیث

۲...عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ۔

ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس ﷺ کی مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان دیکھا، جو سرخ غدود کی طرح تھی جیسے کبوتری کا انڈا ہوتا ہے۔

حدیث

۳...عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ جَدَّتِهِ رُمَيْثَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِنْ قُرْبِهِ لَفَعَلْتُ، يَقُولُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ يَوْمَ مَاتَ: اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ

حضرت رُمَيْثَہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اور میں اُس وقت حضور اقدس ﷺ کے اتنے قریب تھی کہ اگر میں چاہتی تو آپ ﷺ کی مہر نبوت کو چوم لیتی جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں تھی، (وہ بات یہ ہے کہ) حضور اقدس ﷺ حضرت سعد بن معاذؓ کے حق میں اُس دن فرما رہے تھے جس دن اُن کی وفات ہوئی: ان کی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہٗ کا عرش بھی جھوم گیا۔

حدیث

۴...عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ مَوْلَى غُفْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَقَالَ: بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔

ترجمہ

حضرت ابراہیم بن محمدؒ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرماتے تو یہ یہ اوصاف بیان کیا کرتے تھے، پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی (جو پچھلے باب میں گزری)، حضرت علی رضی اللہ عنہ منجملہ ان اوصاف کے یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ہیں۔

حدیث

۵... حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عِلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا زَيْدٍ، ادْنُ مِنِّي فَامْسَحْ ظَهْرِي. فَمَسَحْتُ ظَهْرَهُ، فَوَقَعَتْ أَصَابِعِي عَلَى الْخَاتَمِ قُلْتُ: وَمَا الْخَاتَمُ؟ قَالَ: شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ

ترجمہ

حضرت علباءؒ بن احمر کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوزید! میرے قریب ہو جاؤ اور میری کمر کو ہاتھ سے ملو، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر کو ملنا شروع کیا تو (اتفاقاً) میری انگلیاں مہر نبوت پر لگ گئیں۔ علباءؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ چند بالوں کا مجموعہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی تین علامات

حدیث

۶... حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ، يَقُولُ: جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا سَلْمَانُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَعَلَى أَصْحَابِكَ. فَقَالَ: ارْفَعْهَا فَإِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ. قَالَ: فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهِ. فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا سَلْمَانُ؟ فَقَالَ: هَدِيَّةٌ لَكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: ابْسُطُوا. ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْخَاتَمِ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ. وَكَانَ لِلْيَهُودِ فَاشْتَرَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا عَلَى أَنْ

يَغْرِسَ لَهُمْ نَخْلًا فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيهِ حَتَّى تَطْعَمَ فَغَرَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ إِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ. فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا. وَلَمْ تَحْمِلِ النَّخْلَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ. فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهَا.

ترجمہ

حضرت عبد اللہؓ بن بریدہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس ﷺ جب (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دستر خوان لیکر آئے جس پر تازہ کھجوریں تھیں، اور انہوں نے یہ دستر خوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سامنے رکھ دیا، آپ ﷺ نے پوچھا اے سلمان! یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ یہ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھجوریں اُٹھا لو، کیونکہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان نے وہ کھجوریں اٹھا لیں، پھر اگلے دن حضرت سلمان اسی طرح کھجوروں کا طباق لائے اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کیلئے ہدیہ ہیں، نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ۔ پھر حضرت سلمان نے نبی کریم ﷺ کی پشت پر مہر نبوت کو دیکھا تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ حضرت سلمان (اُس وقت) یہود (بنی قریظہ) کے غلام تھے، پھر نبی کریم ﷺ نے اُن کو اتنے اور اتنے درہم میں خرید لیا، (یعنی مکاتب بنایا) اور دراہم کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ حضرت سلمان اُن کیلئے کھجور کے درخت لگائیں اور ان کے پھل دار ہونے تک ان درختوں کی خبر گیری کریں، پھر نبی کریم ﷺ نے وہ پودے خود لگائے، سوائے کھجور کے ایک درخت کے کہ وہ حضرت عمرؓ نے لگایا۔ چنانچہ وہ سارے درخت اسی سال پھل لے آئے، مگر ایک درخت پھل دار نہیں ہوا، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس درخت کا کیا معاملہ ہے؟ (کہ یہ پھل دار نہیں ہوا)، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ درخت میں نے لگایا تھا، پھر آپ ﷺ نے اس درخت کو اُکھاڑا اور اپنے دستِ مبارک سے دوبارہ لگایا، تو وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔ (یہ بھی نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ درخت لگاتے ہی پھل آ گیا۔)

حضرت سلمان ؓ کے قبول اسلام کا واقعہ

تشریح

حضرت سلمان حضور ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ طیبہ آگئے تھے اور انہیں نبی آخر الزماں ہونے کی علامت معلوم تھی، اور ان کی عمر مبارک بھی بہت لمبی تھی، بعض روایات میں آتا ہے کہ ڈھائی سو سال انکی عمر تھی اور بعض حضرات کے بقول ساڑھے تین سو سال انکی عمر تھی، آپ مدینہ طیبہ کے ایک یہودی کے پاس اسکے باغ میں کام کرتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائیں تو میں انہیں دیکھوں، اتنے میں آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے، حضرت سلمان ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کھجور کے مالک کیلئے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑ رہا تھا کہ مجھے حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو درخت سے اترنے کے بجائے خوشی کے مارے میں نے وہیں سے چھلانگ لگادی، میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کیلئے تشریف لے جارہے ہیں، میں بھی لوگوں کے ساتھ چل دیا، جب آپ کے قریب پہنچا اور پہلی بار آپ کا چہرہ دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا، اور سب سے پہلے میں نے حضور ﷺ کی جو بات سنی وہ یہ تھی کہ ''سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ''، ایک روایت میں ہے کہ ''صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سو رہے ہوں تو تہجد پڑھو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

حضرت سلمان ؓ نے نبی آخر الزمان ﷺ کے بارے میں تین علامات پہلے سے سنی ہوئی تھیں:۔

① ... صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔

② ... ہدیہ قبول فرمائیں گے۔

③ ... ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

چنانچہ حضرت سلمان ؓ نے پہلی مرتبہ میں صدقہ کی کھجوریں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیں تو آپ ﷺ نے کھانے سے انکار فرمادیا، اس سے حضرت سلمان کو پہلی علامت پوری ہونے کا اطمینان ہوگیا، پھر دوسری مرتبہ میں ہدیہ کہہ کر کھجوریں پیش کیں تو آپ ﷺ نے قبول فرمالیں، اس سے حضرت سلمان کو دوسری علامت پوری ہونے کا اطمینان ہوگیا۔

حضرت سلمان ؓ فرماتے ہیں ایک بار حضور ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما تھے، میں نے حاضر خدمت ہوکر سلام کیا اور حضور کے پیچھے کی طرف گھومنے لگا، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ مہر نبوت دیکھنا چاہتے ہیں، اس لئے چادر مبارک کمر سے ہٹادی، میں نے مہر نبوت کو دیکھا اور اس تیسری علامت کو دیکھتے ہی میں مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت سلمان نے آنحضرت ﷺ کو اپنی غلامی کی پوری

داستان سنائی، تو حضور ﷺ نے ان کے یہودی مالک سے انہیں مکاتب بنوادیا۔ روایت میں اگرچہ "اشتری" کے الفاظ ہیں، مگر اس سے یہاں "مکاتب بنانا" مراد ہے، اور دو چیزیں بدلِ کتابت طے پائیں:۔

① ... چالیس اوقیہ سونا (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے)۔

② ... حضرت سلمان تین سو کھجور کے درخت لگائیں اور ان میں پھل آنے تک ان درختوں کی دیکھ بھال بھی کریں۔

ان دونوں چیزوں میں نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان کی خصوصی مدد فرمائی، جس کی تفصیل روایت میں مذکور ہے۔

حدیث

۷... عَنْ أَبِي نَضْرَةَ الْعَوَقِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي خَاتَمَ النُّبُوَّةِ فَقَالَ: كَانَ فِي ظَهْرِهِ بَضْعَةٌ نَاشِزَةٌ.

ترجمہ

حضرت ابو نضرہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کی مہرِ نبوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کی پشت پر گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

حدیث

۸... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ. فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهِ. فَعَرَفَ الَّذِي أُرِيْدُ، فَأَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ. فَرَأَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلَى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيلَانٌ كَأَنَّهَا ثَآلِيلُ❶. فَرَجَعْتُ حَتَّى اسْتَقْبَلْتُهُ. فَقُلْتُ: غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ. فَقَالَ: وَلَكَ. فَقَالَ الْقَوْمُ: أَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، وَلَكُمْ. ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ [محمد: ۱۹]

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت

---

❶ الْجُمْعِ: مٹھی خِيلَانٌ: (جمع خال): تل ثَآلِيلُ: (جمع ثؤلول) مسّہ

میں حاضر ہوا، اُس وقت آنحضرت ﷺ اپنے صحابۂ کرامؓ کے مجمع میں تشریف فرما تھے، میں نے اس طرح حضور ﷺ کی پشت کے پیچھے چکر لگایا (راوی نے اس جگہ غالباً چکر لگا کر فعلی صورت بیان کی)، حضور ﷺ میرا منشاء سمجھ گئے، اور آپ نے اپنی پشت سے چادر ہٹادی، میں نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کی طرح مہرِ نبوت دیکھی جس کے اردگرد تل تھے گویا مسے ہیں، پھر میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور تمہاری بھی (مغفرت فرمائیں)۔ لوگوں نے مجھ سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کیلئے مغفرت کی دعاء فرمائی ہے؟ میں نے کہا، ہاں! اور تم سب کیلئے بھی (مغفرت کی دعا فرمائی ہے)، پھر حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ نے سورۂ محمد کی یہ آیت پڑھی:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد ١٩)

ترجمہ

اور آپ مغفرت کی دعا کیجئے اپنے لئے بھی، اور مومن مردوں اور عورتوں کیلئے بھی۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک کا بیان

اس باب میں حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک کی کیفیت کا بیان ہے، اس کی تفصیل پہلے بھی گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ کے سر کے بال مبارک تین طرح ہوا کرتے تھے:۔

① ... وَفْرَہ ② ... لِمَّہ ③ ... جُمَّہ

اس باب کی اکثر احادیث میں "اِلٰى نِصْفِ أُذُنَيْهِ" یا "اِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ" کے الفاظ آئے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی اصل سنت سر کے بالوں کو آدھے کانوں تک یا کانوں کی لَو تک رکھنے کی تھی جس کو "وَفْرَہ" کہا جاتا ہے، لہٰذا اگر بال پٹھے رکھنے ہوں تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے، کیونکہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہی تھی، اگرچہ مصروفیات کی وجہ سے بعض اوقات آپ کے بال کان کی لَو سے ذرا نیچے اور کندھوں سے اوپر ہوتے تھے، اور کبھی کندھوں تک بھی آجاتے تھے۔

بہر حال حضور ﷺ سے (سر کے) بال منڈوانا، قصر کرنا اور پٹھے بال رکھنا تینوں

ثابت ہیں، اور حضور اقدس ﷺ کا یہ عمل سنن عادیہ میں سے ہے۔ حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے عمرے کا احرام کھولا تو اپنا سر منڈوایا تھا، پھر اگلے سال جب آپ نے عمرہ کی قضاء فرمائی تب بھی سر منڈوایا، اور حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حلق فرمایا، اور ایک موقع پر آپ نے قصر بھی فرمایا، جبکہ عام طور پر آپ کی عادت شریفہ پٹھے بال رکھنے کی تھی۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے آٹھ احادیث طیبہ ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى نِصْفِ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے (سر کے) بال نصف کانوں تک تھے۔

میاں بیوی کا ایک ساتھ غسل کرنا

حدیث

۲... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ. وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک ہی برتن (کے پانی) سے غسل کیا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کے بال کندھوں سے اوپر اور کان کی لو سے نیچے ہوتے تھے۔

تشریح

اس حدیث سے اگرچہ آپ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک برتن سے غسل کرنا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کہ دونوں برہنہ غسل فرماتے تھے، کیونکہ دوسری حدیث میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کا ستر مبارک کبھی نہ دیکھا اور حضور ﷺ نے کبھی میری شرم کی جگہ نہیں دیکھی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھنے کا ہے کہ میاں بیوی کا ایک برتن سے ایک ہی وقت میں یا آگے پیچھے غسل کرنا

کیسا ہے؟ اس میں کچھ تفصیل ہے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:-

①... میاں بیوی ایک ساتھ غسل کریں۔ یہ صورت جائز ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اور حضرت امام نوویؒ نے اس صورت کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔

②... دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے پھر عورت غسل کرے، یہ بھی بالاتفاق جائز ہے۔

③... تیسری صورت یہ ہے کہ عورت پہلے غسل کرے اور اس کے بچے ہوئے پانی سے مرد بعد میں غسل کرے، اس میں اقوال مختلف ہیں، حضرات حنفیہؒ، شافعیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک جائز ہے، لیکن حنابلہؒ کے نزدیک یہ ناجائز ہے، البتہ اگر شوہر بیوی کے نہانے کے وقت وہاں موجود ہو تو پھر جائز ہے۔ ان کی دلیل وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے عورت کے جھوٹے سے نہانے سے منع فرمایا ہے، جمہور کی طرف سے اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال کرنا درست نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں عورت کے بچائے ہوئے مستعمل پانی کی ممانعت ہے، غیر مستعمل پانی کی ممانعت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے بالوں کی کیفیت

حدیث

۳... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا. بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ. وَكَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ درمیانہ قد کے تھے، آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان ذرا زیادہ فاصلہ تھا۔ اور آپ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔

حدیث

۴... عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبْطِ. كَانَ يَبْلُغُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال نہ بالکل پیچدار اور گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، (بلکہ ان میں تھوڑا سا گھنگھریالہ پن تھا)۔ آپ ﷺ کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔

حدیث

۵۔۔۔ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ.

ترجمہ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (ہجرت کے بعد) ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے سر کے بال چار مینڈھیوں والے تھے۔

تشریح

قولہ: اربع غدائر۔۔۔ الخ ان مینڈھیوں سے عورتوں جیسی مینڈھیاں مراد نہیں ہیں، کیونکہ مردوں کیلئے عورتوں کی طرح مینڈھیاں بنانا ممنوع و مکروہ ہے، اس لئے اس حدیث میں ایسی مینڈھیاں مراد ہیں جن میں عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سر کے بال چار حصوں میں تھے جو بظاہر مینڈھیوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث

۶۔۔۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ شَعْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بال آدھے کانوں تک ہوتے تھے۔

اہلِ کتاب کی موافقت نہ کرنے کا بیان

حدیث

۷۔۔۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُءُوسَهُمْ، وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ، ثُمَّ فَرَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (ابتداء میں) بالوں کو (مانگ نکالے بغیر ویسے ہی) چھوڑ دیا کرتے تھے، اور (اس کی وجہ یہ تھی کہ) مشرکین

اپنے سروں کی مانگ نکالا کرتے تھے، اور اہل کتاب اپنے سروں کے بال (مانگ نکالے بغیر ویسے ہی) چھوڑ دیا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ابتداء میں) اُن امور میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جن کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا، (لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی مانگ نکالنا شروع فرمادی۔

تشریح

وہ اُمور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی حکم واضح نہ ہوتا اُن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کے عمل کی موافقت کرنا دو وجہ سے پسند فرماتے تھے، ایک یہ کہ مشرکین کے مقابلہ میں اہل کتاب کے کم از کم بنیادی عقائد مثلاً توحید وغیرہ میں اپنے اصل مذہب پر باقی تھے، دوسری وجہ ان کی تالیفِ قلب تھی کہ اُن کی موافقت کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ وہ اسلام لے آئیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تیس سے زائد مسائل ایسے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ نے دیکھا کہ ان کی مخالفت اور دین دشمنی دن بدن بڑھتی جارہی ہے تو آپ نے اہل کتاب کی موافقت چھوڑ دی، بلکہ بہت سی صورتوں میں انکی مخالفت کا حکم دیا۔ امام سیوطیؒ نے اس کی چند مثالیں ذکر فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:-

①... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کی موافقت میں عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا پھر آپ نے ان کی مخالفت میں فرمایا کہ اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو میں عاشورہ کے ساتھ نو یا گیارہ تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔

②... پہلے آپ مانگ نہیں نکالا کرتے تھے پھر آپ نے مانگ نکالنا شروع فرمادی۔

③... شروع میں آپ اپنے سفید بالوں میں خضاب نہیں لگایا کرتے تھے، نہ اس کا حکم دیتے تھے، کیونکہ اہل کتاب خضاب نہیں لگایا کرتے تھے، لیکن بعد میں آپ نے ان کی مخالفت فرمائی اور خضاب لگانے کا حکم دیا۔

④... جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرماتے تھے لیکن بعد میں بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم نازل ہوا تو آپ نے ان کی مخالفت فرماتے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز ادا فرمائی۔

⑤... اہل کتاب حائضہ عورت سے پرہیز کرتے تھے تو آپ نے بھی شروع میں ان کی موافقت میں میل جول ترک کردیا تھا، پھر ان کی مخالفت فرماتے ہوئے جماع کے سوا باقی چیزوں کو جائز قرار دیا اور حائضہ عورتوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیدیا۔

⑥... اگر کوئی جنازہ گزرتا تو آپ ﷺ اس کے احترام میں کھڑے ہوا کرتے تھے، پھر یہ قیام ترک فرمادیا۔

حدیث

۸... عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا ضَفَائِرَ أَرْبَعٍ.

ترجمہ

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو چار گیسوؤں والا دیکھا۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَرَجُّلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے کنگھا کرنے کا بیان

اس باب میں بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ کے کنگھی کرنے کا بیان ہے، لیکن ساتھ ہی اس میں دو باتیں خاص طور پر ذکر کی گئی ہیں:۔

①... حضور ﷺ کا بکثرت تیل استعمال فرمانا اور صفائی و ستھرائی کا خاص خیال رکھنا۔

②... ہر محترم اور زینت والا کام دائیں طرف سے کرنا، اور جو کام زینت کا نہ ہو اور محترم بھی نہ ہو اُسے بائیں طرف سے کرنا۔ یہ دونوں کام حضور ﷺ کی سنت ہیں، لہٰذا ہمیں ان پر عمل کرنا چاہئے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی، جبکہ میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی۔

تشریح

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بیوی کو حیض کی حالت میں اپنے شوہر کی خدمت کرنا جائز ہے،

اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحَ لِحْيَتِهِ. وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتَّى كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ۔

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے سر پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے، اور ڈاڑھی مبارک پر اکثر کنگھی کیا کرتے تھے، اور (تیل کے استعمال کے وقت) اکثر اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ (تیل کے کثرت استعمال کی وجہ سے) وہ کپڑا ایسا ہو جاتا جیسے تیل فروش کا کپڑا ہو (جو عموماً تیل استعمال کرنے کی وجہ سے چکنا ہوتا ہے)۔

تشریح

آپ ﷺ تیل لگا کر کپڑے کو سر پر اس لئے رکھتے تھے تاکہ تیل سے عمامہ یا ٹوپی چکنی نہ ہو، کیونکہ یہ چکنا ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ جسم یا کپڑے کا میلا اور گندا ہونا، اور آپ ﷺ چونکہ صاف و ستھرے رہتے تھے اس لئے تیل لگانے کے ساتھ آپ اپنے عمامے اور ٹوپی کی صفائی کا اہتمام فرماتے تھے۔ لہٰذا اس سنت پر بھی عمل کرنا چاہئے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے سفر و حضر میں سات چیزیں ساتھ رہتی تھیں:۔

① ... تیل کی شیشی ② ... کنگھی، جس کا اس باب میں ذکر ہے۔ ③ ... آئینہ۔

④ ... سرمہ دانی۔ آج کل سرمہ لگانے کی سنت تقریباً متروک ہوگئی ہے، حالانکہ اس میں ہمارے لئے بہت سے فوائد ہیں، جیسا کہ اس کے بارے میں آگے بیان آرہا ہے۔

⑤ ... مسواک ⑥ ... قینچی، یہ بھی آپ کے پاس ہوتی تھی جو بالوں کو تراشنے کے کام آتی ہے، آج کل اس کے ساتھ ناخن تراش بھی ہونا چاہئے جس سے ناخن کاٹنے میں آسانی ہوتی ہے۔

⑦ ... سر کھجانے کی ایک لکڑی۔[1]

ہمیں بھی سفر میں ان چیزوں کو رکھنے کیلئے کوئی ڈبہ یا چھوٹا بکس وغیرہ بنانا چاہئے، اور گھر میں بھی ایک خانہ اس کیلئے خاص رکھنا چاہئے، ادھر اُدھر رکھنے سے عموماً چیزیں آگے پیچھے ہو جاتی ہیں، پھر وقت پر ملتی نہیں، جس سے پریشانی ہوتی ہے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل: (۲۸۴۳/۷)

محترم کام دائیں طرف سے شروع کرنا

حدیث

۲...عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِيْ طُهُوْرِهٖ إِذَا تَطَهَّرَ. وَفِيْ تَرَجُّلِهٖ إِذَا تَرَجَّلَ. وَفِيْ انْتِعَالِهٖ إِذَا انْتَعَلَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے وضو کرنے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھا کرتے تو کنگھا کرنے میں (بھی دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے)، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہنتے تو جوتا پہننے میں بھی (دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے)۔

تشریح

اس حدیث میں مذکورہ تین چیزیں بطور مثال ذکر فرمائی ہیں، ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاوہ دیگر اُمور میں بھی دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے، اسی لئے حضرات فقہاء کرامؒ نے اس حدیث اور دیگر احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جو چیزیں پسندیدہ اور زیب وزینت کی ہیں انہیں دائیں طرف سے کرنا چاہئے، اور جو چیزیں زیب وزینت کی نہیں ہیں اور محترم اور مکرم بھی نہیں ہیں انہیں بائیں طرف سے کرنا چاہئے۔ چنانچہ وضو کا تعلق طہارت و نظافت سے ہے جس میں زینت بھی ہے، اس لئے جب وضو کریں تو اعضاء دھوتے وقت پہلے دائیں عضو کو دھوئیں پھر بائیں کو۔ اسی طرح کنگھا کرنا چونکہ زینت کا باعث ہے اس لئے جب کنگھا کریں تو پہلے دائیں طرف کنگھا کریں پھر بائیں طرف کریں۔ اسی طرح جب جوتا پہنیں تو دائیں پیر میں پہلے جوتا پہنیں، اور جوتا نکالنا چونکہ زینت کا باعث نہیں اس لئے جوتے اتارتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالیں۔ اسی طرح جب مسجد میں داخل ہوں تو مسجد چونکہ محترم اور مکرم جگہ ہے اس لئے پہلے دایاں قدم رکھیں پھر بایاں، اور جب مسجد سے نکلیں تو پہلے بایاں قدم باہر رکھیں، کیونکہ باہر کا حصہ مسجد سے کمتر ہے۔ اس کے برعکس جب بیت الخلاء جائیں تو بیت الخلاء چونکہ محترم جگہ نہیں ہے اس لئے پہلے بایاں قدم اندر رکھیں، اور جب باہر نکلیں تو چونکہ باہر کی جگہ بیت الخلاء کی بنسبت محترم ہے اس لئے پہلے دایاں قدم باہر رکھیں۔

کنگھی کا استعمال بقدر ضرورت کرنا

حدیث

۴... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا. ❶

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر کبھی کبھار۔

حدیث

۵... عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَرَجَّلُ غِبًّا۔

ترجمہ

حضرت حمید بن عبد الرحمن ایک صحابی سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کبھی کبھار کنگھی کیا کرتے تھے۔

تشریح

اس باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بکثرت کنگھی فرمایا کرتے تھے، جبکہ مذکورہ احادیث میں کبھی کبھار کنگھا کرنے کا ذکر ہے، ظاہراً اگرچہ اس میں تعارض ہے، مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ بکثرت کنگھی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حسب موقع جب کنگھی کرنے کی ضرورت ہوتی آپ ﷺ کنگھی کرلیا کرتے تھے، اور ضرورت ہر ایک کی مختلف ہوتی ہے، کسی کو زیادہ ضرورت پڑتی ہے اور کسی کو کم۔ اور جن روایات میں کبھی کبھار کنگھی کرنے کی اجازت مذکور ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کنگھی کرنے میں مبالغہ نہ کیا جائے کہ ہر وقت بالوں کے بناؤ سنگھار اور کنگھی کرنے میں مشغول رہے، جیسے بعض لوگوں کی جیب میں کنگھا رہتا ہے اور وہ وقفہ وقفہ سے کنگھا کرتے رہتے ہیں، ایسا کرنے سے بچنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ بلاضرورت ہر وقت کنگھی کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے، البتہ ضرورت ہو تو کسی بھی وقت کنگھی کی جاسکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سلسلے میں علامہ ابن العربیؒ نے بہت عمدہ بات فرمائی ہے:۔

❶ غِبًّا (بکسر الغین وتشدید الباء): ہر وہ کام جو ایک دن چھوڑ کر کیا جائے یعنی کبھی کبھار۔

موالاته تصنّع وتركه تدنّس والإغباب سنّة

ترجمہ

ہر وقت کنگھی کرتے رہنا تکلف اور بناوٹ ہے

اور بالکل ہی کنگھی نہ کرنا گندا پن اور میلا ہونا ہے

اور ایک دن چھوڑ کر کے کرنا یعنی بوقتِ ضرورت کرنا سنت ہے۔

سبحان اللہ! کیا بہترین خلاصہ ہے!!

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ شَيْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے بڑھاپے کا بیان

اس باب میں تین باتیں مذکور ہیں:-

① ... آپ ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد اور مقدار کتنی تھی؟

② ... آپ ﷺ کے بالوں کے سفید ہونے کی وجہ کیا تھی؟

③ ... آپ ﷺ کے خضاب لگانے میں اختلاف۔

آنحضرت ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد

اس بارے میں مختلف روایات ہیں، بعض روایات میں چودہ سفید بالوں کا ذکر ہے، بعض روایات میں سفید بالوں کی تعداد اٹھارہ بتائی گئی ہے، جبکہ بعض روایات سے تقریباً بیس سفید بال معلوم ہوتے ہیں۔ حقیقت میں ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ یہ مختلف حالات پر مبنی ہیں، کسی وقت چودہ بال سفید تھے، کبھی اٹھارہ اور کبھی بیس، بیان کرنے والے نے جب دیکھا اُسی وقت کے حساب سے بیان کر دیا۔ نیز گننے اور شمار کرنے میں بھی فرق ہوتا ہے، کسی نے چودہ بال گنے، مزید انہیں نظر نہ آئے، اسی طرح کسی نے سترہ گنے، کسی نے اٹھارہ، کسی نے بیس گنے۔ مقصود سب کا یہ بتانا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سر میں سفید بالوں کی تعداد بہت کم تھی۔

آنحضرت ﷺ کے بال سفید ہونے کی وجہ

روایات سے اس کی دو (۲) وجہیں معلوم ہوتی ہیں:-

① ... قرآن کریم کی ان سورتوں کی وجہ سے جن میں قیامت کا ہولناک تذکرہ ہے اور صور پھونکنے کا

بیان ہے، اور بد بخت لوگوں کے بدترین انجام کا ذکر ہے اور جہنم کا تذکرہ ہے، جن کی دہشت اور خوف ہی کی وجہ سے آپ کے بال مبارک سفید ہوگئے تھے، کیونکہ آپ ﷺ اُمورِ آخرت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اسی لئے ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو باتیں میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو ہنسنا کم کردو اور رونا زیادہ کردو اور اپنی بیویوں کے پاس جانا بھی چھوڑ دو۔ ❶

② ... بال سفید ہونے کی دوسری وجہ سورۂ ہود کی وہ آیت ہے جس میں فرمایا گیا کہ "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" یعنی جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسی طرح آپ دینِ متین پر مضبوطی سے قائم رہیں، اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق استقامت انتہائی مشکل کام ہے اس لئے اس حکم کو پورا کرنے کی فکر میں آپ کے بال مبارک سفید ہو گئے تھے۔ اسی لئے حضرات صوفیاء کرامؒ کا ارشاد ہے: "اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ اَلْفِ كَرَامَةٍ" کہ سنتوں پر استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے، کیونکہ کرامت مقصود نہیں ہے، اصل مقصود "اتباعِ شریعت اور اس پر استقامت" ہے۔

آنحضرت ﷺ کے خضاب لگانے میں اختلاف

اس میں حضرات علماء کرام کا اختلاف ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خضاب لگایا تھا، چنانچہ آگے اسی باب کی حدیث نمبر (۷) میں آپ کے بالوں کی سرخی کا ذکر ہے وہ اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ یہ سرخی خضاب لگانے کی وجہ سے تھی۔ جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا، اور حدیث میں جس سرخی کا ذکر ہے اس سے مراد وہ سرخی ہے جو بال سفید ہونے سے پہلے ہوتی ہے، یعنی بال سفید ہونے سے پہلے سرخ ہوتے ہیں پھر سفید ہوتے ہیں اسی لئے بال سرخ تھے۔

اب اس باب کی احادیثِ طیبہ ملاحظہ فرمائیں! اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه: هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ. إِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِيْ صُدْغَيْهِ ❷ وَلٰكِنْ أَبُوْ بَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ"

---

❶ سنن ابن ماجہ، باب الحزن والبکاء: (۴۲۰۲/۲)

❷ صُدْغ (بضم الصاد وسکون الدال) کنپٹی

ترجمہ

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس ﷺ خضاب کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے بالوں کی سفیدی اس قدر نہ تھی کہ خضاب کی نوبت آتی، صرف آپ ﷺ کے دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی سفیدی تھی، البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حِنّا اور کَتَم[1] سے خضاب لگایا کرتے تھے۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحْيَتِهِ إِلَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں چودہ سے زیادہ سفید بال نہیں گنے۔

حدیث

۳... عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ، وَقَدْ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ إِذَا دَهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يُرَ مِنْهُ شَيْبٌ، وَإِذَا لَمْ يَدْهِنْ رُئِيَ مِنْهُ۔

ترجمہ

حضرت سماک بن حربؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کے سفید بالوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ اپنے سر پر تیل لگاتے تھے تو آپ کے بالوں کی سفیدی دکھائی نہ دیتی، اور جب آپ تیل نہ لگاتے تو کچھ کچھ سفیدی محسوس ہوتی تھی۔

تشریح

تیل لگانے کی صورت میں چونکہ سارے بال چمکنے لگتے ہیں اس لئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک کے ساتھ مل جاتی تھی اور سفیدی واضح طور پر محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تیل کی وجہ سے چونکہ بال جم جاتے ہیں اس لئے تھوڑے سے سفید بال کالے بالوں میں چھپ جاتے ہوں گے۔

---

[1] کَتَم ایک گھاس (کا پودا) ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے، اس کو اردو میں "وسمہ" کہا جاتا ہے جسے مہندی کے ساتھ لگانے سے بال سیاہی مائل ہوجاتے ہیں، بالکل کالے نہیں ہوتے۔

اور جب تیل نہیں ہوتا تھا تو بالوں کے پھیلنے کی وجہ سے وہ سفید بال ظاہر ہو جاتے تھے۔

حدیث

۴... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے سفید بال تقریباً بیس (۲۰) تھے۔

حدیث

۵... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ شِبْتَ. قَالَ: شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ، وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہوگئے (اس کی کیا وجہ ہے؟) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے بوڑھا بنا دیا۔

حدیث

۶... عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ. قَالَ: قَدْ شَيَّبَتْنِيْ[1] هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا.

ترجمہ

حضرت ابو جُحَیفَۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ پر بڑھاپے کا کچھ اثر محسوس ہو رہا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

تشریح

ان سورتوں کو بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان میں گزشتہ اُمتوں کے واقعات، ان پر عذاب کی تفصیل، موت، قیامت اور حشر و نشر وغیرہ کے اُمور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور سورۂ ھود

[1] شَيَّبَتْنِيْ تشییب از باب تفعیل: بوڑھا کرنا۔

میں خاص طور پر وہ آیت ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو استقامت کا حکم دیا گیا ہے، آپ کو یہی فکر رہتی تھی کہ مجھے استقامت حاصل ہے یا نہیں، اسی فکر کی وجہ سے آپ ﷺ پر بڑھاپے کے آثار جلدی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

حدیث

۷۔۔۔ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ، تَيْمِ الرَّبَابِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي ابْنٌ لِي، قَالَ: فَأُرِيتُهُ❶، فَقُلْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ: هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ، وَلَهُ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ، وَشَيْبُهُ أَحْمَرُ.

ترجمہ

حضرت ابو رِمْثَہ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میرے ساتھ میرا ایک بیٹا بھی تھا، پھر مجھے نبی کریم ﷺ دکھلائے گئے یعنی لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو فوراً کہا کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں، اُس وقت آپ ﷺ نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے (سبز لنگی اور سبز چادر)، اور آپ کے چند بال ایسے تھے جن پر بڑھاپے کے کچھ آثار غالب ہو گئے تھے، لیکن آپ کے سفید بال سرخ تھے۔

تشریح

اس باب کے شروع میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مذکورہ روایت میں بالوں کی سرخی کا جو ذکر ہے اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، بعض حضرات کے نزدیک یہ سرخی خضاب کی وجہ سے تھی، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ سرخی اصلی تھی جو بال سفید ہونے سے پہلے ہوتی ہے۔

حدیث

۸۔۔۔ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: قِيلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَكَانَ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ إِلَّا شَعَرَاتٌ فِي مَفْرِقِ❷ رَأْسِهِ، إِذَا ادَّهَنَ وَارَاهُنَّ❸

---

❶ فَأُرِيتُهُ: صیغہ واحد متکلم، ماضی مجہول از باب افعال، یعنی مجھ کو دکھلائے گئے۔

❷ مَفْرِقِ (بضم الميم وسكون الفاء وكسر الراء) مانگ نکالنے کی جگہ

❸ وَارَاهُنَّ (مشتق من المواراة): چھپانا

الدُّهْنُ.

ترجمہ

حضرت سماک بن حرب فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سر میں سفید بال تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے سر کی مانگ میں صرف چند بال سفید تھے، جب آپ تیل لگاتے تو تیل ان سفید بالوں کو چھپا لیتا تھا (یعنی تیل لگانے کی حالت میں اُن چند بالوں کی سفیدی ظاہر نہیں ہوتی تھی)۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے خضاب فرمانے کا بیان

اس باب کا خلاصہ دو باتیں ہیں:-

①... آپ ﷺ نے خضاب لگایا ہے یا نہیں؟

②... خضاب لگانے کی شرعی حیثیت اور اس کی مختلف صورتوں کا حکم۔

آنحضرت ﷺ نے خضاب لگایا یا نہیں؟

اس بارے میں روایات مختلف ہیں اور ظاہراً تعارض ہیں، حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس باب میں دونوں طرح کی روایات نقل فرمائی ہیں، چنانچہ اس باب کی پہلی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے سفید بال سرخ تھے، اس روایت کی بنیاد پر حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس طرف ہے کہ آپ ﷺ نے خضاب نہیں لگایا، کیونکہ یہ سرخی اصلی تھی جیسا کہ عموماً بال سفید ہونے سے پہلے سرخی آجاتی ہے۔ لیکن اسی باب کی دیگر تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب کیا ہے، بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں، چنانچہ پچھلے باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت گزری ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے سفید بال اتنے تھے ہی نہیں کہ خضاب کی ضرورت پڑتی، جبکہ اس باب کی آخری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کے بال خضاب والے دیکھنا بیان فرمایا ہے۔

اس تعارض کے حل کیلئے حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ روایات مختلف اوقات کے لحاظ سے ہیں، یعنی آپ ﷺ کے سفید بال اوّل تو اتنے زیادہ نہیں تھے کہ ہر وقت خضاب لگانے کی ضرورت پڑتی، لیکن کبھی کبھار آپ ان پر بھی خضاب لگالیا کرتے تھے، تو جس صحابیؓ نے آپ کے بالوں کو جس

حالت میں دیکھا اُسی طرح بیان فرمادیا۔ ❶

خضاب لگانے کی شرعی حیثیت

خالص سیاہ کے بجائے براؤن یا کسی دوسرے رنگ کا خضاب بغیر کسی کراہت کے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور سرخ خضاب خالص حناء کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتم شامل کیا جائے، مسنون ہے۔

اور خالص سیاہ رنگ کا خضاب استعمال کرنے کے بارے میں حضرات فقہاء کرامؒ نے جو تفصیل ذکر فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیاہ خضاب لگانے کی درج ذیل چند صورتیں ہیں:۔

① ... اگر مجاہد اور غازی بوقتِ جہاد اس نیت سے کالا خضاب لگائے تاکہ کفار کو جوان اور طاقت ور محسوس ہو اور دشمن پر رُعب پڑے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

② ... کسی کو دھوکہ دینے کے لئے کالا خضاب لگایا جائے، مثلاً مرد عورت کو یا عورت مرد کو دھوکہ دینے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لئے سیاہ خضاب لگائے تو یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

③ ... شادی شدہ شخص زینت کی غرض سے اپنی بیوی کو خوش کرنے کی نیت سے سیاہ خضاب لگائے تو اس میں اختلاف ہے۔ جمہور ائمہ اور مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس کو مکروہ فرماتے ہیں، جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور بعض دیگر مشائخ اسے جائز قرار دیتے ہیں، لیکن احادیث میں ممانعت اور سخت وعید کے پیشِ نظر فتویٰ اسی پر ہے کہ یہ صورت مکروہ اور منع ہے۔ ❷

④ ... بیوی اگر اپنے شوہر کیلئے سیاہ خضاب لگائے تو بعض حضرات مثلاً امام اسحاق بن راہویہؒ اور حضرت قتادہؒ سے اس کی اجازت منقول ہے۔ ❸

⑤ ... جوانی میں اگر کسی بیماری کی وجہ سے سر اور داڑھی کے بال سفید ہوجائیں تو یہ عیب ہے، اسلئے عیب چھپانے کی غرض سے سیاہ خضاب استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ مرد اور عورت دونوں کا یہی حکم ہے۔ ❹

اب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں، اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنِ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو رِمْثَةَ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

---

❶ بذل المجهود للسهارنفوري، وخصائل نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ

❷ جواہر الفقہ: ۷/۱۶۶

❸ تكملة فتح الملهم

❹ فتویٰ دار العلوم کراچی: ۷۔۹/۵/۷۴

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ ابْنٍ لِيْ. فَقَالَ: ابْنُكَ هٰذَا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ اَشْهَدُ بِهٖ.
قَالَ: لَا يَجْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِيْ عَلَيْهِ. قَالَ: وَرَأَيْتُ الشَّيْبَ أَحْمَرَ.

ترجمہ

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک لڑکے کو ساتھ لیکر حاضر ہوا، حضور ﷺ نے پوچھا کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! (یہ میرا بیٹا ہے)، آپ اس کے گواہ رہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے جرم کا بدلہ تجھ پر نہیں اور تیرے جرم کا بدلہ اس پر نہیں۔ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اُس وقت) آپ ﷺ کے سفید بالوں کو سرخ دیکھا۔

تشریح

زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ باپ اگر کوئی جرم کرتا تو بدلہ میں اس کا بیٹا پکڑا جاتا تھا اور اُسے سزا دی جاتی تھی، اسی خیال کے پیش نظر حضرت ابو رمثہ ؓ نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ گواہ رہیں یہ میرا بیٹا ہے، مقصد یہ تھا کہ اگر کبھی اس طرح کی ضرورت پیش آئے تو میرے بیٹے کو پکڑا جائے، آنحضرت ﷺ نے زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کی تردید فرمائی کہ بیٹے کا جرم باپ پر نہیں، اور باپ کا جرم بیٹے پر نہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں سورۂ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ یعنی کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں۔

حدیث

۲… عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: سُئِلَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ

حضرت عثمان بن موہب ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے خضاب کیا۔

حدیث

۳… عَنِ الْجَهْذَمَةِ امْرَأَةِ بَشِيْرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ قَالَتْ: أَنَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ يَنْفُضُ رَأْسَهٗ وَقَدِ اغْتَسَلَ. وَبِرَأْسِهٖ

رَدْعٌ❶ مِنْ حِنَاءٍ، أَوْ قَالَ: رَدْعٌ. شَكَّ فِي هٰذَا الشَّيْخُ

ترجمہ

حضرت جہدمہ جو بشیر بن خصاصیہ کی بیوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اپنے گھر سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے غسل کیا تھا اس لئے اپنے سر (سے پانی) جھاڑ رہے تھے، اور آپ ﷺ کے سر پر حنا (مہندی) کا اثر تھا۔

حدیث

۴... عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا.

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي كُحْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے سرمہ کا بیان

لفظ "کحل" کو کُحل (کاف کے پیش کے ساتھ) بھی پڑھ سکتے ہیں اور کَحل (کاف کے زبر کے ساتھ) بھی پڑھ سکتے ہیں۔ "کُحل" کے معنی سرمہ کے ہیں اور "کَحل" کے معنی سرمہ لگانے کے ہیں، دونوں سنتوں کا بیان اس باب میں ہے، چنانچہ اس باب میں پانچ احادیث ہیں اور ان سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

①... سرمہ لگانا سنت ہے، آجکل یہ سنت مردوں میں تقریباً ختم ہو چکی ہے، لہٰذا اس کا اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ آپ ﷺ نے سرمہ کا اہتمام فرمایا ہے، چنانچہ آپ کی ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ رات کو تین سلائی دائیں آنکھ میں اور تین سلائی بائیں آنکھ میں لگاتے تھے، یہ آپ کا معمول تھا، بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ دائیں آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں دو سلائی لگایا کرتے تھے۔ لیکن سلائی لگانے سے پہلے سلائی کو اچھی طرح جھاڑ لینا چاہئے، کیونکہ بعض اوقات سرمہ باریک ہوتا ہے اور سلائی میں اتنا لگ جاتا ہے کہ ایک دفعہ لگانا ہی تین کے برابر ہوتا ہے۔

---

❶ رَدْعٌ (بفتح الراء وسكون الدال، وهو الصحيح عند المحدثين): نشان

②... سرمہ کی بھی مختلف قسمیں ہیں، ان میں سب سے افضل سرمہ وہ ہے جس کی احادیث میں تاکید آئی ہے، وہ "اثمد" ہے جو سرخی مائل ہوتا ہے، کالا نہیں ہوتا، اور یہ آنکھوں کیلئے بہت زیادہ مفید ہے، کیونکہ اس سے بینائی صاف ہوتی ہے اور تیز ہوتی ہے اور پلکیں بڑی ہوتی ہیں، اور بھی بہت سے فوائد ہیں، سب سے بڑا فائدہ سنت پر عمل کرنے کا ہے جس سے بڑا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ بہر حال "اثمد" سرمہ سب سے بہتر ہے، اس میں آنکھیں بھی کالی نہیں ہوتیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ تھوڑا سا کالا سرمہ ملا لیا جائے کہ تین حصے اثمد سرمہ کے ہوں اور ایک حصہ کالے سرمہ کا، یہ بھی صحیح ہے۔

③... تیسری بات یہ ہے کہ سرمہ چاہے رات میں لگائیں یا دن میں، دونوں سے سنت ادا ہو جاتی ہے، لیکن رات میں لگانا زیادہ بہتر ہے، اس سے آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے اور فاسد مادے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب صبح اٹھیں اور وضو کریں تو جو سرمہ آنکھوں سے باہر ہوا سے تولیہ وغیرہ سے صاف کرلیں، یہ ادب کی بات ہے، اور اس پر عمل کرنا اچھا ہے۔

سرمہ کے فوائد

سرمہ کے متعدد فوائد ہیں:۔

①... اس سے سنت ادا ہوتی ہے، یہ سب سے بڑا فائدہ ہے، کیونکہ سنت پر عمل کرنا حضور اقدس ﷺ سے محبت کی علامت ہے، اس لئے حتی الامکان سنتوں پر عمل ہونا چاہئے، خواہ وہ سنن عادیہ میں سے ہوں۔

②... آنکھوں کی اور بینائی کی حفاظت ہوتی ہے۔

③... بینائی قوی ہوتی ہے، اور صاف بھی ہوتی ہے، بینائی اگر تیز ہو مگر صاف نہ ہو تب بھی ٹھیک نہیں اس لئے بینائی صاف بھی ہونی چاہئے، اور سرمہ سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

④... جتنے بھی فاسد مادے ہوتے ہیں وہ آنکھوں سے نکل جاتے ہیں جس کی وجہ سے آنکھیں دکھتی نہیں اور کوئی بیماری عموماً نہیں لگتی۔

⑤... اس سے زینت حاصل ہوتی ہے، اور قرآن کریم میں زینت کو اختیار کرنے کا حکم ہے،

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (سورۃ الاعراف: ۳۱)

خلاصہ یہ ہے کہ سرمہ رات میں بھی لگا سکتے ہیں اور دن میں بھی لگا سکتے ہیں لیکن رات میں لگانا زیادہ مفید اور راحت کا سبب ہے، اور ہر قسم کا سرمہ لگانے سے سنت ادا ہوجاتی ہے چاہے اثمد ہو یا غیر اثمد، لیکن اثمد سرمہ افضل ہے، اس لئے اس کی کوشش کرنی چاہئے بشرطیکہ آنکھوں کو موافق آجائے، ورنہ کوئی

بھی سرمہ لگا سکتے ہیں۔

اس کے بعد اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں، اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱۔۔۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اكْتَحِلُوا بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ. وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ[1] يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِي هٰذِهٖ، وَثَلَاثَةً فِي هٰذِهٖ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اثمد سرمہ آنکھوں میں لگایا کرو، کیونکہ وہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات تین سلائی اس آنکھ میں اور تین سلائی اُس آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔

حدیث

۲۔۔۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالْإِثْمِدِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ، وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ فِي حَدِيثِهٖ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ہر آنکھ میں اثمد سرمہ کی تین تین سلائیاں لگاتے تھے۔

اس حدیث کے ایک راوی حضرت یزیدؒ بن ہارون ہیں وہ اپنی حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے سونے کے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ ڈالا کرتے تھے۔

---

[1] مُكْحُلَةٌ: (بضم الميم وسكون الكاف وضم الحاء، وهذا خلافُ القياس): سرمہ دانی

حدیث

۳... عَنْ جَابِرٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

ترجمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوتے وقت اثمد سرمہ (لگانا) اپنے اوپر لازم کرلو (یعنی ضرور لگایا کرو)، کیونکہ وہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔

حدیث

۴... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ، يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے سب سرموں میں ''اثمد'' بہترین سرمہ ہے، آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔

حدیث

۵... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اثمد سرمہ اپنے اوپر لازم کرلو (یعنی ضرور لگایا کرو)، کیونکہ وہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ لِبَاسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے لباس کا بیان

اس باب میں حضور اقدس ﷺ کے لباس مبارک کا ذکر ہے، اور اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو احادیث ذکر فرمائی ہیں اُن سے چھ باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

①... پہلی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کا لباس بہت معمولی اور سادہ ہوتا تھا، البتہ جمعہ اور عیدین میں اور وفود کی آمد کے موقع پر عمدہ اور قیمتی لباس بھی استعمال فرمایا ہے جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ستائیس اونٹنیوں کے بدلہ ایک لباس خریدا۔[1] اس زمانے میں اونٹ سب سے زیادہ قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔ بہرحال جو لباس سادہ اور کم قیمت ہوتا اُس کا استعمال اَز راہ تواضع تھا، اور جو لباس عمدہ تھا وہ تحدیث نعمت کے طور پر ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اعلیٰ لباس عطا فرمائیں تو تحدیث نعمت کے طور پر یا ادائے سنت کی نیت ہونی چاہیے، پھر شکرانے کے طور پر پہننا چاہیے۔

②... دوسری بات ان احادیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب انسان لباس پہنے تو وہ دکھاوے، تکبر اور نام ونمود کیلئے نہ ہو، یعنی اس نیت سے لباس نہ پہنے کہ لوگ مجھے بڑا اور مالدار سمجھیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی نعمت کے شکرانے کے طور پر یا اپنا دل خوش کرنے کیلئے پہنا جائے۔

③... تیسری بات یہ کہ مرد کا لباس زعفرانی اور **مُعَصْفَر** نہ ہو۔ **مُعَصْفَر** وہ کپڑا ہوتا ہے جس کو عصفر بوٹی سے رنگا جائے جس کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔ یہ دونوں کپڑے حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں عورتوں کے ساتھ خاص تھے، اس لئے حضور اقدس ﷺ نے مردوں کو اس لباس سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر کپڑا پرانا ہو جائے اور زعفران کا رنگ اتر چکا ہو تو ایسا کپڑا پہن سکتے ہیں، چنانچہ اس باب کی حدیث نمبر (۱۴) میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ نے خود بھی زعفرانی کپڑا پہنا، لیکن وہ پرانا ہو چکا تھا اور زعفرانی رنگ اس سے اُتر چکا تھا۔

④... مردوں کیلئے سفید رنگ کا لباس بہتر اور پسندیدہ ہے، جیسا کہ اس باب کی متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔

⑤... آپ ﷺ کو کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا، کیونکہ اس میں زینت اور ستر پوشی زیادہ ہے، نیز یہ سردی وگرمی میں جسم کی حفاظت اور بچاؤ کا سبب بھی ہے۔ اسی طرح جبہ پہننا بھی ثابت ہے، گرمی کے موسم میں آپ نے کرتا استعمال فرمایا جس کی آستینیں گٹوں تک ہوتی تھی اور سردیوں میں جبہ استعمال فرمایا جس سے تھوڑی تھوڑی انگلیاں آستینوں سے باہر نکلتی تھیں، اور عام طور پر آپ کے کرتہ یا جبہ کی آستینیں کشادہ ہوتی تھیں، لیکن تنگ آستینوں والا جبہ بھی استعمال فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے چادر استعمال کرنا بھی ثابت ہے، چادر بھی حضور ﷺ کے لباس کا حصہ تھی، ایک لنگی کے طور پر باندھتے تھے اور ایک اوپر سے اوڑھ لیا کرتے تھے۔

---

[1] معارف ترمذی: (۸۹/۵، بحوالہ مسند ابن الجعد: ۳۵۵/۱، رقم الحدیث: ۳۱۰۸)

ان تمام روایات سے لباس میں مجموعی طور پر یہ سنت معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کو جو لباس ملے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اُسے پہن لیا کرے، حضور ﷺ کی اصل عادت مبارکہ یہی تھی کہ جو مل گیا پہن لیا، ہر حال میں پہننے کیلئے کسی خاص لباس کا اہتمام کرنا روحِ سنت کے خلاف ہے۔ روحِ سنت یہ ہے کہ جو ملے پہن لے چاہے کرتہ ہو، چادر ہو یا جبہ ہو، تنگ آستین والا ہو یا کھلی آستین والا، سب ٹھیک ہے۔

⑥.. آپ ﷺ سے رومی جبہ پہننا بھی ثابت ہے، جیسا کہ اس باب کی آخری حدیث میں ہے، اور رومی سلطنت آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک غیر مسلم سلطنت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں، جب تک کہ کسی معتبر دلیل سے ان کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہو، لہٰذا اُن کی بنائی ہوئی چیزوں کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ ان کے ساتھ مخصوص نہ ہوں۔

اسلامی لباس اور اس کے اصول

آخر میں باب اللباس سے تعلق ہونے کی بناء پر یہ ذکر کرنا بھی مُفید ہے کہ اسلامی لباس کسے کہتے ہیں؟ اس کیلئے پہلے یہ سمجھ لیں کہ شریعت میں لباس ذرائع میں سے ہے، مقاصد میں سے نہیں، لہٰذا ذرائع میں سے ہونے کی وجہ سے شریعت میں لباس کیلئے کوئی خاص شکل وصورت اور خاص ہیئت ضروری نہ ہوگی، اور نہ کسی خاص وضع کا لباس تمام مسلمانوں کیلئے طے کیا گیا ہے کہ جس کی پابندی تمام اُمتِ اسلامیہ کے ذمہ لازم یا مسنون ہو، بلکہ حالات اور موسم کے اختلاف اور لوگوں کی عادات کے فرق کا اسلامی لباس میں لحاظ کیا گیا ہے۔ البتہ شریعت نے لباس کے کچھ اُصول اور حدود مقرر کی ہیں کہ اُن سے تجاوز نہ ہونا چاہئے، لہٰذا جو لباس اُن شرعی اُصولوں کے مطابق ہوگا وہ شرعی اور اسلامی لباس کہلائے گا، اور جو لباس ان اصولوں کے خلاف ہوگا وہ غیر شرعی اور غیر اسلامی لباس کہلائے گا۔ وہ اُصول مختصراً یہ ہیں:-

پہلا اصول

مسلمان مرد وعورت کا لباس ستر چھپانے والا ہونا چاہئے، یعنی اس کے ذریعہ مرد وعورت کا ستر چھپنا چاہئے، مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک ہے، اور عورت کا چہرہ، دونوں ہاتھ اور پیر چھوڑ کر باقی سارا جسم ستر ہے۔ لہٰذا لباس اتنا باریک یا چھوٹا یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔ چنانچہ آج کل جو پینٹ پتلون اور چست پاجامے چل رہے ہیں یہ اسلامی لباس نہیں، کیونکہ اتنا چست لباس پہننا کہ جس میں کولہوں کی بناوٹ، رانوں کی اور پنڈلیوں کی بناوٹ واضح ہو ناجائز ہے۔

دوسرا اصول

لباس موجبِ زینت ہو، کیونکہ زینت بھی اعتدال کے ساتھ مطلوب ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جب وہ کسی کو کوئی نعمت دیں تو اُس نعمت کا اثر اس کے جسم پر نظر آئے، اور جسم پر نعمت کا اثر لباس کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا مال دار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں، اور کوئی غریب آدمی اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کرے کہ لوگ اس کو امیر سمجھیں، بلکہ ہر شخص کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق لباس پہننا چاہئے۔

تیسرا اصول

لباس میں فخر وغرور، تکبر، ریاکاری اور نام ونمود نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

چوتھا اصول

مسلمان کے لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور مشابہت نہ ہو۔ اسی طرح مردوں کے لباس میں عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کے لباس میں مردوں کی مشابہت نہ ہو۔ البتہ لباس میں اگر نیک لوگوں کی مشابہت ہو تو یہ مطلوب ہے یعنی حضور ﷺ کے لباس کی مشابہت ہو یا نیک لوگوں کے لباس کی مشابہت اختیار کی جائے۔

پانچواں اصول

مرد کا لباس اصلی ریشم کا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ مردوں کیلئے اصلی ریشم حرام ہے، البتہ مصنوعی ریشم کا استعمال جائز ہے۔ اسی طرح اگر صرف تانا اصلی ریشم کا ہو اور بانا سوت یا اُون کا ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

چھٹا اصول

مرد کا لباس ٹخنے سے نیچے نہ ہو، لہٰذا مرد حضرات اپنی شلوار، تہبند اور پائجامہ وغیرہ اتنا نیچا نہ رکھیں کہ ٹخنے یا ٹخنوں کا کچھ حصہ اس میں چھپ جائے، اور خواتین کا لباس اتنا نیچے ہو کہ ان کے ٹخنے چھپ جائیں۔ [1]

اس کے بعد اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں، اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، لیکن پہلی دو احادیث کے الفاظ بعینہٖ ایک جیسے ہیں، صرف سند کا فرق ہے، اس لحاظ سے گویا کُل پندرہ احادیث بیان فرمائی ہیں جن کا ترجمہ کیا جارہا ہے:۔

---

[1] تكملة فتح الملهم: (۴/۷۶، ۷۷)

حضور اقدس ﷺ کا پسندیدہ لباس "کُرتہ"

حدیث

۱... عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصُ.

ترجمہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سب کپڑوں میں کُرتہ زیادہ پسند تھا۔

حدیث

۲... عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْصُ.

ترجمہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پہننے کیلئے سب کپڑوں میں کُرتا زیادہ پسند تھا۔

تشریح

کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زینت بھی زیادہ ہے اور ستر پوشی بھی زیادہ ہے، جبکہ اس کے علاوہ دوسرے کپڑوں میں یا تو زینت کی کمی ہے جیسے لنگی، یا ستر عورت زیادہ بہتر انداز میں نہیں ہوتا جیسے چادر، کہ اس کے گرنے کا خطرہ رہتا ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ عربی کے لفظِ قمیص کا ترجمہ "کُرتہ" ہے، جبکہ اردو میں قمیص کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس میں کالر نہ ہوں، یہ جائز ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس میں کالر بھی ہوں جیسا کہ کوٹ میں ہوتا ہے، ایسے کالر کی وجہ سے لباس خلافِ اولیٰ ہے، البتہ شیروانی والی صرف کنٹھی دار کرتا پہننا بلا شبہ جائز ہے۔

کُرتے کی آستین کا گٹوں تک ہونا

حدیث

۳... عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ: كَانَ كُمُّ❶ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِلَى الرُّسْغِ.

---

❶ كُمّ (بضم الكاف وتشديد الميم): آستین ۔ رُسْغ (بضم الراء وسكون السين): کلائی، گٹا

ترجمہ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کرتے کی آستین کلائی تک ہوتی تھیں۔

تشریح

یہ روایت ظاہراً اُس روایت کے خلاف ہے جس میں آستین کلائی سے نیچے ہونے کا ذکر آیا ہے، حضرات علماء کرامؒ نے اس اختلاف کو دور کرنے کیلئے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں:-

①... یہ مختلف اوقات پر محمول ہے کہ آپ کی آستین کبھی کلائی تک ہوتی تھی اور کبھی اس سے نیچے تک۔

②... بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ روایات تخمینہ اور اندازہ پر محمول ہیں، یعنی آستین کلائی تک یا اس کے قریب قریب ہوتی تھی۔

③... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ کلائی تک کی روایت افضلیت پر محمول ہے اور کلائی سے نیچے تک کی روایت بیانِ جواز پر۔ یعنی کرتے کی آستین میں بہتر یہی ہے کہ کلائی تک ہو، اس سے زیادہ نہ ہو۔ اگر کسی وجہ سے اس سے نیچے ہو تب بھی جائز ہے۔[1]

قمیص کا گریبان کھلا رکھنا

حدیث

۲... عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ لِنُبَايِعَهُ، وَإِنَّ قَمِيْصَهُ لَمُطْلَقٌ. أَوْ قَالَ: زِرُّ قَمِيْصِهِ مُطْلَقٌ. قَالَ: فَأَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهِ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ۔

ترجمہ

حضرت قُرَّہ بن اِیَاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں قبیلۂ مُزَیْنَہ کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا، تاکہ ہم سب نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، اُس وقت آپ ﷺ کا کرتہ (یعنی گریبان) کھلا ہوا تھا، یا یوں فرمایا کہ آپ ﷺ کے کرتے کا بٹن کھلا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے کرتے کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور (تبرک کی غرض سے) مہر نبوت کو چھویا۔

فائدہ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اگر کسی وجہ سے اپنے کرتے کے بٹن کھلے رکھے جیسے گرمی کی

[1] خصائل نبوی از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ۔

وجہ سے تو یہ جائز ہے، منع نہیں ہے۔ البتہ جس معاشرہ میں لوگوں کے سامنے بٹن کھلے رکھنا عرفاً اچھا نہ سمجھا جاتا ہو وہاں گریبان بند رکھنا بہتر ہے۔

حدیث

۵... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ يَتَّكِئُ (1) عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ (2) قَدْ تَوَشَّحَ (3) بِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (غالباً مرض وفات میں (4)) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر سہارا لگائے ہوئے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت حضور اقدس ﷺ پر ایک یمنی پھولدار چادر تھی جس میں آپ لپٹے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔

علمِ حدیث حاصل کرنے کے شوق کا ایک واقعہ

وَقَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ: سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ، فَقُمْتُ لِأُخْرِجَ كِتَابِي فَقَبَضَ عَلَى ثَوْبِي ثُمَّ قَالَ: أَمْلِهِ (5) عَلَيَّ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَلْقَاكَ، قَالَ: فَأَمْلَيْتُهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ.

ترجمہ

(حضرت امام ترمذیؒ کے استاذ) علامہ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ فرماتے ہیں کہ محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ حضرت يَحْيَى بْنُ مَعِينٍؒ نے میرے پاس بیٹھتے ہی سب سے پہلے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت فرمایا، چنانچہ میں نے (حدیث بیان کرنے کیلئے) کہا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ (ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ) اس پر حضرت يَحْيَى بْنُ مَعِينٍؒ نے

---

(1) يَتَّكِئُ (مشتق من الإتِّكَاء): سہارا لینا

(2) قِطْرِيٌّ (بكسر القاف وسكون الطاء وكسر الراء): یمنی چادر کو کہتے ہیں جو روئی سے بنائی جاتی ہے اور منقش اور دھاری دار ہوتی ہے

(3) تَوَشَّحَ (تفعّل): لپیٹنا، اوڑھنا

(4) كما هو مصرح في سنن الدارقطني، كتاب الصلاة (خصائلِ نبوی)

(5) أَمْلِ (مشتق من الاملاء، صيغة الامر): املاء کرانا

کہا: اگر آپ یہ حدیث اپنی کتاب سے بیان کرتے تو زیادہ اطمینان ہوتا۔ حضرت محمد بن فضلؒ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے اُٹھ کر کتاب لینے کیلئے اندر جانے لگا تو حضرت یحییٰ بن مَعِینؒ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ پہلے مجھے یہ حدیث (اپنے حفظ کی بنیاد پر ہی) املاء کرادیں، کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ (شاید) میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں، (کیونکہ موت کا کوئی بھروسہ نہیں)۔ حضرت محمد بن فضلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ حدیث اپنی یادداشت سے املاء کروادی، پھر کتاب لاکر دوبارہ دیکھ کر سنائی۔

فائدہ

حضرت یحییٰ بن مَعِینؒ کو حدیث شریف حاصل کرنے کا کس قدر شوق تھا! اور دوسری طرف اپنی زندگی کا کچھ بھروسہ بھی نہ تھا، اس لئے اپنے استاذ محترم حضرت محمد بن فضلؒ کے کتاب لاکر اس میں سے حدیث سنانے کی بجائے، زبانی حدیث سنانے کی درخواست کی، معلوم ہوا کہ جو نیکی جب ہوسکے کرلینی چاہئے۔ تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

کپڑا پہننے کی مسنون دعا

حدیث

٦... عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ[1] ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً. ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ. أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ.

ترجمہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو (اظہار مسرت کے طور پر) اس کا نام لیتے کہ (اللہ تعالیٰ نے) یہ عمامہ (عطا فرمایا) ہے یا کرتہ (عطا فرمایا) ہے یا چادر (عطا فرمائی) ہے، پھر یہ دُعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ. أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ. وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ. (یعنی اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کیلئے ہیں، آپ نے مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے، میں آپ سے اس کپڑے کی بھلائی مانگتا ہوں اور جس مقصد کیلئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اُس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور اس کپڑے کے شر سے اور ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کیلئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے)۔

---

[1] اسْتَجَدَّ: مشتق من الإِسْتِجْدَادِ (استفعال): نیا کپڑا پہننا

تشریح

کپڑا عموماً زینت، گرمی اور سردی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے بنایا جاتا ہے، دُعا کا مطلب یہ ہے کہ جس غرض کیلئے بھی پہنا جائے اُس میں بھلائی ہو، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے موافق استعمال ہو، اور عبادات میں مُعین و مددگار ہو۔ اور کپڑے کی برائی یہ ہے کہ وہ کپڑا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال ہو، اور پہننے والے میں غرور اور تکبر پیدا کرے۔ حدیث شریف میں کپڑا پہننے کی جو دُعا سکھائی گئی ہے وہ بہت اہم ہے۔ لباس، ٹوپی، عمامہ وغیرہ پہنتے وقت اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مُنَقَّش چادر کا پسندیدہ ہونا

حدیث

۷... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ ❶

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پہننے کے کپڑوں میں "یمنی منقش چادر" سب سے زیادہ پسند تھی۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو یمنی چادر سب سے زیادہ پسند تھی، جبکہ اس باب کی پہلی اور دوسری حدیث میں کُرتے کے زیادہ پسندیدہ ہونے کا ذکر ہے، اس کے بارے میں حضراتِ علماء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، قمیص اور چادر دونوں اپنی اپنی جگہ پسندیدہ تھے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ پہننے کے لحاظ سے کُرتا زیادہ پسندیدہ تھا، جبکہ اوڑھنے کے لحاظ سے چادر۔ نیز اسے مختلف اوقات پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ موقع کے لحاظ سے کبھی کُرتا پسند تھا اور کبھی چادر۔ ❷

آنحضرت ﷺ کا سُرخ لباس پہننا

حدیث

۸... عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

❶ حِبَرَةٌ (بکسرِ الحاء و فتحِ الباء والراء): روئی کی بنی ہوئی یمنی چادر

❷ خصائل نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ، ص: ۶۰۔ معارف ترمذی: ۸۶/۵

وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَرِيقِ سَاقَيْهِ. قَالَ سُفْيَانُ: أُرَاهَا حِبَرَةً.

ترجمہ

حضرت ابو جُحَيْفَه رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے جسمِ اطہر پر سرخ جوڑا تھا، حضور اقدس ﷺ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میں دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث کے راوی حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا یمنی منقش کپڑا تھا۔ (یعنی بالکل سرخ نہیں تھا۔)

حدیث

۹... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ.

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا، اس وقت آپ ﷺ کی زلفیں کندھوں کے قریب تک پہنچی ہوئی تھیں۔

تشریح

مرد کیلئے سرخ رنگ کا جوڑا پہننا کیسا ہے؟ اس میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات سے جائز ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، دونوں قسم کی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات فقہاءِ حنفیہؒ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ خالص گہرے سرخ رنگ کا جوڑا پہننا مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اَولیٰ ہے، چنانچہ قطبُ الارشاد حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں یہ بات ملتی ہے کہ فتویٰ کی رُو سے اگرچہ اس کا استعمال جائز ہے، لیکن تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ استعمال نہ کیا جائے۔ [1] البتہ ہلکے سرخ رنگ کا جوڑا یا ایسا جوڑا جس میں سرخ دھاریاں یا لکیریں ہوں وہ بلا کراہت جائز ہے، چنانچہ مذکورہ بالا روایات میں ایسے ہی سرخ رنگ کا جوڑا مراد ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل تفصیل "اعلاء السنن" میں ہے۔ [2]

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۵۸۳

[2] اعلاء السنن: ۱۷/ ۳۵۳ تا ۳۵۸

حدیث

۱۰۔ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ رضي الله عنه قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ.

ترجمہ

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

نبی کریم ﷺ کا زعفرانی چادر استعمال فرمانا

حدیث

۱۱۔ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ [1] مُلَيَّتَيْنِ [2] كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتْهُ. وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ

ترجمہ

حضرت قَيْلَة بِنْتِ مَخْرَمَه فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر دو پرانی چادریں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں، مگر زعفران کا رنگ اُڑ گیا تھا۔

تشریح

نبی کریم ﷺ کا پرانی چادریں پہننا "تواضع" کی وجہ سے تھا، ویسے بھی آپ ﷺ کا لباس عموماً سادہ اور معمولی ہوتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ تواضع کی وجہ سے سادہ لباس استعمال کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تواضع ہی اصل مقصود ہو، محض اپنی غربت اور فقیری دکھانا مقصود نہ ہو، کیونکہ یہ بھی زبانِ حال سے سوال کرنے کے زمرے میں آتا ہے جو ممنوع ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اپنی استطاعت کے موافق عمدہ لباس پہننا تحدیثِ نعمت اور شکر کے طور پر جائز ہے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، لیکن تکبر کی نیت سے پہننا جائز نہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا اُس وقت ممنوع ہے جب اس میں زعفران کا اثر باقی ہو۔ لیکن اگر رنگ اُڑ گیا ہو اور اس کا اثر باقی نہ رہا ہو، یا رنگ بالکل مدھم اور پھیکا پڑ گیا ہو تو ایسا لباس پہننا جائز ہے۔

---

[1] أَسْمَالُ: سَمَل کی جمع ہے، سَمَل کے معنیٰ: پرانا کپڑا۔

[2] مُلَيَّتَيْنِ: مُلَيَّة (بضم الميم وفتح اللام وتشديد الياء مع الفتح) کا تثنیہ، معنیٰ: چادر، ازار۔

وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ

اس حدیث میں ایک طویل واقعہ کا ذکر ہے، لیکن چونکہ اس قصہ کا حضور ﷺ کے لباس سے براہ راست تعلق نہیں ہے، اسلئے حضرت امام ترمذیؒ نے اختصار کے پیش نظر اسے ذکر نہیں فرمایا، وہ قصہ مختصراً یہ ہے کہ ایک صحابیہ حضرت قَيْلَه بنتِ مَخْرَمَه رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئیں، فجر کی نماز کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، مگر یہ حضور ﷺ کو نہیں پہچانتی تھیں، اسی دوران ایک شخص آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، تب حضرت قَيْلَه کو معلوم ہوا کہ یہ حضور ﷺ ہیں، اُس وقت نبی کریم ﷺ کے جسمِ مبارک پر دو بوسیدہ پرانے کپڑے تھے، اور آپ ﷺ انتہائی عاجزانہ انداز میں تشریف فرما تھے، یہ دیکھ کر حضرت قَيْلَه رضی اللہ عنہا پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی کہ سید الاولین والآخرین اس حال میں تشریف فرما ہیں، اس پر ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کو بتایا کہ یہ مسکینہ آپ کو دیکھ کر ڈر گئی ہے اور اس پر لرزہ طاری ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "يَا مِسْكِيْنَةُ ! عَلَيْكِ السَّكِيْنَةُ"۔ (اے مسکینہ! ٹھیک ہو جاؤ اور سکون میں آجاؤ)، آپ کے اس ارشاد کی برکت سے اُن کی کپکپاہٹ دور ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ خوف کی کیفیت اس سلام کرنے والے صحابیؓ پر طاری ہوئی تھی پھر آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: عَلَيْكَ السَّكِيْنَةُ! تب ان سے وہ خوف ختم ہوا۔ [1]

اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوا کہ آدمی کو اپنی شان نہیں بنانی چاہئے، بلکہ عام آدمی کی طرح رہنا چاہئے۔ جب حضور اقدس ﷺ نے شان والا ہونے کے باوجود اپنی شان نہیں بنائی تو پھر ہمیں اپنی شان بنانے کا کیا حق ہے!! اس کو یاد رکھنا چاہئے۔

سفید لباس پہننے کی ترغیب

حدیث

۱۲... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبِسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سفید کپڑے استعمال کیا کرو، تمہارے زندے سفید لباس پہنا کریں، اور تم لوگ اپنے مُردوں کو

---

[1] معارف ترمذی: ۵/۹۰

سفید کپڑوں میں کفنایا کرو، کیونکہ یہ سفید کپڑے تمہارے کپڑوں میں سب سے بہتر ہیں۔

حدیث

۱۳... عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِلْبَسُوا الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ.

ترجمہ

حضرت سَمُرَہ بن جُنْدُب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ صاف وستھرے ہوتے ہیں، اور سفید کپڑوں میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔

تشریح

زیادہ پاک وصاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سفید کپڑے پر اگر ذرا سا دھبہ لگ جائے تو فوراً نظر آجاتا ہے، چنانچہ اسے دھو کر صاف کرلیا جاتا ہے، اس کے علاوہ دوسرے رنگ کے کپڑوں میں داغ دھبے واضح نظر نہیں آتے، بلکہ نسبۃً کم محسوس ہوتے ہیں۔

ان روایات میں اگرچہ آپ ﷺ کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں ہے لیکن جب پہننے کی ترغیب فرمائی ہے تو اس سے خود بخود پہننا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کے سفید لباس پہننے کی صراحت ہے۔ [1]

حدیث

۱۴... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ [2] مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ صبح کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی ایک چادر تھی۔

حدیث

۱۵... عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ.

---

[1] خصائل نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ، ص: ۹۳

[2] مِرْطٌ (بکسرِ المیم وسکون الراء): اون یا ریشم کے بالوں سے بنی ہوئی کشادہ اور لمبی چادر

ترجمہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (غزوۂ تبوک کے سفر میں) ایک رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

فائدہ:- حضرات علماء کرامؒ نے اس حدیث سے اور اس جیسی احادیث سے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ کافروں کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں، جب تک کسی اور ذریعہ سے ان کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو، اور ان کو استعمال کرنا جائز ہے جیسے حضور ﷺ نے ان کے بنے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔ (خصائل نبوی ص ۴۲)

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے گزر بسر کا بیان

یہ باب شمائل ترمذی میں دو جگہ ہے، ایک یہاں جس میں دو (۲) احادیث ہیں، اور ایک آگے (باب ۵۲، ص ۲۸۳) آرہا ہے جس میں نو (۹) احادیث مذکور ہیں۔ اس باب کو دو مرتبہ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ یہاں حضور ﷺ کے نفسِ فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا ذکر فرمایا ہے اور دوسرے باب میں اُن چیزوں کا بیان فرمایا ہے جو تنگ دستی کے زمانے میں آپ ﷺ نے کھانے پینے میں استعمال فرمائی تھیں۔ بہر حال اس باب کی احادیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:-

① ... ہم جس شعبہ سے وابستہ ہیں یعنی تعلیم و تعلم کا شعبہ، اُس کی اصل ''صُفّہ'' کا مدرسہ ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اصحابِ صُفّہ میں سے تھے اُن کی تنگدستی کا حال اس باب کی پہلی حدیث میں بیان ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا کمانے کا شعبہ نہیں ہے، اس لائن میں فقر اور تنگدستی شروع سے زیادہ ہے، مالداری کم ہے، اس لئے اس شعبہ سے وابستہ رہنے والے حضرات کو عیش و عشرت کے بجائے تنگدستی والی زندگی پر راضی رہنا چاہئے۔ البتہ جب انسان مشکلات پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اخلاص کے ساتھ دینی خدمت سے وابستہ رہتا ہے تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اُسے خوشحالی عطا فرما دیتے ہیں۔

② ... اللہ تعالیٰ اگر کسی کو دنیا میں تنگدستی کے بعد خوشحالی عطا فرمائیں تو اُسے دنیا میں مست ہو کر اپنے فقر و تنگدستی کا زمانہ بھولنا نہیں چاہئے، بلکہ اپنا ماضی یاد کر کے موجودہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کرنا چاہئے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دنیاوی نعمتیں ملنے کے بعد اپنا گزرا ہوا وقت

اور اُس وقت کی کیفیت کو یاد فرمایا۔

③... تیسری بات جو اس باب کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے کی عادت نہیں بنانی چاہئے، اس سے غفلت اور اعمال میں سستی ہوتی ہے، اور صحت کیلئے بھی اچھا نہیں ہے۔ ہاں کبھی کبھار مہمانوں کے ساتھ یا میزبان کی دلجوئی کیلئے نسبۃً پیٹ بھر کر کھایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ❶ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِي أَحَدِهِمَا فَقَالَ: بَخٍ بَخٍ❷ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ❸ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي يَرَى أَنَّ بِي جُنُونًا وَمَا بِي جُنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ

ترجمہ

حضرت علامہ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ان کے جسم پر کتان کے دو کپڑے تھے جو گیرو کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، ان میں سے ایک کپڑے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ناک صاف کی، پھر تعجب سے فرمانے لگے: واہ واہ آج ابوہریرہ کتان کے کپڑے سے (جو عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا ہے اُس سے) ناک صاف کر رہا ہے، اور ایک زمانہ وہ تھا کہ جب میں منبر نبوی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان (بھوک کی شدت کی وجہ سے) بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا، اور آنے والا آکر مجھے مجنون سمجھ کر میری گردن پر پاؤں رکھتا تھا، حالانکہ حقیقت میں مجھے کوئی جنون نہیں ہوتا تھا، بلکہ بھوک کی وجہ سے میری یہ کیفیت ہوتی تھی۔

فائدہ:- حضرت ابوہریرہؓ کی گردن کو پاؤں سے دبانا اس وجہ سے تھا کہ اس زمانہ میں مجنون کی گردن علاج کے طور پر دبائی جاتی تھی، تاکہ افاقہ ہوجائے اور طبیعت ٹھیک ہوجائے۔ (خصائل نبوی ص ۴۳)

---

❶ مُمَشَّقَانِ: مُمَشَّقٌ (بضم الميم الاول وفتح الميم الثاني وتشديد الشين المفتوحة) کا تثنیہ: گیرو سے رنگا ہوا کپڑا۔

❷ بَخٍ بَخٍ: یہ خوشی اور تعجب کے موقع پر استعمال ہونے والے کلمات ہیں، ان کا ترجمہ "واہ واہ" سے کیا جاسکتا ہے۔

❸ أَخِرُّ (بفتح الهمزة وكسر الخاء): صیغۂ واحد متکلم: گرنا

حدیث

۲... عَنْ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ: مَا شَبِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ إِلَّا عَلَى ضَفَفٍ. قَالَ مَالِكٌ: سَأَلْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ: مَا الضَّفَفُ؟ قَالَ: أَنْ يَتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ.

ترجمہ

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیر ہوئے، مگر حالت ضَفَف میں۔ حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں میں نے ایک دیہاتی سے ''ضَفَف'' کے معنی پوچھے تو اُس نے ''لوگوں کے ساتھ کھانا'' کے معنی بتائے۔ (یعنی جب آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ اجتماعی شکل میں کھاتے تو ذرا سیر ہوکر کھاتے تاکہ شرکاء کھانے سے نہ رہ جائیں)۔

تشریح

''ضَفَف'' کے کئی معنی آتے ہیں:۔

① ... لوگوں کے ساتھ کھانا۔
② ... گھر والوں کے ساتھ کھانا۔
③ ... مہمانوں کے ساتھ کھانا۔
④ ... دعوت میں مثلاً ولیمہ یا عقیقہ میں کھانا۔

یہ سب معنی یہاں مراد ہوسکتے ہیں، اور مقصود یہ بتانا ہے کہ عام معمول پیٹ بھرنے کا نہیں تھا، بلکہ کبھی کبھار گھر والوں کی خوشی کیلئے یا مہمان کا ساتھ دینے کیلئے یا میزبان کی دلجوئی کیلئے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا کرتے تھے، مگر پیٹ بھرنے کا یہ معنی نہیں جیسا کہ ہمارے یہاں ہے، بلکہ اس سے حضور ﷺ کے کھانے کا طریقہ مراد ہے، وہ یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ کھانے کیلئے رکھیں، ایک حصہ پینے کیلئے رکھیں، اور ایک حصہ سانس لینے کیلئے باقی رکھیں۔ [1]

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُفِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے موزوں کا بیان

اس باب میں حضور اقدس ﷺ کے موزوں کا بیان ہے، حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دو احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے پانچ فوائد حاصل ہوتے ہیں:۔

[1] (سنن الترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل)

①... چمڑے کے موزے پر مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے، اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

②... کالے رنگ کے موزے استعمال کرنا درست ہے، کیونکہ نجاشی بادشاہ نے آپ ﷺ کو کالے رنگ کے موزے ہدیہ کئے تھے جنھیں آپ ﷺ نے استعمال فرمایا۔

③... غیر مسلم کا تحفہ قبول کرنا درست ہے، بشرطیکہ اس سے دینی یا دنیاوی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ اس وضاحت سے دو حدیثوں کا تعارض ختم ہو گیا، ایک یہ مذکورہ حدیث ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلم کا تحفہ قبول فرمایا، اور ایک وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنے سے منع فرمایا، اَب دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت یہ ہے کہ اگر غیر مسلم کے تحفہ میں احسان جتانا یا اسلام کا کوئی نقصان نہ پایا جائے تو ہدیہ قبول کرنا اور استعمال کرنا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔

④... مُردار جانور کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، جیسے حضرات فقہاءِ حنفیہ کا مسلک ہے، آپ ﷺ نے بھی یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ غیر مسلم نے چمڑے کا جو موزہ دیا ہے وہ کس جانور کی کھال سے بنائے گئے ہیں، اور وہ جانور ذبح کیا گیا تھا یا مردار تھا۔

⑤... موزے پہننے کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہنتے وقت پہلے دایاں موزہ پہنیں اور اُتارتے وقت پہلے بایاں موزہ اتاریں۔ نیز ایک ادب یہ بھی ہے کہ موزے جھاڑ کر پہنے جائیں، تاکہ اگر اندر کوئی نقصان دہ چیز ہو تو وہ نکل جائے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے والے تھے کہ ایک کوے نے اس کو اُچک لیا اور اوپر لے جا کر پھینک دیا تو اس میں سے سانپ نکل کر بھاگا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے، اس لئے پھر آپ ﷺ نے فرمادیا کہ جو بھی موزہ پہنے پہلے اس کو جھاڑ لے (جیسا کہ بستر کو جھاڑا جاتا ہے)۔[1]

اَب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں!

حدیث

۱... عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ[2] فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

ترجمہ

حضرت بُرَیْدَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجاشی بادشاہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: (۱۴۷/۸)

[2] سَاذَجَيْنِ: سَاذَج کا تثنیہ: سادے، ایسے موزے جن پر کوئی نقش اور بال نہ ہوں۔

میں سیاہ رنگ کے دو سادہ موزے ہدیہ کے طور پر بھیجے تھے، آپ ﷺ نے انہیں پہنا، پھر وضو کیا اور ان موزوں پر مسح فرمایا۔

حدیث

۲... عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: أَهْدَى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا. وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتَّى تَخَرَّقَا. لَا يَدْرِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَكِيٌّ[1] هُمَا أَمْ لَا.

ترجمہ

حضرت مُغِیْرَہ بن شُعْبَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت دِحْیَہ کلبی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو دو موزے ہدیہ میں دیئے، آپ نے انہیں پہنا۔ ایک دوسری روایت میں "جبہ" ہدیہ دینے کا بھی ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں موزے اتنے پہنے کہ وہ پھٹ گئے، اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ ذبح شدہ جانور کی کھال کے تھے یا نہیں؟

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَعْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے جوتے کا بیان

اس باب میں نبی کریم ﷺ کے جوتوں کا بیان ہے، عہد رسالت میں ہر جوتے میں دو تسموں کا رواج تھا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے نعلین میں سے ہر جوتے میں دو دو تسمے تھے، اور ہر تسمہ دوہرا اور ڈبل تھا تا کہ وہ ٹوٹنے نہ پائے، ایک تسمہ پاؤں کے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی کے درمیان نیچے جوتے میں جڑا ہوتا، اور دوسرا تسمہ پاؤں کی درمیان والی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان نیچے جوتے میں جڑا ہوتا تھا، اس طرح پاؤں جوتے کی صحیح گرفت میں آجاتا ہے اور گرنے یا پھسلنے سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ نیز قدیم زمانہ میں کھال سے دو طرح کے جوتے بنائے جاتے تھے، بعض ایسے چمڑے کے ہوتے جن پر بال ہوتے تھے، اور بعض جوتے بغیر بالوں کے ہوتے، عام لوگوں میں دونوں طرح کے جوتے استعمال ہوتے تھے، لیکن نبی کریم ﷺ کے جوتے ایسے

---

[1] ذَكِيٌّ: علی وزن فَعِيْلٌ: مذبوحہ جانور۔

چمڑے کے ہوتے تھے جس پر کوئی بال نہیں ہوتے تھے۔

اب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں، اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے گیارہ احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱۔۔۔عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَهُمَا قِبَالَانِ ❶.

ترجمہ

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کیسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کے ہر جوتے میں دو دو تسمے تھے۔

حدیث

۲۔۔۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قِبَالَانِ مَثْنِيٌّ شِرَاكُهُمَا.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتوں کے تسمے دوہرے تھے۔

حدیث

۳۔۔۔حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ ❷ لَهُمَا قِبَالَانِ. قَالَ: فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھائے جن پر بال نہیں تھے، ان میں سے ہر ایک کے دو تسمے تھے۔ حضرت عیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھ سے اس کے بعد حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے جوتے تھے۔

---

❶ قِبَالَانِ قِبَال کا تثنیہ: تسمہ۔

❷ جَرْدَاوَيْنِ جَرْدَاء کا تثنیہ، اور جَرْدَاء کا مذکر أَجْرَد ہے: ایسا جوتا جس پر بال نہ ہوں۔

جوتے کے ساتھ وضو کرنا

حدیث

۴... عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ: رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ [1]. قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا.

ترجمہ

حضرت عُبَيْد بن جُرَيْج نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ بغیر بالوں والے چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں، (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی جوتے پہنتے ہوئے دیکھا ہے جن پر بال نہیں ہوتے تھے، اور آپ ﷺ ان جوتوں میں وضو فرماتے تھے، اس لئے میں ایسے ہی جوتے پہننا پسند کرتا ہوں۔

تشریح

جوتوں میں وضو فرمانے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:۔

① ... ایک یہ کہ وہ جوتے آج کے جوتے کی طرح نہیں ہوتے تھے، بلکہ ان کی بناوٹ ایسی تھی کہ پانی آسانی سے پورے پاؤں میں پہنچ جاتا تھا، جیسے آجکل کی ہوائی چپل ہیں کہ اگر آدمی پاؤں ہلائے تو ان میں پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ کا کوئی خطرہ نہیں۔

② ... دوسرا مطلب یہ ہے کہ جوتے اُتار کر وضو فرماتے، پھر فوراً پہن لیا کرتے تھے، پاؤں خشک ہونے کا انتظار نہیں فرماتے تھے، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے وضو میں کوئی فرق نہیں آتا۔ [2]

حدیث

۵... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے۔

---

[1] سِبْتِيَّة: (بكسر السين وسكون الباء وكسر التاء وفتح الياء المشددة): چمڑے کا ایسا جوتا جس سے دباغت کے ذریعہ بال صاف کر لئے گئے ہوں۔

[2] خصائل نبوی، ص: ۷۳

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

حدیث

۶... عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْنِ مَخْصُوْفَتَيْنِ[1].

ترجمہ

حضرت عمرو بن حُرَیث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جن میں دوہرا چمڑا سلا ہوا تھا، (یا جن میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے)۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر جوتے پاک وصاف ہوں تو ان جوتوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت

حدیث

۷... عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی ہرگز ایک جوتا پہن کر نہ چلے، دونوں جوتے پہن کر چلے یا دونوں ہی اُتار دے۔

حدیث

۸... عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَأْكُلَ يَعْنِي الرَّجُلَ بِشِمَالِهِ، أَوْ يَمْشِيَ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتا پہن کر چلے۔

---

[1] مَخْصُوْفَتَیْن: یہ مَخْصُوْفَة کا تثنیہ ہے اس کے دو معنی ہیں: (۱)... اس میں چمڑے کے دوہرے ٹکڑے تھے۔ (۲)... اس میں چمڑے کے پیوند لگے تھے یعنی پرانے تھے اور گھنے اور پھٹنے کی وجہ سے پیوند لگے تھے۔

تشریح

ایک جوتا پہن کر چلنا جبکہ دوسرے پاؤں میں جوتا نہ ہو، یہ وقار اور سلیقہ کے خلاف ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی، البتہ اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے تھوڑی دیر ایک جوتا پہن کر چلنا پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسے بعض اوقات جوتا ٹوٹ جاتا ہے تو وقتی طور پر ایک جوتے میں چلنا پڑتا ہے۔ یہی حکم ایک موزہ پہننے کا بھی ہے۔

دایاں جوتا پہلے پہننا

حدیث

۹... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ. فَلْتَكُنِ الْيَمِيْنُ أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو اُسے چاہئے کہ وہ دائیں جانب سے شروع کرے، اور جب وہ جوتا اُتارے تو اُسے چاہئے کہ بائیں جانب سے ابتداء کرے، غرض کہ دایاں پاؤں جوتا پہننے میں پہلے ہو اور اُتارنے میں پیچھے ہو۔

حدیث

۱۰... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ تَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَطُهُوْرِهِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی کنگھی کرنے میں، اور جوتا پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں طرف سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

تشریح

مذکورہ تین چیزوں کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ ہر وہ کام جو محترم ہو یا زینت کی قسم سے ہو اُس میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت ہے۔

ایک تسمے والے جوتے کی ابتداء

حدیث

۱۱... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کے دو تسمے تھے، ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جوتے میں بھی دوہرا تسمہ تھا، سب سے پہلے ایک تسمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بنایا ہے، (یعنی ایک تسمہ کی ابتداء اُنہوں نے فرمائی)۔

تشریح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا غالباً اس لئے کیا تھا تاکہ لوگ جوتے میں دو تسمے ہونا ضروری نہ سمجھیں، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا کہ ایک تسمہ والا جوتا استعمال کرنا بھی جائز ہے، منع نہیں ہے۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر

یہ باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بیان میں ہے، اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں، جن سے بنیادی طور پر چار باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

① ... شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی نہیں بنوائی تھی پھر سن چھ ہجری (۶ ھ) کے آخر اور سات ہجری (۷ ھ) کے شروع میں جب آپ نے اپنے زمانے کے بادشاہوں کی طرف اسلام کی دعوت دینے کیلئے خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو اُس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اُس خط کو قبول نہیں کرتے جس میں مہر نہ ہو، اور مہر اس زمانے میں انگوٹھی سے لگائی جاتی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے انگوٹھی بنوائی۔

② ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس میں "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ" نقش تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کی وجہ سے آپ کا معمول تھا کہ جب انگوٹھی پہنی ہو اور بیت الخلاء

جانے کی ضرورت پڑتی تو اپنی انگوٹھی باہر اُتار کر تشریف لے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء جانا مکروہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کوئی اور بابرکت نام یا عبارت لکھی ہوئی ہو، ایسی صورت میں انگوٹھی اتار کر بیت الخلاء جانا چاہئے۔ ❶

③... آپ ﷺ ہر وقت انگوٹھی نہیں پہنتے تھے، بلکہ جب ضرورت پڑتی منگوا کر استعمال کرتے، ورنہ آپ کی انگوٹھی حضرت مُعَيْقِيب رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتی تھی وہ اس کے محافظ تھے اور ''صَاحِبُ الْخَاتَمْ'' کہلاتے تھے، جیسا کہ بعض صحابۂ کرامؓ کو نعلین اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے ''صَاحِبُ النَّعْلَيْن'' کہا جاتا تھا اور بعض صحابۂ کرامؓ کو تکیہ اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے ''صَاحِبُ الْوِسَادَةِ'' کہا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت مُعَيْقِيب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بیر اریس میں گری تھی جس کا ذکر آگے آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④... اس باب کی احادیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ بادشاہ، قاضی یا وہ لوگ جن کو مہر کی ضرورت پڑتی ہو اُن کیلئے انگوٹھی استعمال کرنا سنت ہے، ان کے علاوہ دوسروں کیلئے اگرچہ جائز ہے لیکن سنت نہیں ہے، اس لئے انگوٹھی استعمال نہ کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی وقت بنوائی تھی جب بادشاہوں کو خطوط لکھنے کیلئے اس کی ضرورت پڑی۔ ❷ اب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں!

حدیث

۱... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشہ کے پتھر کا تھا (یا حبشی نمونہ کے مطابق بنا ہوا تھا)۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی میں حبشی نگینہ تھا، جبکہ اسی باب کی

---

❶ فتاویٰ عالمگیری: (۵/ ۳۲۳)

❷ خصائل نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ (ص: ۷۷)

حدیث نمبر (۳) میں چاندی کے نگینہ کا ذکر ہے، اس سلسلہ میں بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نگینہ تو چاندی کا تھا لیکن اُس کا رنگ یا ڈیزائن حبشی نمونہ کے مطابق تھا اس لئے حدیث میں حبشی نگینہ فرمایا گیا ہے۔ جبکہ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں، ایک کا نگینہ چاندی کا تھا اور دوسری میں حبشی نگینہ تھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نزدیک یہ توجیہ زیادہ بہتر ہے۔ ❶

حدیث

۲... عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهُ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی، اُس سے آپ (خطوط وغیرہ پر) مہر لگاتے تھے، اور اُسے پہنتے نہیں تھے۔

تشریح

چونکہ متعدد روایات میں آپ ﷺ کے انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے اس لئے مذکورہ حدیث میں انگوٹھی نہ پہننے کے مختلف مطلب ہوسکتے ہیں:-

① ... ایک مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت نہیں پہنتے تھے، بلکہ ضرورت کے وقت کبھی کبھی پہنا کرتے تھے۔

② ... اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں، ایک وہ جو مہر کیلئے استعمال ہوتی تھی اور دوسری عام پہننے کیلئے تھی، اس حدیث میں مہر والی انگوٹھی مراد ہے جو آپ ﷺ پہنتے نہیں تھے بلکہ صرف مہر کیلئے استعمال فرمایا کرتے تھے۔

③ ... ایک مطلب یہ ہے کہ مہر لگاتے وقت آپ نہیں پہنتے تھے، یعنی انگوٹھی پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں آپ اس سے مہر نہیں لگاتے تھے، اور ایسا کرنا تواضع اور عاجزی کی وجہ سے تھا، کیونکہ انگوٹھی پہن کر مہر لگانے میں ایک گونہ تکبر کا پہلو ہے۔ ❷

حدیث

۳... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

❶ خصائل نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ (ص: ۸۷)

❷ جمع الوسائل فی شرح الشمائل: (۱۳۹/۱)

مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اُس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔

حدیث

۴... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيلَ لَهُ: إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل عجم کو (تبلیغی و دعوتی خطوط) لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ عجمی بادشاہ صرف اُسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو، (بغیر مہر والے خطوط قبول نہیں کرتے)، اس لئے حضور اقدس ﷺ نے انگوٹھی بنوائی، گویا میں اب بھی اس انگوٹھی کی سفیدی کو آپ ﷺ کی ہتھیلی میں دیکھ رہا ہوں۔

حدیث

۵... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللهُ سَطْرٌ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کا نقش "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ" تھا، اس طرح کہ لفظ "مُحَمَّد" (نیچے) ایک سطر میں، لفظ "رَسُول" اوپر دوسری سطر میں، لفظ "اَللّٰه" (سب سے اُوپر) تیسری سطر میں تھا۔

حدیث

۶... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ. فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ. وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف (اسلام کی دعوت کیلئے خطوط) لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ لوگ مہر کے بغیر خط کو قبول نہیں کرتے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا، اور اس میں "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" نقش تھا۔

حدیث

۷... عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اُتار دیتے تھے۔

حدیث

۸... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَكَانَ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ كَانَ فِيْ يَدِ أَبِيْ بَكْرٍ وَيَدِ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِيْ يَدِ عُثْمَانَ حَتّٰى وَقَعَ فِيْ بِئْرِ أَرِيْسٍ نَقْشُهٗ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، (جب تک آپ زندہ رہے) وہ آپ کے دستِ مبارک میں رہی، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، یہاں تک کہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں) بِیرِ اَرِیْس میں گر گئی، اس انگوٹھی کا نقش "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" تھا۔

تشریح

بیر اُرِیس، مسجدِ قباء کے قریب ایک کنواں تھا جسے اَب سعودی حکومت نے سڑک کی توسیع کی وجہ سے ختم کردیا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ انگوٹھی اس کنویں میں گر گئی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے بہت تلاش کروایا، اس کا سارا پانی نکلوایا مگر انگوٹھی نہیں ملی، اور علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کے گرنے کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں طرح طرح کے فتنے شروع

ہو گئے تھے جن میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا بھی ہے۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ

حضور اقدس ﷺ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر

اس باب کی احادیث میں انگوٹھی پہننے کی کیفیت بتانا مقصود ہے، اس باب میں دو طرح کی احادیث ذکر کی گئی ہیں، اکثر احادیث میں آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے، جبکہ بعض احادیث میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اُن احادیث کو ترجیح دی ہے جن میں دائیں ہاتھ میں پہننے کا ذکر ہے، ان حضرات کے نزدیک بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایات مرجوح ہیں۔ جبکہ بعض حضرات نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اکثر آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور کبھی کبھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟

روایات کے اس اختلاف کی وجہ سے حضرات علماء کرام کا بھی اس میں بڑا اختلاف ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے یا بائیں ہاتھ میں؟ اس سلسلہ میں مختلف آراء ہیں، مثلاً:۔

① ... بعض حضرات کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

② ... بعض حضرات کے نزدیک بائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

③ ... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زیب و زینت کے ارادے سے پہنی جائے تو دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے، اور اگر مہر لگانے کی غرض سے انگوٹھی پہنی جائے تو بائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے تا کہ دائیں ہاتھ سے اُسے اتار کر مہر لگانے میں آسانی ہو۔ ❶

④ ... علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ روایات میں چونکہ دونوں ہاتھوں میں پہننے کا ذکر موجود ہے اس لئے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا برابر ہے۔ ❷

اب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں! حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں نو (۹) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

---

❶ فتح الباری لابن حجر: (۱۰/ ۳۲۷)

❷ حاشیۃ ابن عابدین: (۶/ ۳۶۱)

حدیث

۱... عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِيْنِهِ.

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔

حدیث

۲... عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ.

ترجمہ

حضرت حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی رافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی؟ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا، اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث

۳... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث

۴... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهِ.

ترجمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ

ہو گئے تھے جن میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا بھی ہے۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ

حضور اقدس ﷺ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر

اس باب کی احادیث میں انگوٹھی پہننے کی کیفیت بتانا مقصود ہے، اس باب میں دو طرح کی احادیث ذکر کی گئی ہیں، اکثر احادیث میں آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے، جبکہ بعض احادیث میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اُن احادیث کو ترجیح دی ہے جن میں دائیں ہاتھ میں پہننے کا ذکر ہے، ان حضرات کے نزدیک بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایات مرجوح ہیں۔ جبکہ بعض حضرات نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اکثر آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے اور کبھی کبھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟

روایات کے اس اختلاف کی وجہ سے حضرات علماء کرام کا بھی اس میں بڑا اختلاف ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے یا بائیں ہاتھ میں؟ اس سلسلہ میں مختلف آراء ہیں، مثلاً:۔

① ... بعض حضرات کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

② ... بعض حضرات کے نزدیک بائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

③ ... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زیب و زینت کے ارادے سے پہنی جائے تو دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے، اور اگر مہر لگانے کی غرض سے انگوٹھی پہنی جائے تو بائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے تا کہ دائیں ہاتھ سے اُسے اتار کر مہر لگانے میں آسانی ہو۔ [1]

④ ... علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ روایات میں چونکہ دونوں ہاتھوں میں پہننے کا ذکر موجود ہے اس لئے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا برابر ہے۔ [2]

اب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں! حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں نو (۹) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

---

[1] فتح الباری لابن حجر: (۳۲۷/۱۰)

[2] حاشیۃ ابن عابدین: (۳۶۱/۶)

حدیث

۱۔۔۔عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔

حدیث

۲۔۔۔عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ

حضرت حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی رافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی؟ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا، اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث

۳۔۔۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث

۴۔۔۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ

میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حدیث

۵... عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهِ وَلَا إِخَالُهُ❶ إِلَّا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهِ

ترجمہ

حضرت صَلْتؒ بن عبد اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے، اور میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حدیث

۶... عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهُ. وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ. وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ الَّذِيْ سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيْبٍ فِيْ بِئْرِ أَرِيْسٍ۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، اور اُس کا نگینہ آپ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے، اور اس میں آپ نے "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ" نقش کرایا تھا، اور لوگوں کو اس سے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نہ لکھوائے۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو حضرت مُعَيْقِيْبْ سے (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں) بیرِ اَرِیْس میں گر گئی تھی۔

تشریح

حضور ﷺ نے اس نقش سے اس لئے منع فرمایا، تاکہ اشتباہ نہ ہو کہ یہ اُمت کے افراد کی انگوٹھی ہے یا نبی کی۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ممانعت آپ ﷺ کی زندگی میں تھی، آپ ﷺ کے وصال کے بعد چونکہ اشتباہ کا اندیشہ نہیں ہے، اس لئے اس طرح کا نقش کروانا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انگوٹھی کا نگینہ اندر ہتھیلی کی طرف رکھنا چاہئے، اس میں نگینہ کی حفاظت بھی ہے اور اس سے کبر وعُجب بھی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ بعض روایات میں نگینہ اوپر کی جانب رکھنے کا بھی ذکر ہے، اس لئے باہر اوپر کی طرف رکھنا بھی جائز ہے۔

---

❶ إِخَالُهُ: (بكسر الهمزة أفصح من فتحها، وهو من أفعال الشك) بمعنی: گمان، خیال کرنا

یہ انگوٹھی کس کے ہاتھ سے کنویں میں گری تھی؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گرنے کا ذکر ہے، جبکہ اس حدیث میں حضرت مُعَیقِیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گرنے کا ذکر ہے، حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت مُعَیقِیب رضی اللہ عنہ چونکہ عہد عثمانی میں بھی اس انگوٹھی کے محافظ تھے اس لئے ایک مرتبہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُن سے لے رہے تھے کہ اسی دوران انگوٹھی ہاتھ سے کنویں میں گر گئی، اس حالت میں گرنے کی وجہ سے یہ کہنا بھی درست ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گری اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ حضرت مُعَیقِیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گری، گویا دونوں حضرات کی طرف گرنے کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ ❶

حدیث

۷... عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا.

ترجمہ

حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حدیث

۸... عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ. وَقَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ. وَرَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ وَهُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ أَيْضًا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

---

❶ خصائل نبوی، ص: ۹۱۔ معارف ترمذی: ۵/۱۱۸، بحوالہ جمع الوسائل

تشریح

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ دونوں روایتوں پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں، یعنی اس سند سے ان احادیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر مذکورہ بالا روایت کے علاوہ دیگر روایات میں بھی ہے، چنانچہ علامہ نوویؒ نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے، اس لئے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا بھی درست ہے۔ [1]

حدیث

۹... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ. فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِيْنِهِ. فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا. فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَهُمْ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی جسے آپ اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی (آپ کی اتباع میں) سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، پھر حضور اقدس ﷺ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا کہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا، چنانچہ اسکے بعد صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

فائدہ

شروع اسلام میں سونے کا استعمال جائز تھا، بعد میں مردوں کیلئے سونے کا استعمال حرام ہوگیا، اس لئے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے سونے کی انگوٹھیاں اُتار دیں، اب صرف عورتوں کیلئے سونے کا استعمال جائز ہے۔

❁❁❁

---

[1] خصائل نبوی، ص: ۹۱

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی تلوار کا بیان

اس باب میں حضور اقدس ﷺ کی تلوار کی کیفیت کا بیان ہے، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں چار احادیث ذکر فرمائی ہیں، جن کا خلاصہ تین باتیں ہیں:-

①... آنحضرت ﷺ کی تلوار کے دستہ کا کنارہ (جس کو ٹوپی بھی کہتے ہیں وہ) چاندی کا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ تلوار اور دیگر جنگی آلات میں تھوڑی بہت چاندی استعمال کی جاسکتی ہے، اور تلوار میں ٹوپی چونکہ تابع کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس میں چاندی کا استعمال جائز ہے۔

②... تلوار میں سونے کا استعمال جائز نہیں ہے، اس باب کی حدیث نمبر (۳) میں آنحضرت ﷺ کی تلوار میں سونا اور چاندی ہونے کا ذکر ہے، لیکن حضرات محدثینؒ کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے، اس لئے اس سے سونے کے استعمال کے جائز ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تلوار کی ٹوپی حقیقت میں چاندی کی ہو لیکن اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہو جسے راوی نے سونے سے تعبیر کر دیا، جبکہ حقیقت میں وہ سونے سے بنی ہوئی نہیں تھی۔ [1]

③... تیسری بات جو اگرچہ اس باب میں صراحۃً مذکور نہیں ہے لیکن علامہ ابن القیمؒ نے "زَادُ الْمَعَاد" میں ذکر فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس کُل نو (۹) تلواریں تھیں جن کے نام درج ذیل ہیں:-

①... مَأْثُوْر	②... عَضْب	③... ذُوالْفِقَار
④... قَلَعِي	⑤... بَتَّار	⑥... حَتْف
⑦... رَسُوْب	⑧... مِخْذَم	⑨... قَضِيْب [2]

اب اس باب کی احادیث ملاحظہ فرمائیں!

حدیث

۱... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ [3] سَيْفِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ.

---

[1] جمع الوسائل في شرح الشمائل: (۱/۱۵۷)

[2] زاد المعاد لابن القیم: (۱/۱۲۹)

[3] قَبِيعَة (بفتح القاف وكسر الباء) تلوار کے قبضہ کے کنارہ پر چڑھا ہوا لوہا یا چاندی۔

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تلوار کے دستہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

حدیث

۲...عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ.

ترجمہ

حضرت سعیدؒ بن الحسن فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی تلوار کے دستہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

حدیث

۳...عَنْ هُوْدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَدِّهِ (فى بعض النسخ: لِأُمِّهِ) قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ قَالَ طَالِبٌ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِضَّةِ فَقَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً.

ترجمہ

حضرت ھُوْد کے نانا حضرت مَزِیْدَہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اُس وقت آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا۔ حدیث کے ایک راوی طالب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاذ سے چاندی کے بارے میں پوچھا (کہ وہ تلوار کی کس جگہ پر تھی؟) اُنہوں نے فرمایا: تلوار کے دستہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

حدیث

۴...عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: صَنَعْتُ سَيْفِيْ عَلَى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، وَزَعَمَ سَمُرَةُ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلَى سَيْفِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنَفِيًّا.

ترجمہ

حضرت مُحَمَّد بن سِیْرِیْنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سَمُرَہ بنِ جُنْدُبؓ کی تلوار کے طرز پر بنوائی، اور حضرت سَمُرَہؓ فرماتے تھے کہ اُنہوں نے اپنی

تلوار حضور اقدس ﷺ کی تلوار کے طرز پر بنائی تھی، اور وہ (یعنی آپ ﷺ کی تلوار یا حضرت سَمُرَہ رضی اللہ عنہ کی تلوار) قبیلہ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طرز پر تھی۔

تشریح

بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور تھا، اس لئے ان کی بنائی ہوئی تلوار کو حنفی کہا جاتا تھا، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات آنحضرت ﷺ کی اتباع میں اسی طرح کی تلوار بناتے رہے جس طرح نبی کریم ﷺ کی تلوار کی شکل وصورت تھی۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دِرْعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی زرہ کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کی زرہ کے بیان میں ہے، یہ لوہے کا لباس ہوتا ہے جو حالتِ جنگ میں اپنے جسم کی حفاظت کیلئے واسکٹ کی طرح پہنا جاتا ہے، اس میں باریک باریک زنجیریں ہوتی ہیں جن پر تلوار کا وار اثر نہیں کرتا۔

حضور اقدس ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں جن کے نام درج ذیل ہیں:-

① ... ذَاتُ الْفُضُوْل۔ یہی وہ زرہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے یہودی کے پاس گروی رکھوائی تھی۔

② ... ذَاتُ الْوِشَاحِ ③ ... ذَاتُ الْحَوَاشِي

④ ... سَعْدِيَّة ⑤ ... فِضَّة

⑥ ... بَتْرَاء ⑦ ... خِرْنِقْ [1]

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ، فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ. فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ. وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَوْجَبَ طَلْحَةُ.

---

[1] زاد المعاد في هدي خير العباد: (۱۲۶/۱)

ترجمہ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن حضور اقدس ﷺ کے بدن مبارک پر دو زرہیں تھیں، آپ ﷺ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا لیکن (چٹان کی اونچائی اور زرہوں کے وزن کی وجہ سے) آپ اُس پر نہ چڑھ سکے، اس لئے آپ ﷺ نے حضرت طلحہ کو نیچے بٹھایا اور (ان پر پاؤں رکھ کر) چٹان پر چڑھ گئے، یہاں تک کہ آپ چٹان پر سیدھے کھڑے ہوگئے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی۔

تشریح

حضور اقدس ﷺ کا چٹان پر چڑھنا ایک تو اس وجہ سے تھا کہ اونچائی پر کھڑے ہوکر دشمن کے لشکر کا صحیح طریقہ سے جائزہ لے سکیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں لڑائی کی حالت انتہائی خطرناک تھی اور یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ نبی کریم ﷺ بھی شہید ہوگئے ہیں، اس لئے آپ ﷺ اونچی جگہ تشریف لے گئے تاکہ صحابۂ کرامؓ آپ کو زندہ دیکھ کر مطمئن ہوجائیں۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کیلئے جنت واجب کرنے کی بشارت اس وجہ سے دی کہ غزوۂ اُحد میں انہوں نے نہایت بہادری سے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا تھا، انہوں نے اپنے آپ کو حضور اقدس ﷺ کیلئے ڈھال بنا رکھا تھا، آپ ﷺ کی طرف آنے والے تیر خود اپنے جسم پر برداشت کرتے تھے، اس طرح اُن کے جسم پر اَسی (۸۰) سے زائد زخم آئے تھے، لیکن حضور ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی۔ ❶

حدیث

۲...عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا

ترجمہ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک پر دو زرہیں تھیں جن کو آپ نے اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔

تشریح

آنحضرت ﷺ نے دو زرہیں اوپر نیچے اس طرح پہنی تھیں جیسے کوئی ڈبل واسکٹ پہن لے، اور یہ دو زرہیں پہننا جنگ کے موقع پر جسم کی حفاظت کیلئے تھا جس میں شرعی لحاظ سے کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ

❶ خصائل نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ، (ص: ۹۸، ۹۹)

جنگ کے موقع پر اپنے بچاؤ کا سامان کرنا مطلوب ہے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حالتِ جنگ میں اپنی حفاظت کیلئے زرہ وغیرہ پہننا اور اسلحہ استعمال کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ توکل اسباب ترک کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ اپنی استطاعت کی حد تک جائز اسباب اختیار کرکے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینے کا نام ''توکل'' ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کے دو زرہیں پہننے کی بھی ایک وجہ یہی تھی تاکہ اُمت کو اس بات کی تعلیم ہوجائے۔[1]

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے خود کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کے خود کے بیان میں ہے، ''خود'' لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی کو کہتے ہیں جو عموماً فوجی استعمال کرتے ہیں، یہ ٹوپی لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کیلئے پہنی جاتی ہے، جیسے آجکل موٹر سائیکل کا ہیلمٹ ہوتا ہے جو سر کی حفاظت کیلئے ہوتا ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱۔۔۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ، فَقِيْلَ لَهُ: هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ: اقْتُلُوْهُ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے دن) مکہ مکرمہ میں اس طرح داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر خود تھا، آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ ابنِ خَطَل ہے جو کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس کو قتل کردو۔

تشریح

جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح مکہ عنایت فرمائی اور آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کفارِ مکہ پر بہت خوف طاری تھا، کیونکہ انہوں نے ساری زندگی حضور ﷺ سے جنگ کی تھی، انہیں یقین ہوگیا تھا

---

[1] جمع الوسائل فی شرح الشمائل: (۱/۱۶۰)

کہ ہم موت کے گھاٹ اُتارے جائیں گے، لیکن حضور ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین تھے، بہت شفقت فرمانے والے تھے، اس لئے آپ نے عام معافی کا اعلان فرمایا کہ جو کعبہ میں داخل ہو جائے اُسے امن ہے، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امن ہے، جو ہتھیار ڈال دے اُسے بھی امن ہے۔ البتہ گیارہ کافر مرد اور چھ کافر عورتوں کا جرم نا قابل معافی تھا اس لئے اُن کے بارے میں فرمایا کہ جہاں ملیں قتل کردو، پھر ان میں بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہوکر قتل ہونے سے بچ گئے، باقی چار مرد اور دو عورتیں قتل کردی گئیں جن میں ابنِ خَطَل بھی تھا۔

ابن خطل مدینہ منورہ حاضر ہوکر مسلمان ہوگیا تھا، اس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا، حضور ﷺ نے اس کو کسی قبیلہ کے پاس زکوۃ لینے کیلئے بھیجا، اس نے وہاں ایک مسلمان غلام کو صرف اتنی بات پر قتل کردیا کہ اس نے کھانا بنانے میں کچھ دیر کردی تھی، پھر اُسے احساس ہوا کہ اگر وہ مدینہ واپس گیا تو قصاص میں قتل کردیا جائے گا، اس لئے وہ مرتد ہوگیا اور مکہ مکرمہ جاکر اسلام اور مسلمانوں کی ہجو کرنے لگا اور بہت فساد پھیلایا۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو یہ کعبہ کے غلاف میں چھپ گیا کہ اس سے بڑھ کر جائے پناہ کیا ہوگی، کیونکہ زمانۂ جاہلیت سے دستور چلا آرہا تھا کہ جو مجرم بھی غلاف کعبہ میں لپٹ جاتا، کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے اُسے معاف کردیا جاتا تھا، اسی سوچ کے پیش نظر اس نے ایسا کیا، لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو حرم میں بھی پناہ حاصل نہیں ہے، اسلئے اس کو قتل کردو۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ احادیث کے مطابق حرم میں قتل کرنے کی اجازت صرف وقتی طور پر نبی کریم ﷺ کیلئے تھی، اس کے بعد ہمیشہ کیلئے حرم میں قتل وقتال ممنوع ہوگیا۔❶

حدیث

۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ: فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ. فَقَالَ لَهُ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: اقْتُلُوْهُ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَبَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خُود تھا، راوی کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے خُود اتار دیا تو ایک آدمی آیا، اُس نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ!) یہ

❶ خصائلِ نبوی از حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ، (ص: ۱۰۱، ۱۰۲)

ابن خَطَل ہے جو کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے تم لوگ قتل کردو (کیونکہ وہ امن والوں میں سے نہیں ہے)۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اُس دن احرام کی حالت میں نہیں تھے۔

تشریح

امام ابن شہاب زہریؒ کے قول "آپ ﷺ فتح مکہ کے دن حالتِ احرام میں نہیں تھے" سے ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے، اور وہ یہ کہ حضرات احنافؒ کے نزدیک آفاقی کیلئے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنا جائز نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک آفاقی کیلئے حج یا عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ آنے کی صورت میں احرام ضروری ہے، اس کے علاوہ ضروری نہیں۔ اس حدیث سے حنفیہ کے مذہب پر اشکال ہوتا ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن فتح مکہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی حرمت کو اٹھالیا تھا، اس لئے احرام باندھنا ضروری نہیں تھا، ورنہ عام حالات میں حرم کی حرمت کا تقاضا یہی ہے کہ احرام باندھے بغیر میقات سے آگے نہ بڑھا جائے۔ [1]

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِمَامَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے عمامہ کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کے عمامہ کے بیان میں ہے، اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے جو احادیث ذکر فرمائی ہیں اُن سے اور دیگر احادیث سے خلاصہ کے طور پر تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

عمامہ کا رنگ

①... عمامہ باندھنا بلاشبہ لباس کی سنت ہے جو سُننِ عادیہ میں سے ہے، اور یہ سنت ہر طرح کے عمامہ سے ادا ہو جاتی ہے چاہے عمامہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ نیز یہ سنت ہر رنگ کے عمامہ سے ادا ہو جاتی ہے، البتہ اس باب کی احادیث سے کالے رنگ کا عمامہ صراحۃً ثابت ہے اور سفید رنگ کا عمامہ سفید لباس کی ترغیب والی روایات سے ثابت ہے، یعنی آپ ﷺ نے عام طور پر سفید لباس اختیار کرنے اور زندوں اور مردوں کو کفنانے کی ترغیب دی ہے، اس لئے سفید عمامہ بھی اسی ترغیب میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ ہلکے سرخ رنگ کا اور ہلکے زرد رنگ کا عمامہ بھی منقول ہے، البتہ شدید سرخ رنگ کا عمامہ اور گہرے زرد رنگ کا عمامہ ممنوع ہے۔ اسی طرح کوئی خاص طرح کا عمامہ یا کسی مخصوص رنگ کا عمامہ اگر کسی گمراہ فرقے کی علامت بن جائے اور اسکے باندھنے سے وہ خاص فرقہ پہچانا جائے تو اس سے بھی بچنا چاہئے۔

---

[1] جمع الوسائل: (۱/۱۶۳)۔ خصائل نبوی بتصرف یسیر: (ص:۱۰۱، ۱۰۲)

عمامہ کی مقدار

②... مشہور روایات سے اس کی صحیح مقدار ثابت نہیں ہے، البتہ علمائے کرام نے اس بارے میں مختلف آراء ذکر فرمائی ہیں، چنانچہ حضرت امام نوویؒ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے، ایک چھوٹا اور ایک بڑا، چھوٹا عمامہ چھ یا سات ذراع کا تھا، اور بڑا عمامہ بارہ ذراع کا تھا، (ذراع سے مراد ایک "ہاتھ" ہے جو تقریباً ڈیڑھ فٹ ہوتا ہے)۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی تحقیق کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین طرح کے عمامے تھے، ایک تین ہاتھ کا تھا۔ دوسرا چھ یا سات ہاتھ لمبا، جو آپ کے عمومی استعمال میں ہوتا تھا یعنی نمازوں میں استعمال فرماتے تھے۔ اور تیسرا بارہ ذراع کا تھا، یہ جمعے میں یا عیدین میں یا کسی بڑے اجتماع میں آپ استعمال فرماتے تھے۔ ❶

شملہ کی مقدار

③... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ شملہ کے ساتھ بھی استعمال فرمایا ہے اور بغیر شملہ کے بھی، دونوں طرح پہننا ثابت ہے، نیز بعض روایات سے شملہ دائیں طرف اور آگے چھوڑنا بھی ثابت ہے، لیکن عام طور پر آپ کا شملہ پیٹھ کی طرف دونوں کندھوں کے درمیان ہوتا تھا اور یہی طریقہ افضل ہے۔ شملہ کی مقدار کے بارے میں روایات میں تین طرح کے الفاظ آئے ہیں، (۱)... ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ۔ (۲)... ایک بالشت (۳)... چار انگلیوں کے برابر۔ یہ تینوں مقداریں ثابت ہیں، البتہ ایک ذراع ہونا راجح ہے۔ تاہم شملہ آدھی کمر سے زیادہ لمبا نہیں ہونا چاہئے۔ ❷

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

---

❶ العرف الشذی: ۳/۲۵۳، باب ماجاء فی العمامة السوداء

❷ معارف ترمذی: (۵/۱۳۱)

تشریح

یہ حدیث بظاہر پچھلے باب کی اُس حدیث کے خلاف ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے فتح مکہ میں داخل ہونے کے وقت خود پہننے کا ذکر ہے، جبکہ اس روایت میں سیاہ عمامہ پہن کر داخل ہونے کا ذکر ہے۔ علماء کرام نے اس کے درج ذیل دو جواب دیئے ہیں:۔

①... مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر صرف خود تھا، اس کے بعد متصلاً ہی عمامہ باندھ لیا تھا، چونکہ وقت تقریباً وہی تھا اس لئے کسی راوی نے ابتدائی حالت کے لحاظ سے خود پہننے کا ذکر کر دیا، اور جس راوی نے عمامہ دیکھا اُس نے عمامہ کا ذکر کر دیا۔

②... آپ ﷺ نے لوہے کی ٹوپی کی تکلیف سے بچنے کیلئے خود کے نیچے سیاہ عمامہ پہنا تھا، اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ داخلہ کے وقت سر پر عمامہ تھا، اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ اُس وقت سر پر خود پہنا ہوا تھا۔[1]

حدیث

۲... عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

ترجمہ

حضرت عَمْرو بن حُرَیْث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے (اُس وقت) میں نے آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

حدیث

۳... عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

ترجمہ

حضرت عَمْرو بن حُرَیْث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک مرتبہ) خطبہ دیا، (اُس وقت) آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

حدیث

۴... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ. قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. قَالَ عُبَيْدُ

---

[1] خصائل نبوی بتصرف: ص: ۱۰۳

اللهِ. وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے (یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے)۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے) قاسم بن محمد کو اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے) سالم بن عبد اللہ کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا۔

حدیث

۵...عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ. ❶

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے (ایک مرتبہ) لوگوں کو خطبہ دیا، اُس وقت آپ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی یا چکنی پٹی تھی۔

تشریح

حضرات علماء کرام نے اس حدیث میں ''عِصَابَةٌ دَسْمَاء'' کے دو ترجمے کئے ہیں:۔

(۱)... سیاہ پگڑی۔ (۲)... چکنی پٹی۔ دونوں ترجمے درست ہیں، کیونکہ الفاظ میں دونوں معانی کا احتمال ہے اور آنحضرت ﷺ کا معمول بھی دونوں کے موافق ہے، کیونکہ سیاہ پگڑی کا استعمال حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ تھی جیسا کہ متعدد احادیث میں آیا ہے، اور اس خطبہ کے وقت چونکہ آپ ﷺ کے سر میں درد تھا اس لئے پٹی باندھی ہوئی تھی جو سر کے بالوں میں زیادہ تیل ہونے کی وجہ سے چکنی ہوگئی تھی۔ ❷

❁❁❁

---

❶ عِصَابَة (بکسر العین): اس کے دو معنی آتے ہیں: (۱) پگڑی (۲) پٹی
دَسْمَاء اس کے بھی دو معنی آتے ہیں: (۱) کالی (۲) چکنی

❷ خصائل نبوی بتصرف، ص: ۱۰۷

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِزَارِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی لنگی کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کے تہبند اور لنگی کے بیان میں ہے۔ آپ ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ لنگی کا استعمال فرماتے تھے۔ پاجامہ کے پسندیدہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے یعنی سب اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے پاجامہ کو پسند فرمایا ہے اور پہننے کی ترغیب دی ہے، اور پاجامہ خریدا بھی ہے، بلکہ جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کے ترکہ میں بھی پاجامہ تھا۔ البتہ پاجامہ پہننے کے بارے میں اختلاف ہے کہ پاجامہ آپ نے استعمال فرمایا یا نہیں؟ بعض حضرات کی رائے ہے کہ آپ ﷺ نے پاجامہ پہنا ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پاجامہ استعمال نہیں فرمایا۔ جس روایت میں پاجامہ پہننے کا ذکر ہے، محدثین نے اُسے ضعیف کہا ہے۔ ❶

خلاصہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ کا اکثر معمول لنگی اور تہبند کے استعمال کرنے کا تھا۔ اس لئے ہمیں بھی اس سنت پر عمل کرنا چاہئے، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ گھر میں لنگی استعمال کرلیں، اور چونکہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے باہر پاجامہ استعمال کرلیا جائے۔ اس سے دونوں سنتوں پر عمل ہوجائے گا۔ اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا❷ وَإِزَارًا غَلِيظًا، فَقَالَتْ: قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ.

ترجمہ

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور موٹی لنگی نکال کر دکھائی، اور یہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی رُوح مبارک انہی دو کپڑوں میں قبض کی گئی۔

---

❶ خصائل نبوی مختصراً

❷ كِسَاء: چادر۔ مُلَبَّدًا (بضم الميم وفتح اللام وتشديد الباء): پیوند لگا ہوا۔

تشریح

آنحضرت ﷺ کا یہ فقر اختیاری تھا، حالانکہ فتوحات شروع ہوچکی تھیں اور مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہوگئی تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے لئے سادگی کو پسند فرماتے تھے، اور جو کچھ مال آتا اُسے دوسروں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ اسی لئے وصال کے وقت جسم پر صرف دو معمولی چادریں تھیں جن میں ایک پیوند لگی ہوئی تھی اور دوسری چادر موٹے کپڑے کی تھی، کیونکہ موٹا کپڑا تواضع و انکساری پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

حدیث

۲... عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّتِي تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِالْمَدِينَةِ. إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي يَقُولُ: ارْفَعْ إِزَارَكَ. فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَبْقَى. فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ❶ قَالَ: أَمَا لَكَ فِيَّ أُسْوَةٌ؟ فَنَظَرْتُ فَإِذَا إِزَارُهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ.

ترجمہ

حضرت اَشْعَثْ بنِ سُلَیْم کی پھوپھی اپنے چچا عُبَید؄ بن خالد محاربی سے روایت کرتی ہیں، حضرت عُبَید؄ فرماتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) مدینہ منورہ میں چل رہا تھا، اچانک ایک انسان میرے پیچھے سے یہ کہنے لگا کہ اپنی لنگی اوپر اٹھاؤ، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے (کیونکہ اس سے تکبر سے حفاظت ہوتی ہے) اور کپڑے کو زیادہ عرصہ تک (خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہوکر دیکھا تو وہ حضور اقدس ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ایک کالی معمولی سی چادر ہے، (اس میں کیا تکبر ہوسکتا ہے؟ اور اس کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اگرچہ تمہیں اس میں مصلحت نظر نہیں آرہی لیکن) کیا تیرے لئے (عمل کرنے کے واسطے) میری ذات میں نمونہ نہیں؟ (میری لنگی دیکھو کتنی اونچی ہے، تمہیں میری اتباع کرنی چاہئے)۔ حضرت عبید؄ فرماتے ہیں میں نے دیکھا تو حضور اقدس ﷺ کی لنگی آدھی پنڈلیوں تک تھی۔

حدیث

۳... عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ

---

❶ مَلْحَاءُ (بفتح المیم وسکون اللام): کالی چادر جس میں سفید دھاریاں ہوں۔

يَأْتَزِرُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، وَقَالَ: هٰكَذَا كَانَتْ إِزْرَةُ صَاحِبِي، يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ

حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَعْ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آدھی پنڈلیوں تک لنگی رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میرے آقا یعنی حضور اقدس ﷺ کی لنگی کی ہیئت بھی اسی طرح تھی۔

حدیث

۲... عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ[1] سَاقِي أَوْ سَاقِهِ فَقَالَ: هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ

ترجمہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑا اور فرمایا: لنگی اور تہ بند رکھنے کی یہ جگہ ہے، اگر تو اس سے انکار کرے (یعنی اگر تمہیں اس پر قناعت نہ ہو) تو اس سے تھوڑا سا نیچے رکھ لو، اگر تو اس سے بھی انکار کرے یعنی اس سے بھی نیچے رکھنا چاہے تو (ایسا کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ) لنگی کا ٹخنوں پر رکھنے کا کوئی حق نہیں، (لہٰذا لنگی ٹخنوں تک نہیں ہونی چاہیے)۔

تشریح

حضور اقدس ﷺ کی اصل سنت یہ ہے کہ شلوار اور تہبند وغیرہ آدھی پنڈلیوں تک رکھی جائے، یہی سب سے بہتر ہے، اور اس سے ذرا نیچے رکھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ ٹخنے سے اوپر ہو، کیونکہ ٹخنے شلوار سے چھپانا اور شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا گناہ کبیرہ ہے جس سے احادیث میں سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ البتہ یہ حکم صرف مردوں کیلئے ہے، عورتوں کیلئے حکم یہی ہے کہ وہ اپنی شلوار کو ٹخنوں سے بھی نیچے رکھیں تا کہ ان کے ٹخنوں کا پردہ اچھی طرح ہو جائے۔

❀❀❀

[1] عَضَلَة بفتح العين وسكون الضاد، وفتحها: پنڈلی کا گوشت

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے چلنے کی کیفیت کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی کیفیت کے بیان میں ہے، حضور ﷺ کی چال کا بیان اس سے پہلے بھی متعدد احادیث کے ضمن میں گزر چکا ہے، لیکن چونکہ یہ آپ کی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے اس لئے حضرت امام ترمذیؒ نے اس کیلئے الگ سے باب قائم کرکے وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں جن میں بطور خاص آپ ﷺ کے چلنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ان احادیث سے آنحضرت ﷺ کی چال مبارک کی تین خصوصیات معلوم ہوتی ہیں:۔

① ... بلا تکلف جلدی جلدی چلنا، چنانچہ آپ خواتین کی طرح آہستہ آہستہ نہیں چلتے تھے۔

② ... چلتے وقت آگے جھک کر چلنا یعنی قدرے سر جھکا ہوا ہونا۔

③ ... پاؤں جما کر چلنا، جیسے آدمی جب اوپر سے نیچے اترتا ہے تو پاؤں جما کر رکھتا ہے اور جما کر اٹھاتا ہے۔

ہمیں بھی اپنی چال میں یہ اوصاف اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جو مشق کرنے سے پیدا ہوسکتی ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے تین احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ. وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مِشْيَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الأَرْضُ تُطْوَى لَهُ. إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ [1]

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کوئی چیز نہیں دیکھی، (آپ کے چہرۂ انور پر ایسی چمک تھی کہ) گویا

[1] مُكْتَرِثٍ: مأخوذ من الاكتراث. پرواہ کرنا، مطلب یہ ہے کہ آپ بلا تکلف اور بغیر کسی مشقت کے چلتے تھے۔

سورج آپ کے چہرہ پر دمک رہا ہے۔ اور میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ تیز رفتار بھی کسی کو نہیں دیکھا، گویا زمین آپ کیلئے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم لوگ (آپ ﷺ کے ساتھ چلتے وقت) اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے، جبکہ آپ ﷺ (وقار کے ساتھ) اپنی معمول کی رفتار سے چل رہے ہوتے تھے۔

تشریح

زمین لپیٹنے کی محسوسات میں مثال یہ ہے کہ جب ہم گاڑی وغیرہ میں ہوتے ہیں تو زمین ہمیں پیچھے جاتی ہوئی نظر آتی ہے، اسے زمین کا لپٹنا کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عام طور پر جتنی دیر میں لوگ مسافت طے کرتے ہیں آنحضرت ﷺ اس سے کم وقت میں اس کو طے کرلیا کرتے تھے۔ اس سے آپ کی تیز رفتاری معلوم ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو چلتے وقت آپ کے ساتھ رہنے میں اور چلنے میں خاص اہتمام کرنا پڑتا تھا۔

حدیث

۲۔۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى غُفْرَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ إِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

ترجمہ

حضرت ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ (کے چلنے) کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے کہ جب نبی کریم ﷺ چلتے تھے تو قوت سے پاؤں اٹھاتے تھے، (چلنے میں تیزی اور قوت سے ایسا لگتا تھا) گویا آپ بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔

تشریح

قوت سے پاؤں اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ پاؤں زمین سے گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے، جس سے چلنے کی آواز پیدا ہوتی ہے، بلکہ قدم آگے بڑھاتے وقت پورے وقار کے ساتھ پاؤں اٹھا کر آگے رکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین پر پاؤں یا جوتا گھسیٹ کر چلنا آپ ﷺ کے طریقہ کے اور چلنے کے ادب کے خلاف ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

حدیث

۳۔۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشٰى

تَكَفِّيًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب چلتے تو (عاجزانہ انداز میں) آگے کی طرف کچھ جھک کر چلتے تھے، (دیکھنے میں ایسا لگتا) گویا آپ بلندی سے نیچے اُتر رہے ہیں۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقَنُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے سر پر کپڑا رکھنے کا بیان

اس باب میں حضور ﷺ کے "قِنَاع" کا بیان ہے، "قِنَاع" اُس کپڑے کو کہتے ہیں جو سر پر تیل لگانے کے بعد رکھا جائے تاکہ ٹوپی، عمامہ اور تکیہ وغیرہ خراب نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سر پر تیل لگاتے تو سر پر کپڑا بھی رکھتے تھے، کیونکہ آپ کو صفائی ستھرائی کا بہت اہتمام تھا۔ یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ کپڑا تیل کی وجہ سے چکنا ہونے کے باوجود میلا اور گندا نہیں ہوتا تھا، نہ آپ کے بالوں میں کبھی جوں پڑتی تھی۔

آنحضرت ﷺ کے "قِنَاع" کا ذکر اگرچہ پیچھے کنگھی کرنے کے بیان میں بھی گزر چکا ہے، لیکن حضرت امام ترمذیؒ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کیلئے الگ باب قائم فرمایا، تاکہ ہم بھی اپنے جسم اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کریں، اور تیل کے استعمال کے وقت اس ادب کا خیال رکھیں کہ تیل کی وجہ سے ٹوپی، عمامہ اور کپڑے وغیرہ گندے اور چکنے نہ ہوں۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے ایک حدیث ذکر فرمائی ہے:۔

حدیث

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اکثر اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھا کرتے تھے، (اور تیل کی چکناہٹ کی وجہ سے) آپ کا یہ کپڑا تیل فروش کا کپڑا لگتا تھا (جو تیل لگنے کی وجہ سے چکنا ہوتا ہے)۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی نشست اور بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی کیفیت کے بیان میں ہے۔ "جِلْسَة" اگرچہ بیٹھنے کو کہتے ہیں لیکن یہاں بیٹھنے کے ساتھ لیٹنا بھی شامل ہے، یعنی اس باب کی احادیث میں بیٹھنے اور لیٹنے دونوں کی کیفیت کا بیان ہوگا۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ. أَنَّهَا رَأَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ: فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

ترجمہ

حضرت قَيْلَةَ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مسجد میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ اُکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرماتی ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اس طرح) عاجزانہ انداز میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو رُعب اور خوف کی وجہ سے میں کانپنے لگی۔

تشریح

قُرْفُصَاء کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں:-

① ... اُکڑوں بیٹھنا۔ یعنی سرین کے بل بیٹھ کر دونوں گھٹنے کھڑے کرنا اور دونوں رانوں کو پیٹ سے ملانا، اور دونوں ہاتھوں کو یا کسی کپڑے وغیرہ کو پنڈلیوں کے اردگرد لپیٹنا، تاکہ سہارا ہوجائے۔

اسی کو "گوٹ مار کر بیٹھنا" بھی کہتے ہیں۔ اس کا یہی مطلب زیادہ مشہور ہے۔

②... بعض حضرات نے قُرْفُصَاء کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ التحیات کی ہیئت اختیار کر کے دونوں گھٹنوں پر آگے کی طرف جھک کر اس طرح بیٹھنا کہ پیٹ رانوں سے مل جائے اور دونوں ہاتھ بغل میں ڈال لئے جائیں۔

حضرت قَيْلَةَ رضی اللہ عنہا کے ڈرنے کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ اس انداز سے آدمی اس وقت بیٹھتا ہے جب وہ کسی فکر اور گہری سوچ میں ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو کسی معمولی بات سے اتنی فکر نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے حضرت قَيْلَةَ رضی اللہ عنہا کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اُمت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا جس کی وجہ سے آپ اس طرح فکر مند ہو کر بیٹھے ہیں۔ (حضرت قَيْلَةَ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ آپ ﷺ کے لباس کے بیان میں بھی گزر چکا ہے)۔[1]

حدیث

۲... عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ. أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى.

ترجمہ

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ ﷺ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

تشریح

ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹنے کی دو صورتیں ہیں:-

①... دونوں ٹانگیں پھیلی ہوئی ہوں اور ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ کر لیٹا جائے، یہ صورت جائز ہے، اس انداز سے لیٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ مذکورہ روایت میں یہی صورت مراد ہے، اور اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

②... دوسری صورت یہ ہے کہ چت لیٹ کر ایک ٹانگ کا گھٹنا کھڑا کیا جائے اور دوسری ٹانگ کو اس کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھ لیا جائے۔ اس انداز سے سونے میں اگر ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو یہ صورت ممنوع ہے، چنانچہ بعض روایات میں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر سونے کی جو ممانعت آئی ہے اس سے یہی صورت مراد ہے، کیونکہ عرب میں عام طور پر لنگی باندھنے کا رواج تھا، اور لنگی باندھ کر اس طرح لیٹنے میں ستر کھلنے کا قوی امکان ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع

---

[1] خصائل نبوی، ص: ۱۱۵۔ معارف ترمذی: ۵/۱۵۱

فرمایا ہے۔ البتہ اگر کسی نے شلوار پہنی ہوئی ہو یا لنگی اس قدر کشادہ ہو کہ جس میں ستر کھلنے کا امکان نہ ہو تو پھر یہ صورت ممنوع نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔ [1]

حدیث

۲.. عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ.

ترجمہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے ''حَبْوَہ'' بنا لیتے تھے۔

تشریح

''حَبْوَہ'' بنا کر بیٹھنے کی نشست وہی ہے جسے اردو میں ''اکڑوں بیٹھنا'' یا ''گوٹ مار کر بیٹھنا'' کہتے ہیں۔ یعنی آدمی دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سرین کے بل بیٹھے، اور سہارا لینے کیلئے دونوں ہاتھوں کو پنڈلیوں کے ارد گرد باندھ لے، اور بعض اوقات ہاتھوں کے بجائے کوئی رومال یا کپڑا وغیرہ کمر اور پنڈلیوں پر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اہل عرب میں یہ طریقہ بہت رائج تھا، بیٹھنے کا یہ انداز چونکہ مسکنت اور عاجزی والا ہے، اور اس سے جسمانی راحت بھی حاصل ہوتی ہے، اسلئے حضور اقدس ﷺ اس ہیئت پر بھی بیٹھتے تھے۔ اسکے علاوہ آپ ﷺ سے مسجد میں چار زانو بیٹھنا اور تشہد کی ہیئت پر بیٹھنا بھی ثابت ہے۔ لہٰذا موقع ومحل اور طبعی نشاط کے لحاظ سے بیٹھنے کا کوئی بھی انداز اختیار کیا جاسکتا ہے۔ [2] ان تینوں صورتوں میں سنت پر عمل کرنے کی نیت کر لی جائے تو اچھا ہے۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تُكَأَةِ [3] رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے ٹیک لگانے کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کے تکیہ وغیرہ پر ٹیک لگانے کا ذکر ہے۔ اس باب کی روایات سے خلاصہ کے طور پر درج ذیل چار باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، باب الجلوس والنوم والمشی، (۷/ ۲۹۷۷)۔ خصائل نبوی، ص: ۱۱۹

[2] معارف ترمذی: ۵/ ۱۵۵ بحوالہ جمع الوسائل: ۱/ ۲۲۲

[3] تُكَأَة: بضم التاء وفتح الكاف على وزن هُمَزَة ولُمَزَة: وہ چیز جس پر ٹیک لگایا جائے اور سہارا لیا جائے۔

①... جسم کی راحت اور سہولت کیلئے تکیہ وغیرہ پر ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے۔ تکیہ خواہ دائیں جانب رکھا جائے یا بائیں جانب یا پیچھے کی طرف، ہر طرح جائز ہے۔

②... وعظ ونصیحت اور تعلیم کے دوران بھی ٹیک لگا کر گفتگو کرنا جائز ہے، جیسے اس باب کی حدیث نمبر (۲) میں حضور ﷺ کا ٹیک لگا کر گفتگو فرمانے کا ذکر ہے۔

③... کھانا کھاتے وقت بلا عذر ٹیک لگا کر بیٹھنا پسندیدہ نہیں، چاہے کمر سے ٹیک لگائے یا صرف ہاتھ سے زمین پر سہارا لے، یا دائیں بائیں جانب دیوار یا تکیہ سے ٹیک لگائے، سب صورتیں ناپسندیدہ ہیں، کیونکہ ٹیک لگا کر کھانا تواضع کے خلاف ہے، نیز اس طرح کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے جو اچھا نہیں، اس کے علاوہ ٹیک لگا کر کھانے سے کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہے جو صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ اس لئے عام حالات میں ٹیک لگا کر کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے، البتہ اگر کوئی عذر اور مجبوری ہو کہ ٹیک لگائے بغیر کھانا مشکل ہو تو ایسی صورت میں ٹیک لگا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

④... چوتھی بات جو اس باب میں اگرچہ صراحۃً مذکور نہیں، لیکن ٹیک لگا کر کھانے سے مناسبت کی بناء پر اُس کا ذکر کرنا بھی مُفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ کھانے کے وقت بیٹھنے کی مسنون اور مستحب ہیئت کیا ہونی چاہئے؟ اس کے بارے میں اُصولی بات یہ ہے کہ کھانے کی طرف ذرا سا جھک کر عاجزانہ انداز میں بیٹھنا چاہئے، جس کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں:

①... التحیات کی صورت میں بیٹھ کر کھانا۔ اسی میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ التحیات کی صورت میں بیٹھ کر دایاں پاؤں یا بایاں پاؤں کھڑا کرلے اور صرف ایک پاؤں پر بیٹھ کر کھائے۔

②... دوسری صورت "إِقْعَاء" کی ہے، یعنی پنڈلی اور ران ملا کر دونوں زانو کھڑے کرکے سرین پر بیٹھنا۔ آپ ﷺ سے اس طرح بیٹھنا ثابت ہے۔ یہ انتہائی عاجزی والا طریقہ ہے۔

③... اکڑوں بیٹھ کر کھانا، یعنی دونوں پاؤں پر اس طرح بیٹھنا کہ سرین زمین پر نہ لگے۔[1]

ان سب صورتوں میں کھانے کا ادب و احترام اور تواضع کا اظہار ہے، اس لئے کھاتے وقت مذکورہ ہیئتوں میں سے کوئی سی ہیئت اختیار کرنی چاہئے۔ اگر ان طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار نہ ہوسکے تو چار زانو ہو کر یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے چار احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

[1] معارف ترمذی مختصراً: (۵/ ۱۹۳)

حدیث

۱... عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ[1] عَلَى يَسَارِهِ.

ترجمہ

حضرت جابر بن سَمُرَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو آپ کے بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔

تشریح

مذکورہ حدیث میں "بائیں جانب" کی قید اتفاقی ہے، بلکہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب کی آخری روایت میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ "بائیں جانب" کا لفظ مشہور روایات میں نہیں ہے۔ تاہم اس سے اصل مسئلہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، دائیں بائیں دونوں جانب تکیہ رکھ کر ٹیک لگانا جائز ہے۔

حدیث

۲... عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ. قَالَ: وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا قَالَ: وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، أَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ: فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

ترجمہ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! (ضرور ارشاد فرمایئے)، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ (ٹیک چھوڑ کر اہتمام سے) بیٹھ گئے حالانکہ آپ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، اور (بیٹھ کر) فرمانے لگے: جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا (راوی کو شک ہے)۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جھوٹی گواہی کی بات بار بار دُہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش حضور ﷺ خاموش ہو جائیں، (بار بار ارشاد نہ فرمائیں)۔

[1] وِسَادَةٌ: تکیہ

تشریح

حضور اقدس ﷺ نے "جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات" کے بارے میں کئی مرتبہ دُہرانے کا اہتمام اس لئے فرمایا کہ شرک اور والدین کی نافرمانی کو عام طور پر مسلمان برا سمجھتے ہیں لیکن جھوٹ یا جھوٹی گواہی کے بارے میں بے احتیاطی کرتے ہیں اور اسے بڑا گناہ نہیں سمجھا جاتا، جبکہ یہ اکبر الکبائر میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے بڑے بڑے گناہوں کا ذریعہ بھی بنتے ہیں، اس لئے آپ نے بار بار بیان فرمایا تاکہ اس کا گناہ ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔

اور حضرات صحابۂ کرامؓ کا یہ تمنا کرنا کہ "کاش آپ خاموش ہوجائیں"، اس کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں:-

① ... صحابۂ کرامؓ آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور آپ کے آرام کا بہت خیال کرتے تھے، انہوں نے محسوس کیا کہ بار بار کہنے سے آپ کو تھکاوٹ ہوگی، جبکہ ہمارے لئے آپ کا ایک بار فرمانا ہی کافی ہے، اس لئے یہ تمنا کی کہ کاش آپ خاموش ہوجائیں۔

② ... ممکن ہے کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کو ڈر ہوا ہو کہ شاید آپ ہم سے ناراض ہیں، اور اسی وجہ سے بار بار ایک ہی ارشاد دُہرا رہے ہیں، اس لئے صحابۂ کرامؓ نے آپ کے خاموش ہوجانے کی تمنا کی۔

③ ... تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے سوچا کہ بار بار ایک ہی ارشاد دُہرانے سے کہیں درمیان میں کوئی ایسی بات نہ آجائے کہ جس سے اُمت کو پریشانی یا نقصان لاحق ہو، اس لئے خاموش ہونے کی تمنا کی۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد

اس حدیث میں آپ ﷺ نے تین سب سے بڑے کبیرہ گناہ ذکر فرمائے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے گناہ کبیرہ ہیں، جن کی تعداد میں علماء کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ اس موضوع پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، مثلاً علامہ ذہبیؒ کی "الکبائر"، جس میں انہوں نے چار سو (۴۰۰) کبیرہ گناہ شمار فرمائے ہیں۔ علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے "الزواجر" تحریر فرمائی ہے جس میں انہوں نے (۴۶۷) گناہ شمار فرمائے ہیں۔ شمائل کی شرح میں حضرت ملا علی قاریؒ نے تقریباً چالیس گناہ کبیرہ شمار فرمائے ہیں۔ اُردو میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اپنی کتاب "گناہِ بے لذت" میں صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی فہرست تحریر فرمائی ہے۔[1]

---

[1] بندہ نے بھی بفضلہ تعالیٰ اس موضوع پر "چالیس گناہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایسے بڑے بڑے گناہوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے جو آج کل ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، اور آسانی کیلئے چالیس گناہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق پر تقسیم کرکے لکھے ہیں، نیز ان گناہوں کی مروجہ صورتوں کا شرعی حکم بھی بیان کیا ہے۔ (بندہ عبد الرؤف سکھروی)

حدیث

۳... عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

ترجمہ

حضرت ابو جُحَیْفَةَ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

حدیث

۴... عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: لَمْ يَذْكُرْ وَكِيعٌ عَلَى يَسَارِهِ. وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ نَحْوَ رِوَايَةِ وَكِيعٍ. وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى فِيهِ عَلَى يَسَارِهِ إِلَّا مَا رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ.

ترجمہ

حضرت جابر بن سَمُرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي اتِّكَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے (انسان پر) ٹیک لگانے کا بیان

گزشتہ باب میں نبی کریم ﷺ کے تکیہ پر ٹیک لگانے کا ذکر تھا، اس باب میں آپ ﷺ کے انسان پر سہارا لینے اور ٹیک لگانے کا بیان ہے، انسان کی اہمیت کے پیش نظر اسے مستقل باب میں ذکر فرمایا، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی کریم ﷺ بوقت ضرورت کسی انسان پر بھی سہارا اور ٹیک لگا لیتے تھے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَاكِيًا[1] فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلَى

---

[1] شَاكِيًا مریض، بظاہر یہ آنحضرت ﷺ کا مرض وفات تھا۔ (حاشیہ خصائل نبوی، ص:۱۲۲)

أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ ❶ قَدْ تَوَشَّحَ ❷ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی (مرضِ وفات میں) طبیعت ناساز تھی، آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر سہارا لگائے ہوئے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت حضور اقدس ﷺ پر ایک یمنی پھول دار چادر تھی جس میں آپ لپٹے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔

حدیث

۲... عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ وَعَلَى رَأْسِهِ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ. فَقَالَ: يَا فَضْلُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: اشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِيْ. قَالَ: فَفَعَلْتُ. ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلَى مَنْكِبِيْ. ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ کے سر مبارک پر زرد رنگ کی پٹی تھی، میں نے سلام کیا، حضور اقدس ﷺ نے (سلام کے جواب کے بعد) ارشاد فرمایا: "اے فضل!"، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پٹی سے میرے سر کو زور سے باندھ دو۔ حضرت فضل کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی، پھر نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور اپنی ہتھیلی میرے کندھے پر رکھی اور (اس پر سہارا لیکر) کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری کی حالت میں تکلیف دُور کرنے کیلئے کوشش کرنا مثلاً سر پر کپڑا باندھنا یا کوئی اور تدبیر اختیار کرنا شرعاً جائز ہے، اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

اس روایت میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے جس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اُس کا مختصر واقعہ یہ

❶ قِطْرِيٌّ (بکسرِ القاف وسکونِ الطاء وکسرِ الراء): یمنی چادر کو کہتے ہیں جو روئی سے بنائی جاتی ہے اور منقش اور دھاری دار ہوتی ہے۔

❷ از باب تفعّل: لپیٹنا، اوڑھنا۔

ہے کہ آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو جمع فرمایا، پھر حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوگو! میرا دُنیا سے جانے کا وقت قریب آچکا ہے، لہٰذا جس کسی کا مجھ پر کوئی بدنی یا مالی حق ہو وہ مجھ سے وصول کرلے، اور یہ شبہ نہ کرے کہ بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے، کیونکہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے اور نہ میرے مقام کے مناسب ہے، مجھے وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اپنا حق مجھ سے وصول کرلے یا معاف کردے، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پوری بشاشت کے ساتھ جاؤں کہ کسی کا مجھ پر کوئی حق نہ ہو۔ پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور وہی مضمون دوبارہ دُہرایا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ بھی ادا کردے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دُعا کرالے، اس پر کچھ لوگوں نے دُعا بھی کروائی۔ پھر آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے، وہاں عورتوں کو جمع فرمایا اور پردے میں اُن سے بھی یہی اعلان فرمایا جو آپ نے مردوں کے مجمع میں فرمایا تھا۔[1]

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو حقوق العباد کی ادائیگی کا حد درجہ اہتمام تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی اس سنت کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاملات بالکل صاف رکھیں، اور اس بات کا بیحد خیال رکھیں کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو، کسی کا کوئی حق ہمارے ذمہ نہ ہو۔ اگر کبھی زیادتی ہوجائے تو دنیا ہی میں معافی وتلافی کرلیں، تاکہ آخرت میں ذلت اور رسوائی نہ اٹھانی پڑے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَكْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس ﷺ کے کھانا تناول فرمانے کی کیفیت کا بیان

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کے کھانا تناول فرمانے کے طریقہ کا بیان ہے، اس باب کی احادیث سے کھانے کے بعض آداب معلوم ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:-

①... کھانا تین انگلیوں سے کھانا چاہئے، یعنی انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور درمیان والی بڑی انگلی سے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ لقمہ چھوٹا رہے اور کھانا زیادہ مقدار میں نہ کھایا جائے، کیونکہ کھانے میں پانچوں انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے، اور بعض اوقات لقمہ بڑا ہونے کی وجہ

[1] خصائل نبوی مختصراً: (ص: ۱۲۳)

سے طبعی نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر اس قسم کا کھانا ہو کہ تین انگلیوں سے نہ کھایا جا سکتا ہو تو چار اور پانچ انگلیوں سے کھانے میں بھی حرج نہیں۔ جیسے اور چاول اور دلیہ وغیرہ۔

②... جتنی انگلیاں کھانے میں استعمال ہوں اُنہیں کھانے کے بعد چاٹ لینا چاہئے، اور بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ چاٹنا چاہئے، تا کہ کھانے کے تمام اجزاء اور ذرات پیٹ میں چلے جائیں اور کھانے کی برکت حاصل ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ کھانے کے کس جزء اور کون سے ذرہ میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، اس لئے برکت حاصل کرنے کی غرض سے انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے رزق کی قدر دانی بھی ہے جو مطلوب ہے۔ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہو کر سب سے پہلے درمیان والی بڑی انگلی، پھر شہادت کی انگلی اور آخر میں انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔

③... عام حالات میں جب کوئی عذر نہ ہو کھاتے وقت ٹیک نہ لگانا چاہئے، البتہ عذر کی حالت میں ٹیک لگانا جائز ہے، جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۵ میں آپ ﷺ کا ٹیک لگا کر کھانا مذکور ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ ثَلَاثًا. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَرَوَى غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ هٰذَا الْحَدِيثَ قَالَ: يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ.

ترجمہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (کھانے کے بعد) اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔ (امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے تھے جن سے آپ کھانا کھاتے تھے)۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔

حدیث

۳... عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

ترجمہ

حضرت ابو جُحَیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

حدیث

۴... عَنِ ابْنِ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ.

ترجمہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (عام طور پر) اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور (کھانے کے بعد) انکو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حدیث

۵... حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کھجوریں لائی گئیں، میں نے آپ کو اس حالت میں کھاتے ہوئے دیکھا کہ آپ بھوک کی وجہ سے اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، (یعنی کمزوری کی وجہ سے کمر کو دیوار وغیرہ سے سہارا لگا رکھا تھا)۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْزِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی روٹی کا بیان

اس باب میں نبی کریم ﷺ کی روٹی کا ذکر ہے، اس باب کی احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی

ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فقر و فاقہ اور تنگدستی والی زندگی بسر فرمائی ہے، یہاں تک کہ کبھی دن میں دو مرتبہ جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اور کبھی دو دن مسلسل بھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا، گندم کی روٹی تو دور کی بات ہے۔ آپ اور آپ کے اہل و عیال نے کئی کئی راتیں اس طرح گزاری ہیں کہ کھانے کو کچھ میسر نہ ہوتا تھا، مگر اس سب کے باوجود آپ ﷺ اپنی یہ حالت مخفی رکھتے تھے، کسی صحابی کے سامنے ظاہر نہ فرماتے تھے، ورنہ حضرات صحابہ کرامؓ آپ پر کبھی اس طرح کی حالت نہ آنے دیتے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کا یہ فقر اختیاری تھا، یعنی آپ خود اس طرح زندگی گزارنا پسند فرماتے تھے۔ اور یہی کیفیت حضور اقدس ﷺ کے اہل و عیال کی تھی کہ وہ بھی فقر اور تنگدستی میں رہتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو سال بھر کا نفقہ دیدیا کرتے تھے، لیکن چونکہ ازواج مطہرات میں بھی صدقہ و خیرات کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ تھا اس لئے وہ اپنے نفقہ کو سال تک بچا کر نہیں رکھتی تھیں، بلکہ حسب موقع صدقہ کردیا کرتی تھیں، پھر خود بھی کھجوروں پر گزارا کرتی تھیں اور کبھی فاقہ برداشت کرتی تھیں۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

حدیث

۲... عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُوْلُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

ترجمہ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں سے جو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔ (یعنی جب جو کی روٹی بنتی تھی تو وہ کم مقدار میں ہونے کی وجہ سے باقی نہیں بچتی تھی)۔

حدیث

۳... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا[1] هُوَ وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کے گھر والے مسلسل کئی کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیتے تھے، اُن کے پاس رات کا کھانا بھی نہیں ہوتا تھا، اور اکثر اُن کی روٹی جو کی ہوتی تھی۔

حدیث

۴... عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّهُ قِيْلَ لَهُ: أَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ؟ يَعْنِي الْحُوَّارَى فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَعَالٰى. فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ[2] عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ. قِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهُ.

ترجمہ

حضرت سہل بنِ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا نبیٔ کریم ﷺ نے کبھی سفید میدے کی روٹی بھی کھائی ہے؟ حضرت سہلؓ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے دنیا سے وصال تک میدہ دیکھا بھی نہیں (کھانا تو دُور کی بات ہے)۔ پھر اُن سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کیا آپ لوگوں کے پاس چھلنیاں تھیں؟ انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں۔ پوچھا گیا پھر آپ جَو کے آٹے کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ (یعنی اس میں تنکے وغیرہ ہوتے ہیں، ان کو کیسے صاف کرتے تھے اور جَو کی روٹی کیسے بناتے تھے؟) حضرت سہلؓ نے فرمایا: جَو کے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے، جو چھلکے اُڑنے والے ہوتے وہ اُڑ جاتے تھے، پھر باقی ہم گوندھ لیتے تھے۔

---

[1] طَاوِيًا: خالی پیٹ، بھوکا۔

[2] مَنَاخِلُ: مُنْخُلٌ (بضم المیم وسکون النون وضم الخاء و فتحها) کی جمع: چھلنی

حدیث

۵...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ، وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ. قَالَ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: فَعَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ: عَلَى هٰذِهِ السُّفَرِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا، اور نہ چھوٹی طشتری یا رکابی میں کھایا، اور نہ ہی آپ ﷺ کیلئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ راوی (حضرت یونس رحمہ اللہ) کہتے ہیں میں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے تھے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ انہی چمڑے کے دستر خوانوں پر۔

تشریح

مذکورہ حدیث میں دستر خوان پر کھانے کے معمول کو بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی "خوان" (زمین سے اونچی تپائی وغیرہ) پر کھانا نہیں کھایا، شُرّاحِ حدیث نے اس کی تین وجوہ ذکر فرمائی ہیں:۔

① ...اصل وجہ تو یہی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے لئے کئی مصلحتوں اور حکمتوں کے پیشِ نظر زہد و قناعت اور سادگی والی زندگی کو اختیار فرمایا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے اسے استعمال نہیں فرمایا۔❶

② ...دوسری وجہ یہ ہے کہ "خوان" (زمین سے اونچی تپائی وغیرہ) استعمال کرنے کا منشاء بسا اوقات تکبر ہوتا ہے، تاکہ کھانا اونچا کرلیا جائے اور بار بار زیادہ سر جھکانا نہ پڑے، اور حضور ﷺ نے کھانے کے معاملے میں بھی تواضع و عبدیت کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا اس لئے آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس کے استعمال سے گریز فرمایا۔❷

③ ...تیسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عربوں میں یہ "خوان" رائج نہیں تھا، اور ظاہر ہے کہ جب رواج نہیں تھا تو وہاں بآسانی دستیاب بھی نہیں ہوتا ہوگا، خصوصاً اس لئے کہ خوان پیتل وغیرہ سے بنایا جاتا تھا اور اتنا بھاری ہوتا تھا کہ اسے دو آدمی مل کر ہی اٹھا سکتے تھے، اس لئے آپ

---

❶ شرح صحیح البخاری لابن بطال: (۹/۴۹۸)

❷ تحفۃ الأحوذی: (۶/۴۹۸)

ﷺ نے اسے استعمال نہیں فرمایا۔[1]

لیکن مذکورہ حدیث کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "چونکہ آپ ﷺ نے اسے استعمال نہیں فرمایا اس لئے اب اس پر کھانا کھانا ناجائز یا خلاف سنت ہے"، کیونکہ حضور ﷺ کا کسی چیز کو استعمال نہ کرنا اس کے حرام یا مکروہ ہونے کی دلیل نہیں، جبکہ کوئی دلیل شرعی منع کی موجود نہ ہو، مثلاً آنحضرت ﷺ نے چھوٹی رکابیاں استعمال نہیں فرمائیں یا چپاتی تناول نہیں فرمائی (جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں ہے) مگر رکابیوں یا چپاتی کے استعمال کو ممنوع یا خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح میز پر کھانا رکھ کر کھانا بھی فی نفسہٖ جائز اور مباح ہے۔ لہٰذا صحیح طریقہ اگرچہ یہی ہے کہ دسترخوان بچھا کر زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے، یہی سنت، افضل اور باعث خیر و برکت اور باعث سعادت ہے اور عام حالات میں بلا حاجت اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی وجہ سے کھانے کیلئے زمین پر دسترخوان بچھانے کے بجائے کھانا میز یا ٹیبل پر رکھ کر کھا لیا جائے تو وہ بھی شرعاً ممنوع نہیں ہے، چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی کھانا کھانے میں اس "خوان (میز)" کا استعمال ثابت ہے۔[2]

حدیث

۲... عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ. فَدَعَتْ لِيْ بِطَعَامٍ وَقَالَتْ: مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بَكَيْتُ. قَالَ: قُلْتُ لِمَ؟ قَالَتْ: أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِيْ فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا. وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ.

ترجمہ

حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتی، مگر مجھے رونے کو دل چاہتا ہے تو میں رو لیتی ہوں۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کیوں روتی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے وہ حالت یاد آجاتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو چھوڑا ہے، اللہ کی قسم آپ ﷺ نے ایک دن میں دو

[1] تفسیر القرطبی: (۵/۳۳۵) وعمدۃ القاری: (۱۲/۳۹۵)

[2] (سنن ابن ماجۃ: ص: ۲۳۹)

مرتبہ پیٹ بھر کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

حدیث

۷... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات تک پوری زندگی میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن مسلسل پیٹ نہیں بھرا (چہ جائیکہ گندم کی روٹی سے پیٹ بھرتے)۔

حدیث

۸... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا، اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی چپاتی کھائی۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ إِدَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے سالن کا بیان

یہ باب رسول اللہ ﷺ کے سالن کے بیان میں ہے۔ اس باب کا عنوان اگرچہ سالن کا ہے لیکن اس باب کی روایات میں سالن کے علاوہ اور مختلف چیزوں کا بھی ذکر ہے جو حضور اقدس ﷺ نے تناول فرمائی ہیں، یا پسند فرمائی ہیں یا اُن کی ترغیب دی ہے۔ جن اشیاء کا اس باب کی احادیث میں ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

① ... سرکہ ② ... مرغی کا گوشت

③ ... حُباریٰ (بٹیر، سرخاب، چکور) ④ ... زیتون کا تیل

⑤ ... کدو ⑥ ... میٹھی چیز

⑦... شہد ⑧... پہلو کا بُھنا ہوا گوشت ⑨... دستی کا گوشت

⑩... پیٹھ کا گوشت ⑪... ثرید ⑫... پنیر کا ٹکڑا

⑬... بکری کا شانہ ⑭... کھجور ⑮... ستو

⑯... چقندر ⑰... کھجور، گھی اور پنیر کا ملیدہ (حلوہ)

⑱... جو اور جو کی روٹی

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے تینتیس (۳۳) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین سالن سرکہ ہے۔

تشریح

آپ ﷺ کے سرکہ کو پسند فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ سرکہ بآسانی دستیاب ہوتا ہے اور بغیر کسی مشقت کے روٹی کے ساتھ کھایا جاسکتا ہے، اس میں دقت اور محنت زیادہ نہیں ہوتی، اور اللہ تبارک وتعالی نے اس میں برکت بھی رکھی ہے، اس کے علاوہ طبی طور پر بھی مُفید ہے، اس لئے کبھی کبھی سنت کے طور پر کھانا چاہیے۔ آج کل جو مصنوعی سرکہ ملتا ہے وہ بہت تیز اور کھٹا ہوتا ہے، البتہ جو دیسی سرکہ حکیموں کے پاس ملتا ہے وہ بہت مفید ہوتا ہے۔ تاہم اگر کسی کے مزاج کے موافق نہ ہوتو وہ پرہیز کرسکتا ہے۔

حدیث

۲... عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ: أَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ [1] مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ.

ترجمہ

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں: کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں

[1] دَقَل (بفتح الدال والقاف): ردّی کھجور

نہیں ہو؟ (یعنی جیسی نعمتیں تم چاہتے ہو وہ تمہیں نہیں ملیں؟) حالانکہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کے پاس معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر سکیں۔

تشریح

اس حدیث میں اُمت کو قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم دینا مقصود ہے کہ جب وسائل میں گنجائش نہ ہو تو اس دوران کھانے کی جو چیز بھی مل جائے اُس پر قناعت کرنی چاہئے، اپنے آپ کو عیش وعشرت کی زندگی کا اور ہر وقت عمدہ اور لذیذ کھانوں کا عادی نہیں بنانا چاہئے۔

حدیث

۳...عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الْإِدَامُ أَوِ الْأُدْمُ: الْخَلُّ.

ترجمہ

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین سالن سرکہ ہے۔

حدیث

۴...عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَأُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحَّى ❶ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ شَيْئًا نَتِنًا ❷ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهَا قَالَ: اُدْنُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ.

ترجمہ

حضرت زَہْدَم جَرْمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھے، اتنے میں اُن کے پاس مرغی کا گوشت لایا گیا، مجمع میں سے ایک شخص پیچھے ہٹ گیا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا؟ (یعنی تم کیوں پیچھے ہٹ گئے؟)، اس نے عرض کیا: میں نے مرغی کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے میں نے قسم کھالی کہ مرغی نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: قریب آجاؤ (اور کھاؤ)، میں نے

---

❶ تَنَحَّى: الگ ہونا، دور ہونا، ایک طرف ہٹ جانا۔

❷ نَتِنًا (بکسر التاء وسکونها) گندی اور بدبودار چیز۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ جو چیز شرعاً مباح ہے اس کو اپنے اوپر حرام کرنا درست نہیں ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کھائی ہے تو پھر تمہارا نہ کھانے پر اصرار کرنا مناسب نہیں، اس لئے اپنی قسم توڑ دو اور مرغی کھالو، کیونکہ ایسے موقع پر قسم کا کفارہ دیا جاسکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرغی کھانا جائز ہے، جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ جو مرغی گندگی کھاتی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ تین دن تک اس کو باندھ کر رکھا جائے تا کہ گندگی کے اثرات ختم ہو جائیں، اس کے بعد ذبح کر کے کھالیا جائے۔ [1]

حدیث

۵... عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى.

ترجمہ

حضرت سَفِينَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا ہے۔

تشریح

حُبَارَى کے مختلف معنی بیان کئے گئے ہیں: (۱) بٹیر (۲) سرخاب (۳) چکور۔ یہ تینوں ہی خوبصورت پرندے ہیں۔ اور تینوں معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔

حدیث

۶... عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: فَقُدِّمَ طَعَامُهُ وَقُدِّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمُ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى قَالَ: فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: اُدْنُ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ. فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ [2] فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا.

---

[1] الدر المختار: ۶/ ۳۴۰

[2] قَذِرْتُ: (مشتق من القذر) گھن محسوس کرنا۔

ترجمہ

حضرت زَہْدَم جَرْمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھے، اتنے میں اُن کے پاس کھانا لایا گیا، جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا، مجمع میں قبیلہ بنو تیم اللہ کا ایک سرخ رنگ کا آدمی بھی تھا، بظاہر وہ آزاد کردہ غلام لگتا تھا، راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص کھانے کے قریب نہیں آیا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس سے فرمایا: قریب آجاؤ (اور کھاؤ)، میں نے حضور اقدس ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: میں نے مرغی کو ایسی (گندی) چیز کھاتے ہوئے دیکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے گھن آتی ہے، اس لئے میں نے قسم کھالی کہ میں آئندہ اسے کبھی بھی نہیں کھاؤں گا۔

حدیث

۷... عَنْ أَبِي أَسِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ، فَإِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ

ترجمہ

حضرت ابو أسید ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زیتون کا تیل کھانے میں استعمال کیا کرو اور اس تیل سے مالش بھی کیا کرو، اس لئے کہ یہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

حدیث

۸... عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ، فَإِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں بھی استعمال کرو، اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃُ التین میں زیتون کی قسم کھائی ہے، اور سورۃُ النور میں زیتون کے درخت کو شجرۃ مبارکۃ یعنی مبارک درخت فرمایا ہے، چنانچہ زیتون کا پھل اور اس کا تیل بھی بابرکت ہے، اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، متعدد بیماریوں کیلئے مفید ہے، اس لئے نبی کریم

ﷺ نے اس کے کھانے اور بدن پر مالش کے طور پر استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔

حدیث

۹... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ① الدُّبَّاءُ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ أَوْ دُعِيَ لَهُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کدو پسند تھا، (ایک مرتبہ) حضور اقدس ﷺ کے پاس کھانا لایا گیا یا آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی گئی (جس میں کدو بھی تھا)، میں (شوربے سے) کدو تلاش کر کر کے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیتا تھا، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور اقدس ﷺ کو کدو پسند ہے۔

حدیث

۱۰... عَنْ حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءً يُقَطَّعُ② فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا.

ترجمہ

حضرت جابر بن طارق ؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کے پاس کدو دیکھا جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جا رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ (یعنی اس کا کیا بنے گا؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے ہم اپنے سالن میں اضافہ کرتے ہیں۔ (یعنی گوشت میں کدو بھی ڈالیں گے تا کہ سالن بڑھ جائے)۔

حدیث

۱۱... عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ. قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ③.

---

① يُعْجِبُ (مشتق من الاعجاب): پسند ہونا، اچھا لگنا

② يُقَطَّعُ (مشتق من التقطيع): کاٹنا، چھوٹے ٹکڑے کرنا۔

③ قَدِيدٌ: نمکین گوشت

قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس ﷺ کی (ایک مرتبہ) دعوت کی، جس کا کھانا اُس نے خود بنایا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوا، اُس درزی نے آپ ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور گوشت تھا، میں نے آنحضرت ﷺ کو پیالہ (پلیٹ) کے تمام اطراف سے کدو تلاش فرماتے ہوئے دیکھا، چنانچہ اُس دن سے میں بھی کدو کو پسند کرتا ہوں۔

تشریح

ان احادیث سے کدو کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ کو کدو بہت پسند تھا، آپ اسے رغبت اور شوق سے تناول فرماتے تھے۔ طبی لحاظ سے بھی یہ مفید ہے، اس کی تاثیر ٹھنڈی ہے، بآسانی جلدی پک جاتا ہے، اس لئے آپ ﷺ اسے پسند فرماتے تھے، اور آپ کی اتباع میں حضرات صحابۂ کرامؓ بھی اسے پسند فرماتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پلیٹ میں ہاتھ گھما کر کھانے کی ممانعت اس وقت ہے جب کھانا ایک قسم کا ہو، لیکن اگر برتن میں مختلف چیزیں ہوں تو اپنی پسند کی چیز اُٹھانے کیلئے ہاتھ اِدھر اُدھر گھمانے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ ساتھ کھانے والوں کو کراہت اور ناگواری نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کی پلیٹ میں بھی ایک سے زائد چیزیں تھیں یعنی گوشت اور کدو، اس لئے آپ گوشت چھوڑ کر اپنی پسند کی چیز یعنی کدو تلاش کر کے تناول فرما رہے تھے۔ چونکہ شوربا زیادہ ہوتا تھا اس لئے کدو تلاش کرنے کی نوبت آئی۔ ❶

حدیث

۱۲... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

❶ خصائل نبوی، ص: ۱۳۹

تشریح

میٹھی چیز پسند فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے سامنے دستر خوان پر میٹھی چیز آجاتی تو آپ اسے رغبت سے تناول فرماتے تھے، یہ مطلب نہیں ہے کہ طبعی خواہش کی وجہ سے آپ میٹھی چیز کھانے کی طلب رکھتے ہوں۔

شہد بھی میٹھا ہونے کی وجہ سے "حلواء" میں داخل ہے، لیکن اس کو علیحدہ سے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ شہد کو دوسری تمام میٹھی چیزوں پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ احادیث میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حدیث

۱۳۔۔ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ...... أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا[1] فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَمَا تَوَضَّأَ۔

ترجمہ

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُنہوں نے پہلو کا بُھنا ہوا گوشت حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا، پھر آپ نماز کیلئے اٹھے اور وضو نہیں کیا۔

تشریح

اس حدیث میں ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص باوضو ہونے کی حالت میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھالے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بُھنا ہوا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں کیا اور نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کرام کا یہی موقف ہے۔ البتہ بعض حضرات متقدمین کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اُن کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں ایسے موقع پر وضو کرنے کا ذکر ہے۔ جمہور علماء کی طرف سے ان روایات کے دو جواب دیئے گئے ہیں:۔

① ... یہ حکم ابتداء میں تھا، بعد میں حکم منسوخ ہوگیا۔

② ... ان روایات میں وضو سے لغوی وضو یعنی کُلی کرنا مراد ہے، حقیقی وضو مراد نہیں ہے۔[2]

---

[1] مَشْوِيًّا (مشتق من الشواء): بُھنا ہوا۔

[2] معارف ترمذی: ۵/ ۱۹۰

حدیث

۱۴۔۔۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: أَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔

تشریح

ممکن ہے کہ یہ واقعہ اعتکاف کے زمانہ کا ہو، اور اعتکاف کی حالت میں مسجد میں کھانا پینا جائز ہے۔ اس کے علاوہ عام حالات میں بھی مسجد میں کھانے پینے کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس سے مسجد خراب نہ ہو اور مسجد کا تقدس باقی رہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ اعتکاف کے علاوہ مسجد میں کھانے پینے سے پرہیز کیا جائے۔[1]

حدیث

۱۵۔۔۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: ضِفْتُ[2] مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأُتِيَ بِجَنْبٍ مَشْوِيٍّ، ثُمَّ أَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ، فَحَزَّ لِي بِهَا مِنْهُ قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ: مَا لَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ؟ قَالَ: وَكَانَ شَارِبُهُ قَدْ وَفَى. فَقَالَ لَهُ: أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ أَوْ قُصَّهُ عَلَى سِوَاكٍ.

ترجمہ

حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اقدس ﷺ کے یہاں مہمان ہوا، کھانے میں ایک بھنا ہوا پہلو لایا گیا، پھر آپ ﷺ چھری لیکر اس پہلو سے میرے لئے کاٹنے لگے اور کاٹ کر مجھے دیا۔ حضرت مُغیرہ فرماتے ہیں اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کیلئے آگئے، آپ ﷺ نے چھری رکھی اور ارشاد فرمایا: بلال کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں، اسے کیا ہوا کہ اس موقع پر نماز کی اطلاع کی (حالانکہ نماز کا بہت وقت باقی ہے)۔ حضرت مُغیرہ فرماتے ہیں کہ میری (یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ

---

[1] فتاویٰ عالمگیری: ۳۲۱/۵

[2] ضِفْتُ (مشتق من الضيافة): مہمان ہونا

کی) مونچھ بہت بڑھ گئی تھی، اس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: (لاؤ) میں تمہاری مونچھیں مسواک پر رکھ کر کتر دوں، یا یہ فرمایا کہ تم خود یہ مونچھیں مسواک پر رکھ کر کتر دو۔

تشریح

اس حدیث میں چار باتیں سمجھنے کی ہیں:-

①... روایات میں اختلاف ہے کہ حضرت مغیرہ نبی کریم ﷺ کے مہمان تھے یا نبی کریم ﷺ اور حضرت مغیرہ دونوں کسی تیسرے شخص کے مہمان تھے؟ مختلف روایات کو سامنے رکھتے ہوئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مغیرہؓ اصلاً نبی کریم ﷺ کے مہمان تھے، اور اُس وقت نبی کریم ﷺ کی مہمانوں سمیت کسی تیسرے شخص کے یہاں دعوت تھی۔

②... اس حدیث میں چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا جائز ہے، جبکہ بعض روایات میں چاقو/چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرات علماء کرامؒ نے دونوں قسم کی روایات میں مختلف طریقوں سے تطبیق دی ہے:

(الف)... ممانعت چھری سے کھانے کی ہے، جبکہ یہ واقعہ چھری سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کے متعلق ہے، اس لئے درست ہے۔

(ب)... یہ ممانعت اس وقت ہے جب گوشت صحیح گلا ہوا ہو اور نرم ہوگیا ہو، تو اس وقت چھری کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر گوشت گلا ہوا نہ ہو، بلکہ سخت ہو اور چھری سے کاٹے بغیر دانتوں سے کھانا مشکل ہو تو ایسی صورت میں چھری کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔ اس واقعہ میں ممکن ہے کہ جو گوشت آپ کے سامنے تھا وہ گلا ہوا نہ ہو، اور اس طرح کے سخت گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانا درست ہے۔

(ج)... بعض حضرات نے فرمایا کہ جس روایت میں ممانعت آئی ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے"، اور عجمیوں سے اہل فارس یعنی ایران کے لوگ مراد ہیں جو تکبر اور غرور کی وجہ سے گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھاتے تھے اور دانتوں سے نوچ کر کھانے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے تھے، آپ ﷺ نے ان کی مشابہت سے بچنے کی خاطر چھری کے استعمال سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت لازم آئے، ورنہ منع نہیں ہے۔ اس طرح دونوں قسم کی روایات کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔

③... حضرت بلالؓ کو تنبیہ فرمانے کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ جب حضور اقدس ﷺ مہمان کی مہمانداری میں اہتمام سے مشغول ہیں اور نماز کے وقت میں گنجائش بھی ہے تو ایسے موقع پر درمیان میں اطلاع نہیں کرنی چاہئے، بلکہ فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہئے۔ نیز ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کھانے کا تقاضا ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش بھی ہو تو پہلے کھانا کھالینا چاہئے تاکہ مکمل یکسوئی کے ساتھ نماز ادا کی جاسکے، ورنہ نماز میں توجہ کھانے کی طرف جائے گی اور ذہن منتشر ہوگا۔

④... اس حدیث میں مونچھیں صاف کرنے کیلئے "قص" کا لفظ آیا ہے، جس کا معنیٰ تراشنے کے ہیں۔ یہ روایت اور دیگر روایات کے الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مونچھوں کا کتروانا سنت ہے، اور اس میں خوب مبالغہ کے ساتھ کترنا چاہئے تاکہ بال اچھی طرح صاف ہوجائیں۔ البتہ اُسترے یا بلیڈ سے مونڈنا بہتر نہیں ہے۔[1]

حدیث

۱۶... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (کہیں سے) گوشت آیا، اس میں سے دستی کا گوشت حضور ﷺ کو پیش کیا گیا، آپ ﷺ کو دستی کا گوشت پسند تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے دانتوں سے نوچ کر کھایا۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو گوشت دانتوں سے نوچ کر کھایا جاسکتا ہو اُسے دانتوں سے نوچ کر ہی کھانا چاہئے، آپ ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔

حدیث

۱۷... عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ: وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ، وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ سَمُّوهُ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو دستی کا گوشت پسند تھا، اور

---

[1] خصائل نبوی بتصرف، ص: ۱۴۴

دستی کے گوشت میں ہی حضور اقدس ﷺ کو زہر دیا گیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ یہود نے زہر دیا تھا۔

تشریح

یہ خیبر کی فتح کے بعد کا واقعہ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ایک یہودی عورت کو معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کو دستی کا گوشت پسند ہے تو اس نے ایک دعوت کا اہتمام کیا، جس میں اس نے دستی کے گوشت میں خوب زہر ملایا اور وہی گوشت نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کیلئے پیش کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی، آپ نے ایک لقمہ لیکر چبایا، ابھی نگلا نہیں تھا یا تھوڑا سا نگل لیا تھا، پھر اسے تھوک دیا۔ بعد میں اس یہودی عورت نے اپنے جرم کا اقرار کیا لیکن نبی کریم ﷺ نے اُسے معاف کردیا اور اپنی ذات کیلئے بدلہ نہیں لیا۔

حدیث

۱۸...عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ: نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ. فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ: نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ.

ترجمہ

حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کیلئے ایک ہانڈی پکائی، اور چونکہ حضور اقدس ﷺ کو دستی کا گوشت پسند تھا اس لئے میں نے آپ ﷺ کو دستی کا گوشت پیش کیا، (اسے کھانے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دستی کا گوشت دو، میں نے (دوسری مرتبہ) آپ ﷺ کو دستی کا گوشت دیدیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دستی کا گوشت دو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک بکری کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟ (یعنی ایک بکری کی دو ہی دستیاں ہوتی ہیں جو آپ نے کھالی ہیں)، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خاموش رہتے تو میں جب تک دستی کا گوشت مانگتا رہتا تم مجھے (اس ہانڈی سے) دستیاں نکال کر دیتے رہتے۔

حدیث

۱۹...عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: مَا كَانَتِ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ

إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غِبًّا. وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهَا لِأَنَّهَا أَعْجَلُهَا نُضْجًا.

ترجمہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت (ذائقہ اور لذت کی وجہ سے اتنا) پسند نہ تھا (کہ اس کے کھانے کی فکر میں رہتے ہوں)، بلکہ بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کبھی کبھی ملتا تھا، اور دستی کا گوشت چونکہ جلدی پک جاتا ہے اس لئے آپ دستی کے گوشت کی طرف دلچسپی رکھتے تھے۔

تشریح

اس حدیث میں مطلقاً پسندیدہ ہونے کا انکار نہیں ہے، بلکہ حضرت عائشہؓ اس وہم کو دور فرما رہی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستی کے گوشت کو پسند فرمانا اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ دنیا کی لذتوں میں رغبت رکھتے تھے یا ہر وقت آپ کا دل اسی کی طرف لگا رہتا تھا، ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے۔ بلکہ پسند فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ جلدی پک جاتا ہے جسے کھا کر آدمی جلدی سے فارغ ہوجائے اور ذکر و عبادت میں مشغول ہوجائے۔

حدیث

۲۰... حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ...... سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کے گوشت کے علاوہ پیٹھ کا گوشت بھی پسند تھا۔ پیٹھ کا گوشت اس لئے اچھا ہوتا ہے کہ وہ طاقتور اور چکنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا ہوسکتا ہے کہ دو چیزیں مختلف وجوہات کی بناء پر پسندیدہ ہوں۔ اس طرح دستی کے گوشت کی علیحدہ خصوصیت ہے اور پیٹھ کے گوشت کی علیحدہ۔

حدیث

۲۱... عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین سالن سرکہ ہے۔

حدیث

۲۲... عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: لَا إِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ. فَقَالَ: هَاتِي. مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدْمٍ فِيهِ خَلٌّ.

ترجمہ

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (فتح مکہ کے دن) نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لے آؤ، وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی دوست، رشتہ دار یا پڑوسی بے تکلف ہو اور اس کے ساتھ اچھے تعلقات ہوں تو بے تکلفی میں اس سے کھانے پینے کی چیز مانگی جاسکتی ہے، اور یہ ممنوع سوال میں داخل نہیں ہے۔

حدیث

۲۳... عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر فضیلت ہے۔

حدیث

۲۴... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو طُوَالَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر فضیلت ہے۔

حدیث

۲۵۔۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِنْ أَكْلِ ثَوْرِ أَقِطٍ. ثُمَّ رَآهُ أَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کو پنیر کا ٹکڑا کھانے کے بعد وضو کرتے ہوئے دیکھا، پھر انہوں نے (ایک موقع پر) حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے بکری کا شانہ کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح

پنیر کا ٹکڑا کھانے کے بعد وضو کرنے کا واقعہ ممکن ہے اُس زمانے کا ہو جس میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا، پھر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے پنیر کھانے کی وجہ سے وضو نہ فرمایا ہو، بلکہ آپ کا وضو کسی اور وجہ سے ٹوٹ گیا ہو اس لئے آپ نے وضو فرمایا۔ بہر حال بعد میں ایسی چیز کھانے سے وضو کرنے کا حکم نہیں ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے بکری کا گوشت تناول فرمانے کے بعد وضو نہیں کیا۔

حدیث

۲۶۔۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيْقٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

حدیث

۲۷۔۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا: اصْنَعِيْ لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ. فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ

الْيَوْمَ قَالَ: بَلَى اصْنَعِيهِ لَنَا. قَالَ: فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ مِنْ شَعِيرٍ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ. فَقَالَتْ: هَذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ.

ترجمہ

حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے، انہوں نے حضرت سلمیٰؓ سے فرمائش کی کہ ہمارے لئے ایسا کھانا بنا دیجئے جو حضور اقدس ﷺ کو پسند تھا اور آپ اس کو رغبت سے کھاتے تھے۔ حضرت سلمیٰؓ نے کہا: میرے پیارے بچو! وہ کھانا اب تمہیں پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! (ضرور پسند آئے گا) آپ ہمارے لئے بنا دیجئے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمیٰؓ اٹھیں، انہوں نے کچھ جو لئے اور انہیں پیسا، پھر انہیں ایک ہانڈی میں ڈال کر اوپر زیتون کا تیل ڈالا، اور کچھ مرچ مسالے پیسے (اور ہانڈی میں ڈالے)، پھر (پکا کر) اس کھانے کو ان حضرات کے سامنے لا کر رکھ دیا اور فرمایا: یہ وہ کھانا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا اور آپ اسے رغبت سے کھاتے تھے۔

حدیث

۲۰۸... عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً فَقَالَ: كَأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ. وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے آپ کیلئے بکری ذبح کی، حضور اقدس ﷺ نے (ان کی دل جوئی کیلئے) فرمایا: لگتا ہے ان کو معلوم ہے کہ ہمیں گوشت پسند ہے۔ (اور حدیث میں ایک قصہ ہے۔)

تشریح

اس روایت میں حضرت امام ترمذیؒ نے جس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ حضرت جابرؓ کی دعوت کا مشہور واقعہ ہے جو انہوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر کی تھی۔ اس دعوت میں حضرت جابرؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے تھوڑا سا کھانا بنوایا تھا اور آپ ﷺ کو دعوت دی کہ کچھ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے آئیں۔ لیکن آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو جو تقریباً ایک ہزار آدمی تھے اعلان فرما دیا

کہ جابر کے یہاں دعوت ہے سب چلیں۔ پھر آپ ﷺ نے کھانے پر دم کیا جس کی وجہ سے اتنی برکت ہوئی کہ دیگچی میں سے سالن نکلتا رہا اور آٹے سے روٹیاں پکتی رہیں، یہاں تک کہ ایک ہزار آدمیوں نے کھانا کھالیا، اس کے بعد بھی سالن اور آٹا بچ گیا۔ سبحان اللہ!

حدیث

۲۹... عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ[1] مِنْ رُطَبٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ[2] الشَّاةِ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

ترجمہ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ (گھر سے) نکلے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے، اس خاتون نے آپ کیلئے بکری ذبح کی، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا، پھر وہ خاتون تازہ کھجوروں کی ایک بڑی پلیٹ لے آئیں، آپ ﷺ نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا، پھر آپ ظہر کی نماز کیلئے وضو کیا اور نماز ظہر ادا کی، نماز کے بعد جب واپس تشریف لائے تو اس خاتون نے بکری کا باقی ماندہ گوشت آپ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے اسے تناول فرمایا، پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

حدیث

۳۰... عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ، وَلَنَا دَوَالٍ[3] مُعَلَّقَةٌ، قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: مَهْ يَا عَلِيُّ، فَإِنَّكَ نَاقِهٌ، قَالَتْ: فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ، قَالَتْ: فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] قِنَاعٌ (بکسر القاف): بڑی پلیٹ، ٹرے

[2] عُلَالَة (بضم العین) ہر چیز کا بقیہ حصہ۔

[3] دَوَالٍ: دالیۃ کی جمع بمعنی کھجور کا خوشہ

لِعَلِيٍّ: مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّ هٰذَا أَوْفَقُ لَكَ.

ترجمہ

حضرت اُم مُنذِر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ میرے یہاں تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، ہمارے یہاں کچی کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے اس میں سے کھجور کھانی شروع فرمادی۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے، حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! تم رک جاؤ یعنی مت کھاؤ، کیونکہ (تم بیماری سے ابھی ابھی صحت یاب ہوکر اٹھے ہو اس لئے) کمزور ہو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رک گئے اور حضور ﷺ تناول فرماتے رہے۔ اُم مُنذِر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میں نے ان حضرات کیلئے چقندر اور جو پکائے، حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس میں سے لو یعنی کھالو، کیونکہ یہ تمہارے لئے زیادہ موافق ہے۔

تشریح

معلوم ہوا کہ مریض کو ایسی غذا استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے جو اس کیلئے نقصان دہ ہو، اور ایسی غذا استعمال کرنی چاہئے جو اس کیلئے نافع اور مفید ہو۔

حدیث

۳۱... عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ: أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ؟ فَأَقُولُ: لَا. قَالَتْ: فَيَقُولُ: إِنِّي صَائِمٌ. قَالَتْ: فَأَتَانِي يَوْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهُ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ: وَمَا هِيَ؟ قُلْتُ: حَيْسٌ قَالَ: أَمَا إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ: ثُمَّ أَكَلَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (کبھی صبح کے وقت) میرے پاس تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ میں عرض کرتی کہ نہیں! تو آپ ﷺ فرماتے کہ پھر میں روزہ کا ارادہ کرلیتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے لئے کچھ ہدیہ آیا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کھجور، گھی اور پنیر کا ملیدہ (حلوہ) ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو روزے کا ارادہ کر رکھا تھا، پھر آپ نے اس میں سے کھایا۔

تشریح

اس حدیث سے دو فقہی مسئلے معلوم ہوئے:۔

① ... نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن سے پہلے پہلے کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے روزے کے منافی کوئی کام نہ کیا ہو۔ حضرات فقہاءِ حنفیہؒ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک نفلی روزہ کی نیت بھی رات سے کرنا ضروری ہے۔ اختلاف سے بچنے کیلئے بہتر یہی ہے کہ رات سے نیت کرلی جائے۔ تاہم اگر کسی وجہ سے رات کو نیت نہ کی ہو تو دن میں نصفُ النہار سے پہلے پہلے تک نیت کی جاسکتی ہے۔

② ... نفلی روزہ رکھنے کے بعد اُسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے، بلا عذر اُسے توڑنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری ہو تو روزہ توڑنے کی گنجائش ہے، لیکن بعد میں قضا کرنا واجب ہے۔ [1]

حدیث

۴۲ ... عَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ: هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ وَأَكَلَ.

ترجمہ

حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر ایک کھجور رکھی، اور فرمایا کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے، پھر آپ ﷺ نے اسے تناول فرمالیا۔

حدیث

۴۳ ... عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: يَعْنِيْ مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا پسند تھا۔

تشریح

ثُفْل (ثاء پر پیش اور فا ساکن) کے دو معنی ہیں:۔

---

[1] خصائل نبوی، ص: ۱۵۶

①... ہانڈی یا پلیٹ میں بچا ہوا کھانا۔ یعنی آپ ﷺ سب سے آخر میں کھانا پسند فرماتے تھے، یہ کمال تواضع کی بات ہے کہ سب کے کھانے کے بعد جو کھانا بچ جاتا وہ آپ ﷺ تناول فرماتے تھے۔

②... دوسرے معنی ''کھرچن اور تلچھٹ'' کے ہیں، یعنی آپ ﷺ کو کھرچن بہت پسند تھی۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ

حضور اقدس ﷺ کے کھانے کے وقت وضو کا بیان

اس باب میں دو طرح کی روایات ہیں، بعض روایات میں کھانے کے بعد حضور اقدس ﷺ کے وضو فرمانے کا ذکر ہے، جبکہ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے کھانے کے بعد وضو نہیں فرمایا۔ ان روایات کے بارے میں حضرات علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ جن روایات میں وضو کرنے کا ذکر ہے ان سے لغوی وضو مراد ہے یعنی صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے، کیونکہ لغتِ عرب میں ہاتھ منہ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے۔ اور جن روایات میں وضو نہ کرنے کا ذکر ہے اس سے اصطلاحی وضو مراد ہے جو طہارت حاصل کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس سے دونوں طرح کی روایات کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے تین احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ فَقَالُوْا: أَلَا نَأْتِيْكَ بِوَضُوْءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، بعض صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: کیا ہم آپ کیلئے وضو کا پانی نہ لائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے وضو

کرنے کا حکم اُس وقت ہے جب میں نماز پڑھنے کا ارادہ کروں۔

حدیث

۲... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ. فَقِيْلَ لَهٗ: أَلَا تَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: أَأُصَلِّيْ فَأَتَوَضَّأُ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کی جگہ سے باہر تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، (اس موقع پر) نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا مجھے (اس وقت) نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟

تشریح

مذکورہ دونوں حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے وضو کے بارے میں جو جواب ارشاد فرمایا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وضو صرف نماز کیلئے ہوتا ہے، بلکہ وضو نماز کے علاوہ اور بہت سے کاموں کیلئے بھی ضروری ہے، مثلاً قرآن مجید کو ہاتھ لگانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کیلئے۔ لیکن چونکہ عام طور پر نماز کیلئے اکثر وضو کی نوبت آتی رہتی ہے اس لئے صرف اس کا ذکر فرمایا۔ اور اس انداز کا جواب دینے سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ کھانے سے پہلے شرعی وضو کرنا ضروری نہیں، ہاتھ منہ دھونا کافی ہے۔

حدیث

۳... عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ.

ترجمہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اسلام لانے سے پہلے) تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو کرنا برکت کا سبب ہے، پھر (اسلام لانے کے بعد) میں نے (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کو وہ سب کچھ بتایا جو میں نے تورات میں پڑھا تھا، تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھانے سے پہلے اور بعد میں (یعنی دونوں اوقات میں) وضو کرنا برکت کا سبب ہے۔

تشریح

اس حدیث میں وضو سے شرعی وضو مراد نہیں ہے، بلکہ لغوی وضو یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔ اور کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور اس کے علاوہ ظاہری طور پر بھی صفائی کا ذریعہ ہے، اور طبی طور پر بھی اس کے بہت سے فوائد ہیں، اس لئے اس سنت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

ان کلمات اور دعاؤں کا بیان جو حضور اقدس ﷺ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

اس باب کی روایات میں کھانے کی مسنون دعاؤں اور بعض دیگر آداب کا ذکر ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

① ... کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بہتر ہے، صرف بسم اللہ پڑھنا بھی کافی ہے۔ اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے، جبکہ بسم اللہ پڑھے بغیر کھانے سے شیطان کھانے میں ساتھ شریک ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے بے برکتی ہوتی ہے۔

② ... کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے: "بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ" (یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، کھانے کے شروع میں بھی اور آخر میں بھی)۔

③ ... دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے، بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے والے کے ساتھ شیطان بھی کھاتا ہے جو بے برکتی کا سبب ہے۔ البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً دائیں ہاتھ میں زخم وغیرہ ہو جس کی وجہ سے دائیں ہاتھ سے کھانا مشکل ہو تو ایسی مجبوری میں بائیں ہاتھ سے بھی کھانا کھایا جاسکتا ہے۔

④ ... جب کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے قریب سے کھانا چاہیے، دوسرے کے سامنے سے نہیں کھانا چاہیے۔ البتہ اگر کھانے کی مختلف قسم کی اشیاء ہوں تو اپنی پسند کی چیز لینے کیلئے ادھر اُدھر ہاتھ بڑھانے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ اس سے دوسرے کو کراہت نہ ہو۔

⑤... کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ (یعنی تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)۔

⑥... کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا بھی مسنون ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" (یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاکیزہ ہو، بابرکت ہو، نہ اُسے چھوڑا جاسکتا ہو اور نہ اُس سے بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہو۔ اے ہمارے پروردگار! (ہمارے شکر کو قبول فرما)

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے سات احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ. فَلَمْ أَرَ طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ. أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا. وَلَا أَقَلَّ بَرَكَةً فِيْ آخِرِهِ. فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ هٰذَا؟ قَالَ: إِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ حِيْنَ أَكَلْنَا. ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ.

ترجمہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، میں نے ایسا کھانا کبھی نہیں دیکھا کہ جو کھانا شروع کرتے وقت بہت بابرکت ہو اور آخر میں کھانا ختم ہوتے وقت بالکل بے برکت ہوگیا، (یعنی شروع میں بہت برکت محسوس ہوئی اور آخر میں بہت بے برکتی نظر آئی)، ہم نے (حیرت سے) عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگیا؟ (یعنی شروع میں برکت اور آخر میں بے برکتی کا سبب کیا ہے؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: درحقیقت ہم نے کھانے کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا تھا، (جس کی وجہ سے برکت ہوئی)، پھر بعد میں ایک شخص آکر بیٹھ گیا جس نے کھانا کھایا لیکن اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا، اس لئے شیطان بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا، (جس کی وجہ سے آخر میں بے برکتی ہوگئی)۔

حدیث

۲... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَنَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى طَعَامِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ

وَآخِرَهُ"۔

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور (شروع میں) اپنے کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو (کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے) یہ پڑھے: "بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" (یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، کھانے کے شروع میں بھی اور آخر میں بھی)

حدیث

۳۔۔۔عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ فَقَالَ: ادْنُ يَا بُنَيَّ فَسَمِّ اللهَ تَعَالَى وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ.

ترجمہ

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! قریب ہوجاؤ، اللہ تعالیٰ کا نام لو، اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

حدیث

۴۔۔۔عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ.

ترجمہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ (تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)۔

حدیث

۵۔۔۔عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.

ترجمہ

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاکیزہ ہو، بابرکت ہو، نہ اُسے چھوڑا جاسکتا ہو اور نہ اُس سے بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہو۔ اے ہمارے پروردگار! (ہمارے شکر کو قبول فرما)

حدیث

۶... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ فِيْ سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ ساتھیوں (صحابۂ کرامؓ) کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، اتنے میں ایک بدّو (دیہاتی) آیا اور دو لقموں میں سارا کھانا کھا گیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا تم سب کیلئے کافی ہوجاتا۔

حدیث

۷... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بندہ کی اس بات پر راضی اور خوش ہوتے ہیں کہ (جب) وہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیئے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدَحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے (پانی کے) پیالہ کا بیان

اس باب میں لکڑی کے پیالہ کا ذکر ہے، اور یہ وہ پیالہ ہے جس سے آنحضرت ﷺ پانی وغیرہ نوش فرماتے تھے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ فَقَالَ: يَا ثَابِتُ، هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکڑی کا ایک موٹا سا پیالہ نکال کر دکھایا جس پر لوہے کی چادر چڑھی ہوئی تھی، اور فرمایا کہ اے ثابت! یہ حضور اقدس ﷺ کا پیالہ ہے۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ: الْمَاءَ وَالنَّبِيْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس پیالہ سے پینے کی تمام قسم کی چیزیں یعنی پانی، نبیذ، شہد، اور دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَاكِهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے پھلوں کا بیان

اس باب میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو نبی کریم ﷺ نے پھل کے طور پر استعمال فرمائی ہیں، اس باب کی احادیث کا خلاصہ تین باتیں ہیں:۔

①... آپ ﷺ پھلوں کے تناول فرماتے وقت ان پھلوں کے ذائقے اور تاثیر کو بھی مد نظر رکھتے تھے، چنانچہ آپ ایسی دو چیزوں کو ملا کر استعمال فرماتے تھے جن میں سے ایک کی تاثیر ٹھنڈی ہو اور دوسری کی تاثیر گرم ہو، تاکہ اعتدال رہے، جیسے ککڑی اور کھجور، یا تربوز اور کھجور، ان میں کھجور کی تاثیر گرم ہے جبکہ ککڑی اور تربوز کی تاثیر ٹھنڈی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایسی دو چیزوں کو بھی ملا کر تناول فرمایا ہے جن میں سے ایک میٹھی ہو اور دوسری نسبۃً پھیکی ہو، تاکہ ایک کا پھیکا پن دوسرے کی مٹھاس سے ختم ہو جائے اور مٹھاس بھی زیادہ نہ ہو، جیسے خربوزہ اور کھجور، کھجور میٹھی ہے، جبکہ خربوزہ بعض اوقات پھیکا ہوتا ہے تو اگر اس کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو اس سے خربوزہ میں بھی مناسب مٹھاس ہو جاتی ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اُن کے خواص اور تاثیر کی رعایت بھی کرنی چاہئے، کیونکہ ایسا کرنا صحت کیلئے مفید ہوتا ہے۔

②... جب موسم کا پہلا پھل کھانے کیلئے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا.

③... موسم کا پہلا پھل جب گھر میں لائیں یا کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں لائیں تو بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے چھوٹے بچے کو دیں، اس کے بعد بڑوں کو دیں۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے سات احادیث ذکر فرمائی ہیں: ۔

حدیث

۱... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ککڑی کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے تھے۔

حدیث

۲... عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ.

ترجمہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تربوز کو تازہ تر کھجوروں کے ساتھ ملا کر تناول

فرماتے تھے۔

حدیث

۳... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور تازہ تر کھجور کو ملا کر کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث

۴... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ.

ترجمہ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربوز کو تازہ تر کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرمایا ہے۔

حدیث

۵... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوْا بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا. اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ. وَإِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ. وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ. وَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ قَالَ: ثُمَّ يَدْعُوْ أَصْغَرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب (موسم کا) پہلا پھل دیکھتے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے لیتے اور یہ دعا پڑھتے:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثِمَارِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ

(ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت فرما، اور ہمارے لئے ہمارے شہر میں برکت فرما، اور ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت فرما۔ اے اللہ! بیشک (حضرت) ابراہیم آپ کے بندے، آپ کے دوست اور آپ کے نبی تھے، اور بیشک میں بھی آپ کا بندہ اور آپ کا نبی ہوں، اُنہوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے آپ سے مکہ مکرمہ کیلئے دعا کی تھی، میں آپ سے وہی دعائیں مدینہ طیبہ کیلئے مانگتا ہوں جو اُنہوں نے مکہ مکرمہ کیلئے مانگی تھیں بلکہ اس سے دوگنا مانگتا ہوں۔ (راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا پڑھنے کے بعد) پھر حضور اقدس ﷺ جس چھوٹے بچے کو دیکھتے اُس کو بلا کر وہ پھل اسے دیدیتے۔

حدیث

۶... عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: بَعَثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ وَعِنْدَهُ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَمَلَأَ يَدَهُ مِنْهَا فَأَعْطَانِيهِ

ترجمہ

حضرت رُبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ فرماتی ہیں کہ مجھے (میرے چچا) حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق (ٹرے، بڑی پلیٹ) دیکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، جس پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں، اور نبی کریم ﷺ ککڑی پسند فرماتے تھے، چنانچہ میں وہ طبق لیکر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئی، اُس وقت آپ ﷺ کے پاس کچھ زیورات تھے جو بحرین سے آپ کے پاس آئے تھے، آپ ﷺ نے ان زیورات سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے دیدیا۔

حدیث

۷... عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرِ زُغْبٍ. فَأَعْطَانِيْ مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا أَوْ قَالَتْ: ذَهَبًا.

ترجمہ

حضرت رُبَيِّع بِنْتِ مُعَوِّذ بنِ عَفْرَاء فرماتی ہیں کہ میں تازہ کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کا ایک طبق لیکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے مجھے اپنی ہتھیلی بھر کر زیور یا سونا عنایت فرمایا۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ شَرَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے پینے کی چیزوں کا بیان

اس باب میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو نبی کریم ﷺ نے مشروب کے طور پر استعمال فرمائی ہیں، اس باب کی احادیث کا خلاصہ تین باتیں ہیں:-

①... کھانے کے معاملے میں حضور اقدس ﷺ کے یہاں اگرچہ کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا تھا، بلکہ کھانے کے وقت جو چیز میسر ہوتی آپ ﷺ وہی تناول فرمالیتے تھے، لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا، کیونکہ گرم موسم میں جب ٹھنڈا پانی پیا جائے تو طبعی سکون حاصل ہوتا ہے اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے، چنانچہ مدینہ طیبہ سے کئی میل کے فاصلے پر "سقیا" نامی چشمہ تھا جو اَب بھی ہے وہاں سے نبی کریم ﷺ کیلئے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ اس لئے اگر میٹھا اور ٹھنڈا مشروب استعمال کرتے وقت اتباعِ سنت کی نیت کر لی جائے تو یہ ٹھنڈا پانی پینا بھی ان شاء اللہ باعثِ ثواب ہوگا۔

②... جب کوئی شخص اپنا بچا ہوا پانی وغیرہ مجلس میں موجود افراد میں سے کسی کو دینا چاہے تو اس میں سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص کو دے، حدیث شریف کی رُو سے دائیں طرف بیٹھنے والے کا حق زیادہ ہے، البتہ اگر دائیں جانب والا شخص خود اپنا یہ حق چھوڑ دے تو پھر بائیں طرف والے کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ دائیں طرف کوئی شخص موجود ہو، لیکن اگر دائیں جانب کوئی بھی نہ ہو بلکہ سب سامنے ہوں تو ایسی صورت میں پلانے کا آغاز بڑی عمر والے سے کرنا چاہئے، جیسے بعض روایات میں ہے: ابدؤا

بِالْأَكَابِرِ ❶

(۳)... کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا بھی مسنون ہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ (ترجمہ: اے اللہ! اس میں ہمارے لئے برکت عطا فرما، اور ہمیں اس سے بہتر چیز کھلا)۔ لہٰذا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ کے بعد مذکورہ دعا بھی پڑھنی چاہئے۔ اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھنا مسنون ہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (ترجمہ: اے اللہ اس میں ہمیں برکت عطا فرما، اور ہمارے لئے اس میں اضافہ فرما)۔ اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دو احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوُ الْبَارِدُ.

ترجمہ

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو پینے کی چیزوں میں میٹھا اور ٹھنڈا (مشروب) زیادہ پسند تھا۔

تشریح

اس حدیث میں "میٹھا اور ٹھنڈا" سے عام مشروبات مراد ہیں، جس میں پانی بھی شامل ہے اور دیگر مشروبات بھی۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہر میٹھا اور ٹھنڈا مشروب پسند تھا، خواہ وہ پانی ہو یا دودھ یا شہد کا شربت ہو یا نبیذ وغیرہ۔

حدیث

۲... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ فَجَاءَتْنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ. فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلٰى يَمِيْنِهِ وَخَالِدٌ عَلٰى شِمَالِهِ. فَقَالَ لِيْ: الشَّرْبَةُ ❷ لَكَ. فَإِنْ شِئْتَ آثَرْتَ ❸ بِهَا خَالِدًا. فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ عَلٰى سُؤْرِكَ ❹

---

❶ عن عكرمة: أن رسول الله ﷺ كان إذا سقى قال: ابدءوا بالأكابر، وقال: بالأكبر (شعب الإيمان: ۱۳/ ۳۰۲)

❷ الشَّرْبَةُ (بفتح الشين وسكون الراء) پانی پینے کی باری اور حق۔

❸ آثَرْتَ (مشتق من الايثار) ترجیح دینا، مقدم کرنا۔

❹ سُؤْر (بضم السين وسكون الهمزة) جھوٹا اور بچا ہوا پانی۔

أَحَدًا. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ أَطْعَمَهُ اللهُ طَعَامًا فَلْيَقُلِ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَبَنًا. فَلْيَقُلِ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ". ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرُ اللَّبَنِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید دونوں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہؓ کے یہاں گئے، (اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں)، وہ ایک برتن میں دودھ لیکر ہمارے پاس آئیں، حضور اقدس ﷺ نے اس برتن سے دودھ پیا، میں آپ ﷺ کی دائیں جانب بیٹھا تھا اور خالد بن ولیدؓ آپ کی بائیں جانب بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ پینے کا حق تو تمہارا ہے (کیونکہ تم دائیں طرف ہو)، لیکن اگر تم چاہو تو خالد کو (بڑے ہونے کی وجہ سے) ترجیح دے سکتے ہو، (پھر میں اپنا بچا ہوا دودھ خالد بن ولید کو دے دوں گا)، میں نے عرض کیا: میں آپ کے جھوٹے پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کوئی چیز کھلائیں تو اُسے یہ دعا پڑھنی چاہئے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ (ترجمہ: اے اللہ! اس میں ہمارے لئے برکت پیدا فرما، اور ہمیں اس سے بہتر چیز کھلا)، اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائیں تو اُسے یہ دعا پڑھنی چاہئے: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ" (ترجمہ: اے اللہ اس میں ہمیں برکت عطا فرما، اور ہمارے لئے اس میں اضافہ فرما)۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دودھ کے علاوہ ایسی کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کیلئے کافی ہو۔ (اسی لئے آپ ﷺ نے ہر چیز کے کھانے کے بعد اس سے بہتر کی دعا تعلیم فرمائی، لیکن دودھ پینے کے بعد اس میں اضافہ اور زیادتی کی دعا تعلیم فرمائی)۔

تشریح

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے اجازت اس لئے لی کیونکہ دائیں طرف ہونے کی وجہ سے اُن کا حق تھا، مگر ساتھ ہی اُنہیں یہ تعلیم دینا بھی مقصود تھا کہ حضرت خالد بن ولید اپنی قوم کے سردار ہیں اور قریبی زمانہ میں وہ مسلمان ہوئے ہیں، اس لئے اگر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اپنے

سے بڑے کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا حق چھوڑ دیں تو اس میں بڑے کی رعایت ہوجائے گی جس سے ان کا دل خوش ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ صرف ترغیب تھی، حکم نہیں تھا، اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ پر حضور اقدس ﷺ کی محبت کا غلبہ تھا اس لئے انہوں نے یہ سعادت چھوڑنا پسند نہیں کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے بھی کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت امام ترمذیؒ کا حدیثِ عائشہؓ پر کلام

اس باب کی پہلی حدیث پر حضرت امام ترمذیؒ نے کلام فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث دو طرح سے منقول ہے، متصلاً بھی اور مُرسلاً بھی۔ امام ترمذیؒ کے نزدیک ارسال کا طریق راجح ہے۔ لیکن حضرت ملا علی قاریؒ نے حضرت امام ترمذیؒ کی اس تحقیق کو محلِ نظر قرار دیکر فرمایا ہے کہ اس روایت کا مُسنَد طریق ہی راجح ہے۔ (1)

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے پینے کے انداز کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے پینے کے انداز کا ذکر ہے، اس باب کی احادیث سے خلاصہ کے طور پر چار باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

① ... پانی پینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے، بیٹھ کر پانی پینا بلا شبہ افضل اور بہتر ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا عام معمول بھی بیٹھ کر پینے کا تھا۔ کھڑے ہوکر پانی پینے کی احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے، جمہور علماء کرام کے نزدیک یہ ممانعت کراہتِ تنزیہی کے طور پر ہے، یعنی کھڑے ہوکر پینا خلافِ اولیٰ اور مکروہ ہے، اس لئے حتی الامکان اس سے بچنا چاہئے۔ البتہ اگر بیٹھنے میں کوئی عذر ہو مثلاً کمر میں یا پاؤں میں تکلیف ہو یا جگہ گندی ہو یا بیٹھنے کی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں کھڑے ہوکر پینا بلا کراہت جائز ہے۔ لہٰذا جن روایات میں آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہوکر پانی پینے کا ذکر ہے وہ عذر یا اُمت کی تعلیم کیلئے بیانِ جواز پر محمول ہیں۔

② ... زمزم کا پانی اور وضو کا بچا ہوا پانی اس ممانعت میں داخل نہیں، چنانچہ زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ بعض علماء کے نزدیک کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔

---

(1) معارف ترمذی: (۵/ ۲۴۴)

③... نبی کریم ﷺ کا پانی پیتے وقت عام معمول تین سانس میں پانی پینے کا تھا، بعض اوقات دو سانس میں پینا بھی ثابت ہے، اس لئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ پانی تین سانس میں پیا جائے اور ہر مرتبہ برتن کو مُنہ سے الگ کیا جائے، تاہم دو سانس میں پینا بھی جائز ہے، مگر اس طرح پینے کا عام معمول نہیں بنانا چاہئے۔ اور ایک سانس میں پانی پینے کی ممانعت آئی ہے اور طبّی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے اس لئے ایک سانس میں پینا پسندیدہ نہیں ہے، حتی الامکان ایک سانس میں پانی پینے سے بچنا چاہئے۔

④... مشکیزے (یا اس کے علاوہ کسی دوسرے بڑے مُنہ والے برتن) کے مُنہ سے براہِ راست پانی پینے کی بعض روایات میں ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس طرح پینے میں نقصان کا اندیشہ ہے، جمہور علماءِ کرام کے نزدیک ممانعت کا یہ حکم مکروہِ تنزیہی کے درجہ میں ہے، اس لئے حتی الامکان اس کا معمول نہیں بنانا چاہئے، البتہ کبھی کبھار کسی ضرورت کی وجہ سے مشکیزے کے مُنہ سے براہِ راست پینا جائز ہے، خود نبیٔ کریم ﷺ نے بھی بعض اوقات اس طرح پیا ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر سات اور نو میں ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دس احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

١... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔

حدیث

٢... عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

ترجمہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر دونوں طرح پانی پیتے ہوئے دیکھا۔

حدیث

۳...عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔

حدیث

۴...عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ[1] فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ، ثُمَّ شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ، هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ.

ترجمہ

حضرت نَزَّال بن سَبْرَہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کوزہ پانی لایا گیا، جبکہ وہ (کوفہ کی) ایک بلند اور کشادہ جگہ پر تشریف فرما تھے، اُنہوں نے اس میں سے ایک چلو پانی لیا، اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اور اپنے چہرے، دونوں ہاتھوں اور سر کا مسح کیا، پھر کھڑے ہو کر (وضو کا بچا ہوا پانی) پیا، پھر فرمایا: یہ اُس شخص کا وضو ہے جس کا وضو نہ ٹوٹا ہو (یعنی جو پہلے سے باوضو ہو)، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح

مذکورہ حدیث میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے سے مراد اگر حقیقۃً مسح ہی ہو تو ایسی صورت میں اس کو وضو کہنا لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، اس سے نماز والا وضو مراد نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہلکے انداز سے دھونے کو ''مسح'' سے تعبیر کر دیا ہو تو ایسی صورت میں یہ شرعی اور اصطلاحی وضو ہوگا، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی تعلیم کیلئے تجدید وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا۔[2]

---

[1] الرَّحْبَة (بفتح الراء وسكون الحاء): کوفہ کی ایک بلند اور کشادہ جگہ جہاں حضرت علیؓ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرتے اور وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

[2] خصائل نبوی، ص: ۱۷۸

حدیث

۵...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ، وَيَقُوْلُ: هُوَ أَمْرَأُ وَأَرْوَى.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پانی نوش فرماتے وقت برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے، اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پانی پینا زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

حدیث

۶... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب پانی نوش فرماتے تو دو مرتبہ سانس لیتے تھے۔

تشریح

یہ حدیث بعض اوقات پر محمول ہے کہ حضور اقدس ﷺ کبھی کبھی دو سانس میں بھی پیتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لینا مراد ہو، یعنی جب بندہ پانی کا گلاس ہاتھ میں لیتا ہے تو اوّلاً اس کو منہ سے لگاتا ہے، پھر اس کو ہٹا کر سانس لیتا ہے، پھر منہ سے لگا کر پانی پیتا ہے اور دوسری مرتبہ ہٹا کر سانس لیتا ہے، اس کے بعد تیسری بار منہ سے لگاتا ہے۔ اس طرح جب پینے کے دوران دو مرتبہ سانس لیا تو مجموعی طور پر تین سانس میں پینا ہوگیا۔[1]

حدیث

۷...عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ جَدَّتِهٖ كَبْشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ.

ترجمہ

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ میرے یہاں تشریف لائے تو آپ

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۱۷۹

نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے مُنہ سے کھڑے کھڑے ہی پانی نوش فرمایا، پھر میں اُٹھ کر مشکیزے کے مُنہ کے پاس گئی اور (جس حصے پر نبی کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے تھے) اُس حصے کو کاٹ لیا۔

تشریح

مشکیزے کا مُنہ کاٹنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں:۔

①... تبرک حاصل کرنے کیلئے اس حصے کو کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا، تاکہ جس حصہ پر نبی کریم ﷺ کا مُنہ مبارک لگا ہے اس کے ذریعہ خیر و برکت حاصل ہو۔

②... ادب و احترام کی وجہ سے، تاکہ جس جگہ حضور اقدس ﷺ کا مُنہ مبارک لگا ہے اُسے اور کوئی استعمال نہ کرے اور اس پر کسی دوسرے کا مُنہ نہ لگے۔ [1]

حدیث

۸... عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا. وَزَعَمَ أَنَسٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا.

ترجمہ

ثمامہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ برتن سے تین سانس میں پانی پیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ بھی برتن سے تین سانس میں پانی پیا کرتے تھے۔

حدیث

۹... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ وَقِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ، فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (میری والدہ) اُم سُلیم کے گھر تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ نے مشکیزے کے مُنہ سے کھڑے کھڑے ہی پانی نوش فرمایا۔ اُم سُلیم کھڑی ہوئیں اور مشکیزہ کے مُنہ کے پاس

[1] مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاشربۃ: (۱۷۴/۸)

جا کر اُس حصے کو کاٹ لیا۔

حدیث

۱۰... عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهَا. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا. قَالَ: أَبُوْ عِيْسٰى: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عُبَيْدَةُ بِنْتُ نَابِلٍ.

ترجمہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر بھی پانی نوش فرما لیتے تھے۔ (یعنی کبھی کبھی ضرورت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، ورنہ عام عادتِ شریفہ یہ نہیں تھی)

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے خوشبو لگانے کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں حضور اقدس ﷺ کے خوشبو لگانے کا ذکر ہے یا خوشبو کے متعلق آپ کی ہدایات اور تعلیمات ہیں، اس باب کی احادیث کا خلاصہ تین باتیں ہیں:۔

①... آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک سے اگرچہ قدرتی طور پر خوشبو مہکتی تھی لیکن اسکے باوجود نبی کریم ﷺ بکثرت خوشبو استعمال فرماتے تھے اور خوشبو آپ ﷺ کو بہت پسند تھی۔ اس لئے ہمیں بھی اتباعِ سنت کی نیت سے خوشبو لگانے کا اہتمام کرنا چاہئے، تاکہ جسم کی بدبو سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور خوشبو لگاتے وقت چھ طرح کی نیتیں ہونی چاہئیں: (۱)... اللہ تعالیٰ راضی ہوں۔ (۲)... حضور اقدس ﷺ کی سنت ادا ہو۔ (۳)... تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ادا ہو، کیونکہ حدیث میں "اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ" ہے جن میں سے خوشبو بھی ہے۔ (۴)... فرشتوں کو راحت ہو۔ (۵)... مسلمانوں کو راحت ہو اور کسی کو بدبو کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ (۶)... مجھے یعنی اپنے آپ کو راحت ہو۔

②... خوشبو کا ہدیہ رد نہیں کرنا چاہئے، نبی کریم ﷺ کو جب کوئی خوشبو پیش کی جاتی تو آپ اسے قبول فرما لیتے تھے، اس لئے اگر کوئی عذر نہ ہو تو سنت یہی ہے کہ خوشبو کا ہدیہ قبول کرلیا جائے،

خواہ کوئی شخص خوشبو صرف استعمال کیلئے دے یا مالکانہ طور پر ہدیہ دے۔ اور روایات میں خوشبو کے ساتھ مزید تین چیزوں کا بھی ذکر ہے جن کا ہدیہ قبول کرنا چاہئے: (۱)... تکیہ (۲)... تیل (۳)... دودھ۔ کیونکہ خوشبو اور یہ چیزیں عموماً زیادہ مہنگی نہیں ہوتیں اور ہدیہ دینے والے پر دینے سے بوجھ نہیں ہوتا۔ حضرات علماء کرام نے فرمایا ہے کہ صرف ان چیزوں کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ یہ حکم ہر اُس چیز کے ہدیہ کا ہے جو مالیت کے لحاظ سے معمولی اور ہلکی پھلکی ہو اور اُس کا ہدیہ دینے والے پر بوجھ نہ ہو۔

③... مردوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہئے جس کی خوشبو تیز ہو اور پھیلنے والی ہو، اور اُس کا رنگ بالکل نہ ہو یا ہلکا ہو۔ جبکہ عورتیں اگر گھر میں خوشبو استعمال کریں تو وہ ایسی ہونی چاہئے کہ جس کی خوشبو کم ہو اور صرف لگانے والی عورت کی حد تک محدود ہو، یا گھر میں شوہر کو محسوس ہو، جیسے مہندی وغیرہ، ایسی تیز خوشبو جو پھیلنے والی ہو اور غیر محرموں کو محسوس ہو اُس کا استعمال عورت کیلئے جائز نہیں ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ مُوْسٰی بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ: کَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ یَتَطَیَّبُ مِنْهَا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سُکَّہ تھا (یعنی عطردان یا خوشبو تھی) جس میں سے آپ ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

تشریح

"سُکَّہ" کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد ہو سکتے ہیں:۔

①... عطر دان / خوشبو کا ڈبہ جس میں خوشبو رکھی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اس ڈبہ میں سے خوشبو نکال کر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

②... بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "سکہ" ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو چند مخصوص چیزوں سے تیار کی جاتی تھی۔ ❶

❶ خصائل نبوی، ص: ۱۸۲، ۱۸۳

حدیث

۲...عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ. وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ.

ترجمہ

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو ردّ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی خوشبو کو ردّ نہیں فرماتے تھے۔

حدیث

۳...عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ: الْوَسَائِدُ، وَالدُّهْنُ، وَالطِّيبُ، وَاللَّبَنُ".

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ردّ نہیں کرنی چاہئیں: تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔

تشریح

حدیث میں ''ثلاث یعنی تین'' کا لفظ ہے، لیکن اس کی تفصیل میں نبی کریم ﷺ نے چار چیزیں ذکر فرمائی ہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے صرف تین کا ذکر کیا ہو اور پھر ضمناً ایک اور چیز کا بھی ذکر فرما دیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ''تیل'' سے خوشبو دار تیل مراد ہو، جسے کبھی ''تیل'' سے تعبیر کر دیا اور کبھی ''خوشبو'' سے۔ ❶

حدیث

۴...عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو یعنی پھیلتی ہو اور اسکا رنگ پوشیدہ یعنی غیر محسوس ہو، اور عورتوں کی

---

❶ معارف ترمذی: ۵/ ۲۵۷

خوشبو وہ ہے، جس کا رنگ ظاہر ہو (یعنی غالب ہو) اور اس کی خوشبو پوشیدہ ہو (یعنی ہلکی اور کم ہو، جیسے مہندی اور کریم وغیرہ)۔

حدیث

۵... عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَلَا نَعْرِفُ لِحَنَانٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

ترجمہ

حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ تابعی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس شخص کو ریحان یعنی خوشبو دی جائے تو وہ اسے رد نہ کرے (بلکہ قبول کر لے) اس لئے کہ وہ (یعنی اس کی اصل) جنت سے نکلی ہے۔

تشریح

''ریحان'' سے خاص یہی خوشبو مراد ہے یا ہر خوشبو ''ریحان'' کہلاتی ہے؟ اس میں اہل لغت کے دو قول ہیں اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوشبو کی نقل دنیا میں اس لئے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب بنے، دنیا کی خوشبو مسلمانوں کو جنت کی خوشبو یاد دلائے اور مسلمان زیادہ ذوق وشوق سے نیک اعمال کر کے جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ❶

حدیث

۶... عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: عُرِضْتُ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَلْقٰى جَرِيْرٌ رِدَاءَهُ وَمَشٰى فِيْ إِزَارٍ. فَقَالَ لَهُ: خُذْ رِدَاءَكَ. فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ صُوْرَةً مِنْ جَرِيْرٍ إِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُوْرَةِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے (جہاد کی اہلیت دیکھنے کی غرض سے معائنہ کے لیے) پیش کیا گیا، چنانچہ حضرت جریر نے اپنی چادر اتار دی اور (صرف) تہ بند میں چلنے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: چادر لے لو (تمہارا معائنہ ہو گیا)، پھر قوم یعنی لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے ایسا کوئی آدمی

❶ خصائل نبوی، ص: ۱۸۵

نہیں دیکھا، جس کی شکل وصورت جریر سے زیادہ خوبصورت ہو، سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے، جس کی تفصیل ہم تک پہنچی۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن اور خوبصورتی کی جو تفصیل ہم تک پہنچی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت جریر سے زیادہ حسین ہوں گے، ورنہ ان کے علاوہ ان سے زیادہ حسین کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں دو باتیں سمجھنے کی ہیں: ۔

①... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن کا استثناء کیا، لیکن حضور اقدس ﷺ کے حُسن کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ حضور اقدس ﷺ کا حُسن و جمال حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کا حُسن و جمال حضرت یوسفؑ سے زیادہ تھا تو حضرت یوسفؑ کا استثناء کرنے سے آنحضرت ﷺ کے حُسن کا استثناء خود بخود ہوگیا۔

②... اس حدیث کی باب سے کیا مناسبت ہے؟ یعنی اس حدیث میں خوشبو کا ذکر نہیں ہے پھر اسے خوشبو کے باب میں کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں اس کی وجہ بظاہر یہ ہوسکتی ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے، جو شخص جس درجہ کا حسین وجمیل ہوتا ہے اسی اعتبار سے عموماً وہ خوشبو بھی استعمال کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم اور لباس سے خوشبو مہکتی رہتی ہے۔ یہ توجیہ اگرچہ پُر تکلف ہے مگر اس طرح اس حدیث کی مذکورہ باب سے کچھ مناسبت ہوجاتی ہے۔ ❶

❀❀❀

بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی گفتگو کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا ذکر ہے جن میں حضور اقدس ﷺ کے گفتگو فرمانے کا انداز بیان کیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے کچھ مزید اوصاف بھی اس باب کی احادیث میں بیان ہوئے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے: ۔

---

❶ جمع الوسائل فی شرح الشمائل: ۸/۲

①... نبی کریم ﷺ اکثر خاموش رہتے تھے، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے، اور اُمت کو بھی اس بات کی تعلیم فرمائی ہے کہ اچھی بات کریں ورنہ خاموش رہیں۔

②... آپ ﷺ اُمت کی فلاح و بہبود کیلئے اکثر غمگین اور فکر مند رہتے تھے کہ دین لوگوں میں کس طرح پھیلے گا، سب لوگ گمراہی سے نکل کر ہدایت پر کیسے آئیں گے، اس حوالے سے سوچتے رہتے تھے۔

③... جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ کا کلام جامع ہوتا تھا، یعنی ایسا کلام جس کے الفاظ تھوڑے ہوں لیکن ان کے معانی بہت زیادہ ہوں۔ آپ کی گفتگو نہ اتنی طویل ہوتی تھی کہ جس سے اُکتاہٹ ہو اور نہ اتنی مختصر ہوتی کہ جس سے مطلب ہی واضح نہ ہو، بلکہ آپ موقع کی مناسبت سے اتنی گفتگو فرماتے تھے جتنی ضرورت ہوتی تھی۔

④... حضور اقدس ﷺ جلدی جلدی اور مسلسل نہیں بولتے تھے کہ لوگوں کو بات سمجھنے میں دشواری ہو، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اتنی واضح اور صاف گفتگو فرماتے کہ سننے والے کو ہر جملہ اچھی طرح سمجھ میں آتا، اگر کوئی یاد کرنا چاہتا تو بڑی آسانی سے یاد کرسکتا تھا۔

⑤... کبھی کوئی بات اہم ہوتی یا مشکل ہوتی تو آپ ﷺ ایک ہی بات کو دو مرتبہ اور بعض اوقات تین تین مرتبہ بھی دُہراتے تھے تاکہ سُننے والوں کے دل میں اہمیت ہو اور بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

⑥... نبیِ کریم ﷺ جب گفتگو فرماتے تو کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں سے بھی اشارہ فرماتے تاکہ سننے والوں کو وہ بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔ نیز دورانِ گفتگو جب کسی انسان کی طرف اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے، صرف انگلی سے اشارہ نہیں فرماتے تھے، کیونکہ انگلیوں سے اشارہ کرنا تواضع کے خلاف ہے۔

⑦... آپ ﷺ نرم مزاج تھے، سخت مزاج نہیں تھے، کسی کو رسوا اور شرمندہ نہیں کرتے تھے۔ اپنی ذات کی وجہ سے یا دنیاوی امور کی وجہ سے آپ کسی پر غصہ نہیں ہوتے تھے، بلکہ درگزر فرماتے تھے، البتہ دینی معاملہ میں اگر کوئی حد سے تجاوز کرتا تو آپ ﷺ کو سخت غصہ آتا تھا، اُس وقت کوئی آپ کے غصے کی تاب نہ لا سکتا تھا، ایسے موقع پر جب تک آپ ﷺ اس سے انتقام نہ لے لیں آپ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا۔

⑧... آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کی قدر فرماتے تھے خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور چھوٹی نعمت ہو۔ اسی طرح کھانے پینے کی کسی چیز کی بُرائی نہیں کرتے تھے، اور زیادہ تعریف بھی نہیں فرماتے تھے کہ اس سے حرص کا شبہ ہو۔ البتہ کبھی کبھی اپنی رغبت کے اظہار کیلئے یا کسی کا دل خوش کرنے

کیلئے آپ ﷺ نے خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے۔

⑨... نبی کریم ﷺ جب کسی معاملہ میں تعجب کرتے تو ہاتھ کے اندرونی حصے کو اوپر کی طرف کر لیتے تھے، یہ تعجب کی علامت تھی۔ اور جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے اپنی آنکھیں بند فرمالیتے تھے۔ اور آپ ﷺ ہنسنے کے بجائے اکثر مسکراتے تھے، اور جب ہنستے تو آپ ﷺ کے دانت مبارک اولوں کی طرح سفید اور چمکدار دکھائی دیتے تھے۔

یہ تمام صفات اور عادات ہمیں بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین! اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تین احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ[1] سَرْدَكُمْ هٰذَا، وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ، يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تم لوگوں کی طرح تیز تیز اور مسلسل بات نہیں کرتے تھے، بلکہ آپ ﷺ صاف صاف اس انداز سے گفتگو فرماتے کہ ہر مضمون دوسرے سے واضح اور الگ ہوتا تھا۔ جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوتا وہ اس کلام کو ذہن نشین کر لیتا تھا۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بعض اوقات) حضور اقدس ﷺ کلام کو (حسبِ ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تھے، تاکہ آپ کی بات کو (اچھی طرح) سمجھا جاسکے۔

حدیث

۳... عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ أَبِيْ هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا، فَقُلْتُ: صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ

[1] سَرْد: جلدی جلدی اور مسلسل بولنا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ، دَائِمَ الْفِكْرَةِ، لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ، طَوِيْلَ السَّكْتِ، لَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ، يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِأَشْدَاقِهِ[1]، وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، كَلَامُهُ فَصْلٌ، لَا فُضُوْلَ وَلَا تَقْصِيْرَ، لَيْسَ بِالْجَافِيْ[2] وَلَا الْمُهِيْنِ[3]. يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ، لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ، وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا، فَإِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهُ، وَلَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا، إِذَا أَشَارَ أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا، وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا، وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى، وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ[4]. وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ، جُلُّ ضَحِكِهِ التَّبَسُّمُ، يَفْتَرُّ[5] عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ[6].

ترجمہ

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو نبی کریم ﷺ کے اوصاف کو خوب اچھی طرح کثرت سے بیان فرماتے تھے، عرض کیا کہ آپ حضور اکرم ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے؟ انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ (آخرت کے) مسلسل غموں میں مشغول رہتے تھے، ہر وقت (اللہ جل شانہٗ کی ذات وصفات اور امت کی فلاح کے لیے) غور وفکر اور سوچ میں رہتے تھے، (ان امور میں متفکر رہنے کی وجہ سے) کسی وقت آپ کو راحت نہیں ہوتی تھی، اکثر اوقات آپ خاموش رہتے تھے، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی گفتگو کا آغاز اور اختتام اپنی باچھوں سے کرتے (یعنی آپ کی ساری گفتگو ابتداء سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی، صرف زبان کی نوک سے کٹے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات نہیں فرماتے تھے)۔ آپ ﷺ جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے تھے، آپ ﷺ کا کلام ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہوتا تھا، نہ وہ ضرورت سے زائد ہوتا اور نہ مقصد کے بیان میں کم

---

[1] أَشْدَاق: شدق کی جمع، باچھیں رہونٹ کا کنارہ

[2] جَافِيْ: سخت مزاج، سنگدل

[3] مُهِيْنِ: (بضم المیم، مشتق من الاھانۃ) ذلیل کرنے والا، رسوا کرنے والا

[4] أَشَاحَ: اعراض کرنے میں مبالغہ کرنا، خوب بے رُخی کرنا

[5] يَفْتَرُّ: (مشتق من الافترار): قہقہہ کے بغیر اس طرح ہنسنا کہ دانت ظاہر ہو جائیں

[6] حَبِّ الْغَمَامِ: بادل کا دانہ، یعنی اولے، موتی

ہوتا۔ آپ ﷺ نہ سخت مزاج تھے اور نہ کسی کو رسوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بڑا سمجھتے تھے، خواہ وہ کتنی ہی تھوڑی اور چھوٹی ہو، کسی بھی نعمت کی آپ مذمت نہیں فرماتے تھے، البتہ کھانے پینے کی چیزوں کی آپ نہ مذمت فرماتے اور نہ ان کی (زیادہ) تعریف فرماتے (کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے)۔ دنیا اور دنیاوی اُمور کی وجہ سے آپ ﷺ کو غصہ نہیں آتا تھا، مگر جب کوئی شخص کسی دینی امر اور حق بات سے تجاوز کرتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصہ کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں، اپنی ذات کے لیے نہ کسی پر غصہ ہوتے اور نہ ہی بدلہ لیتے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ اور جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو اپنی ہتھیلی کو پلٹ لیتے تھے، جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ کی گفتگو ہتھیلی کی حرکت سے ملی ہوتی تھی (یعنی گفتگو میں ہاتھ بھی ہلاتے تھے)، اور کبھی دائیں ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے۔ اور جب آپ ﷺ کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے۔ اور جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو (حیا کی وجہ سے) اپنی آنکھ کو بند فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی، (یعنی آپ ہنستے وقت اکثر مسکرانے پر اکتفا فرماتے تھے)، ہنسنے کے وقت آپ کے دانت مبارک اولے کی طرح سفید اور چمکدار نظر آتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ ضَحِكِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے ہنسنے کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے ہنسنے کی کیفیت کا ذکر ہے، اور اس باب کی احادیث سے آنحضرت ﷺ کی ہنسی کے بارے میں جو باتیں معلوم ہوتی ہیں اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

①... حضور اقدس ﷺ اگرچہ ہمیشہ متفکر رہتے تھے یعنی اپنی اُمت کی صلاح و فلاح کیلئے اکثر فکر مند اور غمگین رہتے تھے، لیکن اس کے باوجود جب کسی سے ملتے تو اُس کی دلجوئی کیلئے اُس کے ساتھ خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملتے، اپنے غم کا اثر دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، یہ کامل درجہ کا اخلاق اور تواضع ہے۔

②... آنحضرت ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ کھل کھلا کر ہنسنے کے بجائے صرف ہونٹوں سے

مسکرایا کرتے تھے، البتہ کبھی کبھار آپ ﷺ سے اس انداز میں ہنسنا بھی ثابت ہے جس سے آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوجاتی تھیں، جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر (۴، ۷، اور ۹) کے واقعات کے ضمن میں آپ کے اس طرح ہنسنے کا ذکر ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ آخرت سے متعلق خوش کرنے والی بات پر آپ ﷺ ہنستے تھے، اور دنیا کی خوشی پر آپ ﷺ صرف مسکراتے تھے۔[1] اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے نو (۹) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ[2]، وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا، فَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ: أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ.

ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی دونوں پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں، آپ ﷺ (عموماً) ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے، اور جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو (دل ہی دل میں) کہتا کہ: آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے، حالانکہ آپ نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا (بلکہ فطری طور پر آپ کی آنکھیں سرگیں تھیں)۔

حدیث

۲... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ أَنَّهُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (یعنی آپ کا مسکرانا آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا۔)

---

[1] جمع الوسائل فی شرح الشمائل: ۲/۱۵

[2] حُمُوْشَةٌ: (بضم الحاء والميم) پتلی اور باریک، لیکن جسم کے دوسرے اعضاء کے مناسب اور قابلِ تعریف کسی قدر پنڈلیاں پتلی تھیں۔

حدیث

۲... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: مَا كَانَ ضَحِكُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا. قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ہنسنا بس مسکرانا ہی تھا۔ (یعنی ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی)۔

حدیث

۳... عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَآخِرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ. يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: اعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَيُخَبَّأُ[1] عَنْهُ كِبَارُهَا. فَيُقَالُ لَهٗ: عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا. وَهُوَ مُقِرٌّ لَا يُنْكِرُ. وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا فَيُقَالُ: أَعْطُوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً. فَيَقُوْلُ: إِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا مَا أَرَاهَا هٰهُنَا" قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ.[2]

ترجمہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں، جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اُس شخص سے بھی واقف ہوں جسے سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک شخص کو (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) لایا جائے گا تو کہا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے): اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور (فی الحال) اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھپالو، پھر اُس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن ایسے ایسے گناہ کیے ہیں، وہ ہر گناہ کا اقرار کرے گا، انکار نہیں کرے گا، اس وقت وہ (دل ہی دل میں) اپنے بڑے بڑے گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا ہوگا (کہ گناہ صغیرہ پر جب اتنی باز پرس ہے تو کبیرہ گناہوں میں کیا حال ہوگا)، پھر کہا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوگا) کہ

---

[1] يُخَبَّأُ. (صيغة المجهول. مشتق من الخبأ): چھپانا

[2] نَوَاجِذُ (جمع ناجذ) ڈاڑھ

اس شخص کو اس کی ہر ہر برائی کے بدلہ ایک ایک نیکی دے دو، (یہ فیصلہ سن کر) پھر وہ شخص خود بولے گا کہ میرے تو اور بھی بہت سے گناہ ہیں جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ (اس ارشاد کے بعد) میں نے نبی کریم ﷺ کو ہنستے ہوئے دیکھا، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں۔

تشریح

اس حدیث میں جس شخص کا حال تفصیل سے بیان ہوا ہے یہ وہی شخص ہے جس کو اس حدیث میں "سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا" فرمایا گیا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہے؟ بعض حضرات کے نزدیک یہ وہی شخص ہے جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا، شروع میں اس کی حالت کا اجمالی بیان تھا، پھر اس کی تفصیل ہے۔ لیکن بعض شارحین کے نزدیک یہ کوئی اور شخص ہے اور جنت میں آخر میں داخل ہونے والا شخص اس سے الگ ہے جس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر (۷) میں آ رہا ہے۔[1]

اس شخص کے ذکر کے بعد آپ ﷺ کی ہنسی اس بات پر تھی کہ شروع میں یہ شخص گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا فضل فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھ کر اَب خود ہی اپنے گناہوں کو بیان کر رہا ہے تاکہ ان کے بدلے بھی نیکیاں مل جائیں۔

حدیث

۵...عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: مَا حَجَبَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِيْ إِلَّا ضَحِكَ.

ترجمہ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، اس وقت سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پاس حاضر ہونے سے (کسی بھی وقت) نہیں روکا، اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو ہنستے تھے۔ (یعنی مسکراتے تھے، جیسا کہ اگلی روایت میں صراحت ہے۔)

حدیث

۶...عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ: مَا حَجَبَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَآنِيْ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا تَبَسَّمَ.

---

[1] خصائلِ نبوی مع حاشیہ بتصرف، ص: ۱۹۳

ترجمہ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے میرے مسلمان ہونے کے بعد کسی بھی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا، اور جب بھی مجھے دیکھتے تو آپ مسکراتے تھے۔

حدیث

۷... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّيْ لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا[1]، فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ. قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ. فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ. فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ، قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ. فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِيْ كُنْتَ فِيْهِ. فَيَقُوْلُ: نَعَمْ. قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ. قَالَ: فَيَتَمَنّٰى. فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ الَّذِيْ تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا. قَالَ: فَيَقُوْلُ: تَسْخَرُ بِيْ وَأَنْتَ الْمَلِكُ. قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا، وہ ایک مرد ہوگا جو زمین پر گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا، (عذاب کی سختی جھیلنے کی وجہ سے وہ سیدھا چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا)، اُس سے کہا جائے گا کہ جا، جنت میں داخل ہو جا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چنانچہ وہ جنت میں داخل ہونے کیلئے جائے گا، لیکن وہاں جاکر لوگوں کو اس حال میں پائے گا کہ انہوں نے جنت کے تمام گھر لے لیے ہیں (یعنی سب جگہیں پُر ہو چکی ہیں)، پھر وہ لوٹے گا اور عرض کرے گا: اے میرے پروردگار: لوگوں نے تو سب گھر لے لیے ہیں (یعنی ہر ایک نے قبضہ کرلیا ہے، کوئی جگہ خالی نہیں ہے) اس سے کہا جائے گا: کیا تجھے وہ وقت (یعنی دنیا کی حالت یا دوزخ میں رہنے کی حالت) یاد ہے جس میں تو تھا؟ وہ کہے گا: جی ہاں (یاد ہے) پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو تمنا اور آرزو کر، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ اپنی آرزو بیان کرے گا، تو اس سے کہا جائے گا: اچھا تجھے تیری تمنائیں اور خواہشات دی

[1] زَحْفًا: سرین کے بل گھسیٹ کر چلنا

جارہی ہیں اور دنیا کا دس گنا (بھی)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (تعجب سے) کہے گا: یا اللہ! آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق فرما رہے ہیں!! حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ نے جب اس کی مذاق کی بات نقل فرمائی تو) میں نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہونے لگیں۔

تشریح

نبی کریم ﷺ کی ہنسی اس شخص کی حالت اور جرأت پر تھی کہ اَب تک تو یہ شخص عذاب میں تھا، اور طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کر رہا تھا، اَب اللہ تعالیٰ کے سامنے تمنائیں کر رہا ہے اور تمنا پوری ہونے پر کہہ رہا ہے کہ آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں!!!

واضح رہے کہ اس شخص نے مذاق والی بات اس تناظر میں کہی کہ وہاں جنت میں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ پوری دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرمانے کا کہہ رہے ہیں، اسے حیرت بھی تھی اور حد سے زیادہ خوشی بھی، اس لئے خوشی کی وجہ سے وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس طرح کا جملہ اُس کی زبان سے نکل گیا۔

حدیث

۸... عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا، أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ. فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. ثُمَّ قَالَ: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ . ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا، وَاللهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا، سُبْحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ. ثُمَّ ضَحِكَ. فَقُلْتُ لَهٗ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: "إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا قَالَ: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ، إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَيْرُكَ".

ترجمہ

حضرت علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (ایک مرتبہ ان کے زمانۂ خلافت میں) موجود تھا کہ ان کے پاس ایک سواری لائی گئی، تا کہ وہ اس پر سوار ہوں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں زین میں لگے ہوئے لوہے کے حلقہ میں رکھا تو بسم اللہ

کہا، پھر جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے اور سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ آیت پڑھی:

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

(ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے تابع فرما دیا، ورنہ ہم تو اسے قابو میں کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اور ضرور ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے)

پھر تین مرتبہ الحمد للہ، تین مرتبہ اللہ اکبر کہا پھر یہ دعا پڑھی: سُبْحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ۔ (ترجمہ: تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے، میں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا، لہٰذا آپ مجھے معاف کر دیجئے، کیونکہ آپ کے علاوہ اور کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے، میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا جیسے میں نے کیا، پھر آپ ﷺ ہنسے تھے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے مسکرائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک تیرا رب اپنے بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے جب وہ یہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار: میرے گناہوں کو بخش دے، وہ بندہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔

حدیث

۹...عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ سَعْدٌ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ. قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كَانَ؟ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مَعَهٗ تُرْسٌ❶، وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا. وَكَانَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا بِالتُّرْسِ يُغَطِّيْ جَبْهَتَهٗ. فَنَزَعَ لَهٗ سَعْدٌ بِسَهْمٍ. فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهٗ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِئْ هٰذِهٖ مِنْهُ يَعْنِيْ جَبْهَتَهٗ وَانْقَلَبَ الرَّجُلُ. وَشَالَ❷ بِرِجْلِهٖ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ. قَالَ: قُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ؟ قَالَ: مِنْ فِعْلِهٖ بِالرَّجُلِ.

ترجمہ

حضرت عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول

❶ تُرْسٌ (بضم التاء وسکون الراء): ڈھال

❷ شَالَ (بالرِّجل): ٹانگیں اوپر اٹھانا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ خندق کے دن ہنستے ہوئے دیکھا، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی کس بات پر تھی؟ انہوں نے فرمایا: ایک کافر ڈھال لئے ہوئے تھا، اور حضرت سعدؓ (اگرچہ) تیر انداز تھے، لیکن وہ کافر (اپنے آپ کو بچانے کے لیے) اپنی ڈھال کو اِدھر اُدھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی پیشانی کو (تیر سے بچانے کے لیے ڈھال سے) ڈھانپ لیتا تھا (اور سعد کا تیر لگنے نہیں دیتا تھا)۔ سعد نے (ایک مرتبہ) اس کے لیے تیر نکالا، (اور موقع کے انتظار میں رہے) جب اس کافر نے اپنا سر (ڈھال سے اوپر اٹھایا، تو سعد نے اس کافر کو تیر مارا، اس تیر نے اس آدمی کی پیشانی سے ذرا بھی خطا نہ کی (یعنی وہ تیر اس کی پیشانی پر لگا) اور (فوراً) وہ اُلٹ گیا (یعنی اُلٹا گر گیا) اور اس نے اپنا پاؤں اُوپر اٹھالیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے، حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے (دوبارہ) پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے ہنسے تھے؟ انہوں نے بتایا: اس (سعد) کے اس فعل پر (یعنی سعد نے موقع پا کر اسے اس انداز سے تیر مارا کہ وہ موقع پر ہی الٹا گر کر مر گیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تھے)۔

تشریح

حضرت عامرؓ نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی وجہ دوبارہ اس لئے پوچھی کہ اس واقعہ میں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کافر کے اس طرح گرنے پر ہنسے ہوں کہ اس کی ٹانگیں اٹھ گئیں تھیں جس کی وجہ سے اس کا ستر کھل گیا تھا، جبکہ یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں، اس لئے حضرت عامرؓ نے وضاحت چاہی جس کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے واضح کر دیا کہ ٹانگ اٹھنے پر نہیں ہنسے تھے بلکہ میرے بہترین نشانہ مارنے پر ہنسے تھے کہ وہ کافر بہت ہوشیاری سے کام لے رہا تھا لیکن سعد نے بھی ایسے بہترین انداز سے نشانے پر تیر مارا کہ اس کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملی اور وہ مر گیا۔ [1]

❁❁❁

[1] خصائل نبوی بتصرف، ص: ۱۹۸

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے مزاح کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے مزاح فرمانے کا ذکر ہے۔ ''مزاح'' دل لگی اور خوش طبعی کو کہا جاتا ہے یعنی ایسی بات کرنا جس سے دوسرے کا دل خوش ہو۔ چونکہ آنحضرت ﷺ سے خوش طبعی فرمانا ثابت ہے، اس لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے دوسرے کی دلجوئی کیلئے مزاح کرنا نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ مزاح دو قسم کا ہوتا ہے، اور دونوں کا حکم مختلف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

①... اگر مزاح میں جھوٹ شامل ہو، یا وہ کسی کی ذلت اور رسوائی کا باعث بنے، یا اس سے کسی دوسرے کو ایذاء اور تکلیف پہنچے، یا اتنا زیادہ مزاح کیا جائے جس سے دل سخت ہوجائے یا ہر وقت مزاح کا ماحول بنا لیا جائے جس سے انسان کا وقار مجروح ہو، یا وہ مزاح اللہ تعالی کی یاد سے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی سے غفلت کا سبب بنے تو ایسا مزاح جائز نہیں ہے۔ چنانچہ جن روایات میں ''مزاح'' کی ممانعت آئی ہے[1] اُن سے اسی قسم کا مزاح مراد ہے۔

②... لیکن اگر مزاح میں مذکورہ بالا خرابیاں نہ ہوں، محض دل خوش کرنے کیلئے حقیقت پر مبنی گفتگو کی جائے، اور مزاح کبھی کبھار ہو، ہر وقت مزاح کا ماحول نہ ہو تو ایسی خوش طبعی شرعاً جائز ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، آنحضرت ﷺ نے کبھی کبھار اپنے گھر والوں کے ساتھ اور صحابۂ کرامؓ کے ساتھ اور بچوں کے ساتھ دل لگی اور ہنسی مذاق فرمایا ہے۔ چنانچہ اس باب کی روایات میں آنحضرت ﷺ کے مزاح فرمانے کا ذکر ہے ان سے اسی قسم کا مزاح مراد ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چھ (۶) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ. قَالَ مَحْمُوْدٌ: قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ: يَعْنِيْ يُمَازِحُهُ.

---

[1] مثلاً ترمذی شریف (۳؍۲۷۴) میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لَا تُمَارِ أَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ'' یعنی تم اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے (بے جا) مزاح کرو۔

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (ایک مرتبہ) یَا ذَا الْأُذُنَيْنِ (اے دو کانوں والے) فرمایا۔ محمود راوی کہتے ہیں کہ ابو اسامہ کہتے ہیں: یعنی آپ ان سے مزاح فرما رہے تھے۔

تشریح

عموماً انسان چھوٹے بچوں کو پیار کی وجہ سے اس طرح کے الفاظ کہہ دیتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ جملہ خوش طبعی اور مزاح کے طور پر ارشاد فرمایا، ہوسکتا ہے کہ واقعی ان کے کان بڑے ہوں، یا پھر ان کے کان تیز ہوں کہ وہ بات دُور سے سن لیتے ہوں گے اور سمجھ جاتے ہوں گے، اس لئے آپ نے ان کو "دو کانوں والا" کہہ کر مخاطب فرمایا۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِأَخٍ لِي صَغِيْرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مل جل کر رہتے تھے یعنی مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرے (ماں شریک) چھوٹے بھائی سے آپ فرماتے: اے ابو عمیر! نُغَیر یعنی بلبل نے کیا کیا (یعنی وہ کہاں چلی گئی)۔

تشریح

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماں شریک چھوٹے بھائی کے پاس ایک بلبل تھی جو انہوں نے پال رکھی تھی اور اس سے کھیلا کرتے تھے، ایک دن وہ بلبل مرگئی جس کی وجہ سے ان کو بہت دکھ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم ہوگیا تھا کہ ان کی بلبل مرگئی ہے لیکن پھر بھی ان کو چھیڑنے کیلئے آپ نے بلبل کے بارے میں پوچھا، نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح پوچھنے میں ایک طرح سے اُن کی تسلی اور دلجوئی بھی تھی، اس لئے آپ نے اس طرح کلام فرمایا۔ اس حدیث سے حضراتِ علماءِ کرام نے سو سے زائد مسائل کا استنباط کیا ہے، بعض حضرات نے اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل اور فوائد پر مستقل کتاب لکھی ہے، خود حضرت امام ترمذیؒ نے بھی "فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ" کہہ کر چند فوائد اور مسائل کا ذکر فرمایا ہے جو درجِ ذیل ہیں:-

① ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں کے ساتھ مزاح فرمایا کرتے تھے۔

②... چھوٹے بچے کی بھی کنیت رکھی جا سکتی ہے۔

③... چھوٹے بچے کو کھیلنے کیلئے پرندہ دیا جا سکتا ہے، اور پرندے کو گھر میں پنجرے وغیرہ میں بند کر کے پالنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس کی دیکھ بھال صحیح طریقے سے کی جائے، بر وقت اس کے کھانے اور پانی کا اہتمام کیا جائے۔ اور جو شخص دیکھ بھال صحیح طریقے سے نہ کر سکے اُس کیلئے پرندوں کو پنجرے میں قید کرنا جائز نہیں ہے۔

④... بچے کو اگر کسی جائز بات پر دُکھ ہو تو اُسے تسلی دی جا سکتی ہے۔

حدیث

۲... عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا[1] قَالَ: إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ: آپ ہم سے ہنسی مزاق بھی فرمالیتے ہیں! حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جی ہاں (میں کبھی مزاح بھی کر لیتا ہوں) مگر میں (مزاح میں بھی) حق بات ہی کہتا ہوں (کبھی غلط بات نہیں کہتا)۔

تشریح

چونکہ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مزاح سے منع فرمایا تھا، پھر جب آپ ﷺ نے خود مزاح فرمایا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا، ویسے بھی مزاح حضور اقدس ﷺ کے منصب اور شان کے ظاہراً خلاف لگتا تھا، اس لئے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں حضور اقدس ﷺ سے اس کی حقیقت سمجھنے کیلئے سوال عرض کیا، جس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے مزاح کرتا ہوں، اس میں کسی کی تحقیر یا کوئی غلط بات شامل نہیں ہوتی، اس لئے یہ ممانعت میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی منصب نبوت اور وقار کے خلاف ہے۔

حدیث

۳... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّيْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ. مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوْقُ.

---

[1] تُدَاعِبُ اي تُمَازِحُ: دل لگی اور مزاح کرنا

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے سواری کا کوئی جانور طلب کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا، اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اونٹنی کا بچہ لیکر کیا کروں گا؟ (مجھے تو سواری کیلئے جانور چاہئے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا اونٹوں کو اونٹنیاں نہیں جنتیں؟ (یعنی ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے)۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جو اونٹ بھی سواری کے قابل ہوتا ہے وہ بہر حال کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو گیا ہو۔ اس جملہ میں مزاح بھی ہے اور حقیقت کا بیان بھی۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آدمی کو دوسرے کی بات غور و فکر سے سُننی چاہئے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس کے بعد جواب دینے کی ضرورت ہو تو جواب دیا جائے۔

حدیث

۵... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا وَكَانَ يُهْدِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ. فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ. وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا[1] فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهُ فَاحْتَضَنَهُ[2] مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهُ. فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ أَرْسِلْنِيْ. فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُوْ[3] مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهُ. فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَا الْعَبْدَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِيْ كَاسِدًا[4]. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ أَوْ

---

[1] دَمِيْمًا: (بالدال المهملة): وہ شخص جس کی شکل و صورت اچھی نہ ہو۔

[2] اِحْتَضَنَ: پشت کی جانب سے بغل میں ہاتھ ڈال کر سینے سے لگانا۔

[3] لَا يَأْلُوْ: کوتاہی نہ کرنا، یعنی حضرت زاہرؓ نے اپنی پشت آپ ﷺ کے سینے سے ملانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

[4] كَاسِدًا: کھوٹا، یعنی نہ فروخت ہونے والا مال یا کم قیمت پر فروخت ہونے والا مال۔

قَالَ: أَنتَ عِندَ اللهِ غَالٍ[1].

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک شخص کا نام حضرت زاہرؓ بن حرام تھا، وہ (جب حاضر خدمت ہوتے تو) جنگل کی چیزوں (یعنی سبزی اور پھلوں) میں سے کوئی نہ کوئی چیز (لاتے تھے اور نبی کریم ﷺ کو) ہدیہ کے طور پر پیش کرتے تھے، اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے، تو نبی کریم ﷺ انہیں ضرورت کا سامان عطا فرماتے تھے۔ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کا شہر ہیں، (یعنی وہ ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور ہم اس کی شہری ضرورتیں پوری کرتے ہیں)۔ اور رسول اللہ ﷺ زاہرؓ سے محبت فرماتے تھے اور وہ کچھ بد صورت بھی تھے، ایک دن نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت وہ اپنا سامان (بازار میں) بیچ رہے تھے، آپ نے ان کو پیچھے سے اپنے سینہ سے لگا لیا، اس طرح کہ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے، وہ کہنے لگے: ارے یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑو، لیکن جب انہوں نے کنکھیوں سے دیکھا تو نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا، پھر وہ بہت اہتمام سے اپنی پشت کو پیچھے کی طرف کر کے حضور اقدس ﷺ کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (تاکہ زیادہ سے زیادہ انوار و برکات حاصل ہوسکیں) پھر نبی کریم ﷺ فرمانے لگے: اس غلام کو کون خریدے گا؟ زاہرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس حالت میں اللہ کی قسم آپ مجھے کھوٹا (یعنی نہ بکنے والا یا کم قیمت پر بکنے والا) پائیں گے (یعنی مجھ جیسے بدصورت کو کون خریدے گا؟) اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مگر تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو، یا یوں فرمایا: مگر تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قیمت والے ہو۔

تشریح

اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زاہرؓ سے دو طرح مزاح فرمایا ہے: (۱)... آپ ﷺ نے پیچھے سے آکر سینے سے لگایا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ (۲)... آپ ﷺ نے حضرت زاہر کی بولی لگائی کہ اس غلام کا خریدار کون ہے؟ یہ بھی خوش طبعی تھی، کیونکہ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ غلام نہیں تھے، بلکہ آزاد تھے جن کی خرید و فروخت نہیں ہوسکتی تھی۔ اس واقعہ سے جہاں ایک طرف آنحضرت ﷺ کے مزاح اور خوش طبعی کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور

[1] غَالٍ: (مشتق من الغلاء): مہنگا، قیمتی، زیادہ قیمت پر فروخت ہونے والا۔

آنحضرت ﷺ کی اُن سے محبت اور بے تکلفی بھی معلوم ہوتی ہے، اور یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کی فضیلت کا معیار "تقویٰ اور نیک اعمال" ہیں، اُس کی ظاہری شکل وصورت نہیں ہے۔

حدیث

۱۔۔۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَتَتْ عَجُوزٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ. ادْعُ اللهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ. فَقَالَ: يَا أُمَّ فُلَانٍ. إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ. قَالَ: فَوَلَّتْ تَبْكِي فَقَالَ: أَخْبِرُوْهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ. إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا ❶ أَتْرَابًا﴾ ❷.

ترجمہ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں: کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت روتی ہوئی واپس جانے لگی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے بتلا دو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان اور کنواری ہو کر جنت میں داخل ہوگی)، بیشک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے ان (جنت کی) عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، ہم نے ان کو کنواریاں، محبوب اور (شوہروں کی) ہم عمر بنایا ہے۔ (یعنی وہ ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں، ہر صحبت کے بعد وہ پھر کنواریاں بن جائیں گی، شوہر جب بھی ان کے پاس جنسی خواہش کی تکمیل کیلئے آئے گا تو اُنہیں کنواری ہی پائے گا)۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ كَلَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّعْرِ

اشعار کے متعلق حضور اقدس ﷺ کے ارشادات

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں اشعار کے متعلق نبی کریم ﷺ کے ارشادات مذکور ہیں، یعنی حضور اقدس ﷺ کا جن اشعار کو پڑھنا یا سننا روایات میں آیا ہے اُن کا ذکر ہے۔ شعر اُس ہم قافیہ اور ہم وزن کلام کو کہتے ہیں جو اپنے قصد و اختیار سے

---

❶ عُرُبًا (بضم العين والراء)، جمعُ عروبة: وہ عورت جو اپنے شوہر کی عاشق ہو اور اس کی پسندیدہ محبوبہ ہو۔

❷ أَتْرَابًا جمعُ ترب (بكسر التآء): ہم عمر، جن کی عمر ایک جیسی ہو۔

شعر کے طرز پر بنایا گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہیں تھے، کبھی کبھی کوئی ایک آدھ شعر کہہ لیا تو وہ الگ بات ہے، اس سے آدمی شاعر نہیں کہلاتا۔ البتہ کہیں کہیں بلا قصد و اختیار آپ کی زبان مبارک سے کلام ہی ایسا نکل جاتا تھا جو ہم وزن اور شعر کے طرز پر ہوتا تھا، یہ بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

اشعار کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر اچھی چیز ہے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر کہنا ممنوع اور بُرا ہے۔ البتہ ایک حدیث میں شعر کے متعلق جو تفصیل بیان کی گئی ہے اُس سے تمام روایات میں مطابقت ہوجاتی ہے اور شعر کا شرعی حکم بھی واضح ہوجاتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعر کا حکم کلام کی طرح ہے، اچھا شعر اچھے کلام کی طرح ہے اور بُرا شعر بُرے کلام کی طرح ہے [1]۔ اس روایت کی روشنی میں شعر کے حکم میں درج ذیل تفصیل ہے:۔

① ... جس شعر کا مضمون صحیح اور مُفید ہو، اس میں دین اور حکمت کی کوئی بات ہو، غلط بیانی اور جھوٹ نہ ہو تو ایسے اشعار کہنا، سننا اور پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں اتنا زیادہ انہماک نہ ہو جو فرائض و واجبات کی اور ضروری حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ بنے۔

② ... جس شعر کا مضمون غلط ہو، ناجائز اور گناہ کی بات پر مشتمل ہو، یا اُس میں کوئی مفید بات نہ ہو تو ایسے اشعار کہنا، سننا اور پڑھنا ممنوع ہے۔ پھر جو حکم مضمون کا ہوگا وہی حکم شعر کا بھی ہوگا، مثلاً اگر مضمون ناجائز بات پر مشتمل ہو تو وہ شعر بھی ناجائز ہے، اور مضمون اگر مکروہ یا خلافِ اولیٰ بات پر مبنی ہو تو وہ شعر بھی مکروہ یا خلافِ اولیٰ ہوگا۔ [2] اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے نو (۹) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: قِيلَ لَهَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ [3] بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ. وَيَتَمَثَّلُ بِقَوْلِهِ:
[البحر الطويل] وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ [4]

---

[1] جمع الوسائل فی شرح الشمائل: ۲/ ۳۲

[2] خصائلِ نبوی بتصرف، ص: ۲۰۵۔ تکملۃ فتح الملہم: ۴/ ۴۲۲

[3] يَتَمَثَّلُ: (بالشعر): مثال اور نمونہ کے طور پر کوئی شعر پڑھنا

[4] خصائلِ نبوی مختصراً، ص: ۲۰۶

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی شعر بھی پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ مثال کے طور پر کبھی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا کوئی شعر پڑھ لیتے تھے، (اور کبھی کسی اور شاعر کا بھی) اور کبھی (عرب کے مشہور شاعر "طرفہ" کا) یہ مصرعہ بھی پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے: وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ (یعنی تیرے پاس کبھی وہ شخص بھی خبریں لے آتا ہے جس کو تو نے زادِ راہ یعنی کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا)۔

تشریح

مذکورہ مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر کسی جگہ کے حالات اور خبریں معلوم کرنے کیلئے کسی بندے کو بھیجا جاتا ہے جس کو سفرخرچ بھی دینا پڑتا ہے، لیکن کبھی کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آدمی آکر خود ہی سارے حالات اور خبریں بتادیتا ہے، اس کیلئے کوئی خرچہ نہیں کرنا پڑتا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے اپنی مثال بیان فرمائی ہے کہ آپ لوگوں کو دین کی باتیں اور جنت وجہنم کے احوال بغیر کسی معاوضہ اور اجرت کے سناتے اور بتاتے ہیں۔

حدیث

۲... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: [البحر الطويل] أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ. وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ".

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ سچا کلمہ یعنی شعر جو کسی شاعر نے کہا ہے، وہ لبید شاعر کا یہ قول ہے: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهُ بَاطِلٌ (خوب سمجھ لو کہ اللہ جل جلالہٗ کے علاوہ دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے) اور امیہ بن ابی الصلت قریب تھا کہ اسلام لے آتا۔

تشریح

حضرت لَبِید رضی اللہ عنہ بن رَبِیعہ عرب کے مشہور شاعر ہیں، لیکن مسلمان ہونے کے بعد سے انہوں نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا، اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران مجھے شعر کے نعم البدل کے طور پر عطا فرمادی ہیں اس لئے اب مجھے شعر کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور اُمیہ بن ابی الصلت بھی ایک مشہور عربی شاعر تھا، اس کے اشعار صحیح حقائق پر مشتمل ہوتے تھے، وہ قیامت کو بھی مانتا

تھا، اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ اسلام لانے کے قریب ہوگیا تھا، لیکن اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ [1]

حدیث

۳... عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ [2] الْبَجَلِيِّ قَالَ: أَصَابَ حَجَرٌ أُصْبُعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمِيَتْ [3]. فَقَالَ: هَلْ أَنْتِ إِلَّا أُصْبُعٌ دَمِيْتِ. وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ.

ترجمہ

حضرت جندب بن عبد اللہ بَجَلِی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ایک پتھر حضور اقدس ﷺ کی انگلی میں لگ گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ خون آلود ہوگئی تھی، اس پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا: تو ایک انگلی ہے، جو خون آلود ہوگئی ہے، اوراللہ کے راستے میں تمہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے، (اس لئے یہ تکلیف رائیگاں نہیں جائے گی، بلکہ اس پر اجر وثواب ملے گا)۔

حدیث

۴... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا عُمَارَةَ؟ فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلٰكِنْ وَلَّى سَرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا. وَرَسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ. أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ.

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا: اے ابو عمارہ! کیا تم سب لوگ (جنگ حنین میں) حضور اقدس ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کی قسم! حضور اقدس ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری، مگر لشکر میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں سے اکثر قبیلہ بنی سلیم اور مکہ کے نومسلم نوجوان تھے)، پیٹھ

---

[1] معارف ترمذی مختصراً: ۵/ ۲۹۳

[2] حضرت جُندُب کے والد کا نام عبد اللہ ہے، یہ اپنے دادا سفیان کی طرف منسوب ہیں۔ (حاشیہ خصائل نبوی، ص: ۲۰۷)

[3] [illegible]

پھیر لی تھی، (وجہ یہ تھی کہ) قبیلہ ہوازن نے سامنے کی طرف سے اُن پر تیر چلائے تھے، جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی، اس وقت نبی کریم ﷺ یہ فرما رہے تھے: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ. أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ (ترجمہ: بلا شک وشبہ میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، اور میں عبد المطلب کا بیٹا یعنی پوتا ہوں۔)

تشریح

غزوۂ حنین کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے، اس غزوہ میں ایک موقع پر کفار کے حملے کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر اِدھر اُدھر منتشر ہوگیا تھا، صرف چند صحابۂ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے جن کی تعداد اُس وقت کے افراتفری والے ماحول میں کم وبیش ہوتی رہی، اسی لئے مختلف روایات میں مختلف تعداد آئی ہے، بہر حال اس موقع پر نبی کریم ﷺ بنفسِ نفیس آگے بڑھے، اور روایات کے مطابق ایک وقت ایسا بھی آیا جب آپ اپنی سواری سے اُتر کر اکیلے ہی آگے بڑھنے لگے تھے، اور جلال میں آکر یہ جملہ پڑھ رہے تھے: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ. أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ. پھر آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو، چنانچہ اس آواز کے سنتے ہی سب صحابۂ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے گرد جمع ہوگئے، اور آپ نے حملے کا حکم دیا، چنانچہ میدانِ جنگ گرم ہوگیا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

مذکورہ جملے میں حضور اقدس ﷺ نے اپنی نسبت اپنے والد کی طرف کرنے کے بجائے اپنے دادا حضرت عبد المطلب کی طرف اس لئے فرمائی کہ آپ کے والد کا انتقال جوانی میں آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہوگیا تھا، اُن کی اتنی شہرت نہیں تھی، جبکہ حضرت عبد المطلب مشہور سردار تھے، اس لئے آپ نے دادا کی طرف نسبت فرمائی۔ اور بعض علماء نے یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ حضرت عبد المطلب کی اولاد میں آخری نبی ظاہر ہوں گے جو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہوں گے، حضور اقدس ﷺ نے اپنی نسبت حضرت عبد المطلب کی طرف کرکے لوگوں کو یہ مشہور بات یاد دلائی، گویا یہ وقت اس بات کی تصدیق کا ہے۔ [1]

حدیث

۵... عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ.

---

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۲۰۹ - معارف ترمذی: ۳۰۱/۵

وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيْهِ، وَهُوَ يَقُوْلُ: [البحر الرجز]

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ ... اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ [1] عَنْ مَقِيْلِهٖ [2] ... وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ. فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ، فَلَهِيَ أَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ [3].

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرہ کی قضا کرنے کیلئے مکہ مکرمہ داخل ہوئے، تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:-

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ .... اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ .... وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

ترجمہ

اے کفار کی اولاد! آپ کا راستہ خالی چھوڑ دو، آج حضور اقدس ﷺ کے مکہ مکرمہ آنے سے روکنے پر ہم تمہیں ایسی ماریں گے، جو کھوپڑیوں کو ان کی جگہ سے جدا کر دے گی، اور دوست کو اس کے دوست سے غافل کر دے گی۔

حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: اے ابن رواحہ! رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں تم شعر پڑھ رہے ہو؟ (یہ بات سن کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر! ابن رواحہ کو چھوڑ دو (اسے شعر کہنے سے مت روکو) کیونکہ یہ اشعار کافروں پر تیر پھینکنے سے کہیں زیادہ اثر کرتے ہیں۔

تشریح

حضرت عمرؓ نے حضور اقدس ﷺ کے ادب اور احترام اور حرم مکہ کے احترام کے پیش نظر حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ کو منع فرمایا، لیکن حضور اقدس ﷺ نے وقتی مصلحت کے لحاظ سے فرمایا کہ یہ اشعار

---

[1] هَامٌ (جمعُ هَامَة): کھوپڑی، دماغ

[2] مَقِيْل: جگہ یعنی گردن

[3] نَضْحِ النَّبْلِ: تیر پھینکنا

بھی زبان کا جہاد ہے، اس لئے کہنے دو۔ جیسا کہ اسی باب کی حدیث نمبر (۹) میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ خود حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجدِ نبوی میں منبر رکھوایا کرتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہوکر آپ ﷺ کی شان میں فخریہ اشعار پڑھیں یا آپ ﷺ کی طرف سے دفاع کریں اور کفار کے الزامات کا جواب دیں۔

حدیث

۶...عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُوْنَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ وَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ.

ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سو سے زیادہ مجلسوں میں بیٹھا ہوں، جس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے کو اشعار سناتے اور زمانہ جاہلیت کی چیزوں کا تذکرہ کرتے تھے، آپ ﷺ (اس پر) خاموش رہتے، (ان کو منع نہ فرماتے)، بلکہ کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرا دیتے تھے۔

حدیث

۷...عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: [البحر الطويل] أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ".

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے عمدہ اور اچھا شعر، جو کسی عرب شاعر نے کہا ہے وہ لبید شاعر کا یہ مقولہ ہے: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلٌ (خوب سمجھ لو کہ اللہ جل جلالہٗ کے علاوہ دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔)

حدیث

۸...عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ[1] النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْشَدْتُهُ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ الثَّقَفِيِّ. كُلَّمَا

---

[1] رِدْف (بکسر الراء سکون الدال): سواری پر پیچھے بیٹھنے والا

أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيْهْ ❶. حَتّٰى أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ يَعْنِيْ بَيْتًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ.

ترجمہ

حضرت شرید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، اس وقت میں نے حضور اقدس ﷺ کو امیہ بن ابی صلت ثقفی کے سو شعر سنائے، میں جب بھی آپ کو کوئی شعر سناتا تو آپ فرماتے: اور سناؤ، یہاں تک کہ میں نے آپ کو امیہ کے سو شعر سنائے، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔

حدیث

۹... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ: يُنَافِحُ ❷ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا يُنَافِحُ أَوْ يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجدِ نبوی میں منبر رکھوایا کرتے تھے، جس پر وہ کھڑے ہوتے اور کفار کے مقابلے میں (اپنے اشعار کے ذریعہ) رسول اللہ ﷺ کی برتری ثابت کرتے، (راوی کہتے ہیں) یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں فرمایا: وہ حضور اقدس ﷺ کی طرف سے (کفار کے اشعار اور ہجو کا اپنے اشعار کے ذریعہ) دفاع کرتے، اور رسول اللہ ﷺ فرماتے: یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ حسان بن ثابت کی روح القدس یعنی جبرائیل امین کے ذریعہ مدد و نصرت فرماتے ہیں، جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی کفار کے مقابلے میں برتری ثابت کرتے ہیں، یا یوں فرمایا کہ: جب تک کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے دفاع اور مقابلہ کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔

❀❀❀

---

❶ هِيْهْ (بكسر الهاء وسكون الياء، اسم فعل): اضافہ کرو، اور زیادہ کرو

❷ يُنَافِحُ: دفاع کرنا

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّمَرِ

حضور اقدس ﷺ کے رات کی قصہ گوئی کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کے رات کے وقت قصے بیان فرمانے کا ذکر ہے۔ نبی کریم ﷺ کبھی کبھی رات کو اپنے اہل خانہ کے سامنے کوئی دلچسپ قصہ اور کہانی بیان فرمایا کرتے تھے، اس باب کی احادیث میں اسی قسم کے دو قصوں کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ان کی خوش طبعی کیلئے گفتگو کی جا سکتی ہے۔ جن روایات میں عشاء کے بعد گفتگو کی ممانعت ہے[1] اس سے مراد وہ گفتگو ہے جو فضول اور بے مقصد ہو۔ لیکن اگر کسی دینی مسئلے پر بات چیت ہو یا سبق کا تکرار اور مطالعہ ہو، یا کوئی وعظ ونصیحت کا بیان ہو یا ضروری گفتگو ہو تو وہ عشاء کے بعد بھی کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس میں اس قدر مشغولیت نہ ہو کہ جس سے فجر کی جماعت رہ جائے یا نماز قضا ہو جائے۔[2] اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دو (۲) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱...عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَدَّثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيْثًا، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: كَأَنَّ الْحَدِيْثَ حَدِيْثُ خُرَافَةَ فَقَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا خُرَافَةُ؟ إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَةَ، أَسَرَتْهُ[3] الْجِنُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَكَثَ فِيْهِمْ دَهْرًا، ثُمَّ رَدُّوْهُ إِلَى الْإِنْسِ فَكَانَ يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَى فِيْهِمْ مِنَ الْأَعَاجِيْبِ[4]، فَقَالَ النَّاسُ: حَدِيْثُ خُرَافَةَ".

---

[1] كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثِ بَعْدَهَا. (سنن أبي داود: ۲۶۳/۴)

[2] قال العلماء والمكروه من الحديث بعد العشاء هو ما كان في الأمور التي لا مصلحة فيها أما ما فيه مصلحة وخير فلا كراهة فيه وذلك كمدارسة العلم.....الخ (شرح النووي على مسلم: ۱۳۶/۵)

[3] أَسَرَتْهُ: قید کرنا، یعنی جنات نے اسے قید کرلیا، پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔

[4] أَعَاجِيْبِ: أُعْجُوْبَه کی جمع، حیرت انگیز چیزیں، تعجب میں ڈالنے والے قصے اور باتیں۔

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے اپنی خواتین یعنی ازواجِ مطہرات کو ایک قصہ سنایا، ان میں سے ایک عورت نے کہا: یہ قصہ (حیرت اور تعجب میں) بالکل خرافہ کے قصہ جیسا ہے، (عرب میں خرافہ کے قصے ضربُ المثل تھے) حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا؟ خرافہ قبیلۂ عُذرہ کا ایک آدمی تھا، زمانۂ جاہلیت میں اُسے جنات نے قید کرلیا تھا (یعنی اسے پکڑ کر لے گئے تھے) وہ جنات کے پاس ایک طویل عرصے تک رہا، پھر وہ اس کو انسانوں میں واپس چھوڑ گئے، پھر خرافہ لوگوں کے سامنے وہ حیرت انگیز چیزیں بیان کرتا تھا جو اُس نے جنات میں دیکھی تھیں، اس کے بعد سے لوگ ہر تعجب میں ڈالنے والے قصہ کو "حَدِيثُ خُرَافَةَ" کہنے لگے۔

تشریح

عرب میں خرافہ کے قصے مشہور تھے، کیونکہ یہ لوگوں کو جنات کے پاس قیام کے زمانے کے واقعات سناتا تھا جو حیرت انگیز ہوتے تھے، لوگ اس کو جھوٹا سمجھتے تھے، حالانکہ وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا، بلکہ وہ سچ ہی بتاتا تھا۔ چونکہ اس کے قصوں کو لوگ جھوٹ اور من گھڑت سمجھتے تھے اس لئے یہ شخص خرافہ سے مشہور ہوگیا، ورنہ ممکن ہے کہ اس شخص کا اصل نام کچھ اور ہو۔ اس کے بعد عرب میں جب بھی کوئی حیرت انگیز بات ہوتی یا کوئی واقعہ پیش آتا تو یوں کہہ دیا جاتا کہ یہ خرافہ کے قصے کی طرح عجیب و غریب ہے۔

حدیث

حَدِيثُ أُمِّ زَرْعٍ

۲... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَلَسَتْ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا.

ترجمہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ کسی جگہ) گیارہ عورتیں بیٹھیں اور ان سب نے یہ اقرار کیا اور عہد کیا کہ وہ اپنے اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہ چھپائیں گی، (پورا پورا حال سچ سچ بیان کریں گی)۔

تشریح

ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں، اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آیا ہے،

پھر ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے، اس لئے یہاں نام ذکر نہیں کئے گئے۔ یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں، ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضرورت سے گئے ہوئے تھے، یہ فارغ تھیں، دل بہلانے کے لئے بیٹھ گئیں اور باتیں شروع ہوگئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کرے۔

پہلی عورت کی گفتگو

فَقَالَتِ الْأُوْلٰى: زَوْجِيْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ[1]. لَا سَهْلٌ فَيُرْتَقٰى، وَلَا سَمِيْنٌ فَيُنْتَقَلُ.

ترجمہ

پہلی عورت نے کہا: میرا خاوند ناکارہ دبلے اُونٹ کے گوشت کی طرح ہے جو ایک دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو، نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو۔ اور نہ وہ گوشت ہی ایسا عمدہ ہے کہ (تکلیف اٹھا کر) لایا جائے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جیسے اونٹ کا گوشت زیادہ پسندیدہ نہیں ہوتا، اور پھر وہ بھی اگر ناکارہ اور دُبلے اونٹ کا گوشت ہو تو اس کی طرف کسی کی رغبت نہیں ہوتی، اسی طرح میرا خاوند بے کار ہے، کسی کام کا نہیں ہے، برائے نام کسی کام کا ہو بھی تو بد اخلاق اور متکبر اتنا ہے کہ اس تک رسائی مشکل ہے، نہ ملتے بن پڑے، نہ چھوڑے بن پڑے۔

دوسری عورت کی گفتگو

قَالَتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِيْ لَا أَبُثُّ خَبَرَهٗ، إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهٗ، إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهٗ وَبُجَرَهٗ.[2]

ترجمہ

دوسری عورت نے کہا: میں اپنے خاوند کا حال نہیں بتا سکتی، میں ڈرتی ہوں کہ اگر اس کے عیوب بیان کرنے شروع کروں تو پورے نہ بتا سکوں (کیونکہ) اگر بتاؤں تو ظاہری اور باطنی سب عیوب بیان کروں۔

---

[1] غَثٍّ: دُبلا، کمزور وَعْرٍ: دشوار گزار، مشکل

[2] عُجَر: (بضم العين وفتح الجيم. جمع عجرة) گرہ اور گردن کی رگوں میں پھولی ہوئی جگہ، مراد ظاہری عیوب
بُجَر: (بضم الباء وفتح الجيم. جمع بجرة) پھولی ہوئی ناف، مراد باطنی عیوب

تشریح

مطلب یہ کہ میرا خاوند سراپا عیب ہے، کہاں تک اس کے عیوب گنواؤں، اس میں اس قدر عیوب ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، اگر میں ظاہری اور باطنی عیوب بیان کرنا شروع کروں تو مجھے ڈر ہے کہ پورے بیان نہ کرسکوں گی، درمیان میں ادھورا چھوڑنا پڑے گا۔ غرض کہ اجمالاً اس نے خاوند کا حال بیان کیا اور تفصیل سے معذرت کر لی۔

تیسری عورت کی گفتگو

قَالَتِ الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَشَنَّقُ ❶، إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ، وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ.

ترجمہ

تیسری عورت نے کہا: میرا خاوند لمبا ہے یعنی حد سے زیادہ لمبا ہے، (اس قسم کا آدمی عموماً بے وقوف ہوتا ہے)، اگر میں (کسی بات پر) بول پڑوں تو فوراً مجھے طلاق مل جائے، اور اگر چپ رہوں تو لٹکی رہوں (نہ شوہر والیوں میں شمار، نہ بے شوہر والیوں میں کہ کسی دوسری جگہ شادی کرسکوں۔)

تشریح

مطلب یہ ہے کہ میرا خاوند بے وقوف ہے اور بد خلق بھی ہے، اگر کوئی بات زبان سے نکالوں اور اپنی کوئی ضرورت بیان کروں تو فوراً طلاق دیدے، اگر چپ رہوں تو خود سے کسی بات کی اس کو پروا نہیں، بس یوں ہی لٹکی رہتی ہوں۔

چوتھی عورت کی گفتگو

قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ. لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ. وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ. ❷

ترجمہ

چوتھی عورت نے کہا: میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح (معتدل مزاج) ہے، نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا، اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال اور نہ اُکتاہٹ۔

تشریح

---

❶ الْعَشَنَّقُ: (بفتح العين والشين. ج: عشانقة) بہت لمبا ہونا

❷ تِهَامَةَ: مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ جہاں رات معتدل رہتی ہے۔ قُرٌّ: ٹھنڈا۔ سَآمَةَ: اکتاہٹ

اس عورت نے اپنے شوہر کی تعریف کی کہ وہ معتدل مزاج ہے، نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے، نہ بیزار رہتا ہے۔ اس کے پاس رہنے سے یا کسی چیز کا مطالبہ کرنے سے کوئی خوف نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس سے طبیعت اُکتاتی ہے۔

پانچویں عورت کی گفتگو

قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِيْ إِنْ دَخَلَ فَهِدَ، وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ ❶، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ.

ترجمہ

پانچویں عورت نے کہا: میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے، اور جو کچھ مال و اسباب گھر میں چھوڑ جاتا ہے اس کے بارے میں نہیں پوچھتا۔

تشریح

اس عورت نے بھی اپنے خاوند کی تعریف کی کہ وہ گھر میں آکر چیتے کی طرح سو جاتا ہے، اور سونے والے کی طرح بے خبر ہوتا ہے۔ ہماری کسی بات سے خفا نہیں ہوتا، نہ کسی چیز میں دخل دیتا ہے، اور گھر میں جو کھانے پینے کی اشیاء ہوں ان کے متعلق باز پرس نہیں کرتا، یعنی سخی اور دل والا ہے۔ البتہ جب گھر سے باہر نکلتا ہے تو شیر کی طرح بہادر ہوتا ہے، باہر لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

چھٹی عورت کی گفتگو

قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِيْ إِنْ أَكَلَ لَفَّ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ، وَلَا يُوْلِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ ❷.

ترجمہ

چھٹی عورت نے کہا: میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے، اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے، اور لیٹتا ہے تو اکیلا ہی چادر میں لپٹ جاتا ہے، میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا کہ میرا دکھ درد جان سکے۔

---

❶ فَهِدَ: (س) چیتے کی طرح ہونا، یعنی غافل ہونا — أَسِدَ: (س) شیر کی طرح ہونا

❷ لَفَّ: (ن) لپیٹنا، ملانا — اشْتَفَّ: (افتعال) سارا پانی پی جانا — الْبَثَّ: شدید غم اور پریشانی

تشریح

اس عورت نے اپنے خاوند کی برائی اور مذمت بیان کی کہ اس کو بیل کی طرح کھانے پینے کے سوا کوئی کام نہیں، اور کسی کی پرواہ کئے بغیر کھاتا پیتا ہے۔ بیوی بچوں کی خبر تک نہیں لیتا۔ اجنبیوں کی طرح اکیلے چادر میں لپٹ کر سوجاتا ہے، بیوی کے ساتھ دل لگی اور صحبت کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔

ساتویں عورت کی گفتگو

قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِيْ عَيَايَاءُ[1] أَوْ غَيَايَاءُ. طَبَاقَاءُ[2]. كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ. شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ[3] أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ.

ترجمہ

ساتویں عورت نے کہا: میرا خاوند صحبت سے عاجز اور نامرد ہے، اور اتنا بے وقوف ہے کہ بات بھی نہیں کرسکتا، ہر بیماری اس میں موجود ہے۔ (ظالم ایسا ہے کہ) سر پھوڑ دے یا جسم زخمی کردے یا دونوں ہی کر گزرے۔

تشریح

اس عورت نے بھی اپنے خاوند کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ حق زوجیت ادا کرنے سے عاجز ہے۔ اور اتنا بیوقوف ہے کہ لوگوں کے سامنے بات تک نہیں کرسکتا۔ اور اخلاق ایسے ہیں کہ بات کرے تو گالی دے، مذاق کرے تو سر پھوڑ دے، ناراضگی کی کوئی بات ہو جائے تو اعضاء توڑ ڈالے یا یہ ساری زیادتیاں کر گزرے۔

آٹھویں عورت کی گفتگو

قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِيْ الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ زَرْنَبٍ[4].

ترجمہ

آٹھویں عورت نے کہا: میرا شوہر چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے، اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہے۔

---

[1] عَيَايَاءُ: (مشتق من العَيّ) عاجز ہونا، ناقابل ہونا، اس اونٹ کو کہتے ہیں جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

[2] طَبَاقَاءُ: (مشتق من الطبق) بند ہونا، اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ہونٹ بات کرتے وقت بند ہوجائیں۔

[3] شَجَّكِ: (س) سر زخمی کرنا فَلَّكِ: (ن) کند کرنا، دھار توڑنا، یہاں جسم توڑنا مراد ہے

[4] أَرْنَبٍ: خرگوش زَرْنَبٍ: ایک خوشبودار پودہ، بعض حضرات نے اس کا ترجمہ زعفران سے کیا ہے۔

تشریح

اس عورت نے اپنے خاوند کی تعریف کی کہ اس کا ظاہر و باطن دونوں اچھے ہیں، نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں، نازک بدن اور خوشبو دار جسم والا ہے کہ لپٹنے کو دل چاہے۔

نویں عورت کی گفتگو

قَالَتِ التَّاسِعَةُ: زَوْجِي رَفِيْعُ الْعِمَادِ طَوِيْلُ النِّجَادِ عَظِيْمُ الرَّمَادِ قَرِيْبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ ❶۔

ترجمہ

نویں عورت نے کہا: میرا خاوند اونچے محل والا، اونچے قد والا اور بڑی راکھ والا ہے، اور اس کا مکان دارُالمشورہ کے قریب ہے۔

تشریح

اس عورت نے اپنے شوہر کی تعریف کی اور کہا کہ وہ بڑا رئیس اور سخی ہے، ہر وقت اس کا باورچی خانہ گرم رہتا ہے۔ اس لئے راکھ بہت نکلتی ہے، اعتدال کے ساتھ دراز قد ہے جو پسند کیا جاتا ہے، سمجھ دار بھی ہے کہ ہر شخص اس سے مشورہ کے لئے آتا ہے اس لئے گویا اس کا گھر دارُالمشورہ میں ہے۔

دسویں عورت کی گفتگو

قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي مَالِكٌ. وَمَا مَالِكٌ ! مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكِ. لَهُ إِبِلٌ كَثِيْرَاتُ الْمَبَارِكِ ❷. قَلِيْلَاتُ الْمَسَارِحِ. إِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ ❸ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ.

ترجمہ

دسویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا نام مالک ہے، اور مالک کیا خوب ہے، مالک میری تمام تعریفوں سے بہتر ہے، اس کے پاس اونٹ ہیں جن کے بہت سے شتر خانے ہیں اور کمتر چراگاہیں ہیں۔ جب اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کر لیتے ہیں۔

---

❶ النِّجَادِ: پرتلہ، قد النَّادِ: قوم کی مجلسِ مشاورت

❷ الْمَبَارِكِ: (جمعُ مبرك) اونٹوں کے رہنے کی جگہ، باڑا الْمَسَارِحِ: (جمعُ مسرح) جانوروں کی چرنے کی جگہ

❸ الْمِزْهَرِ: (بکسر الميم وسكون الزاء. ج: مزاهر) سارنگی، باجہ هَوَالِكُ: (جمعُ هالكة) ہلاک یعنی ذبح ہونے والے

تشریح

اس عورت نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے کہ اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے، اس لئے اس کے اونٹ چرنے کے لئے جنگل نہیں جاتے، اکثر اوقات گھر ہی میں کھڑے کر کے کھلائے جاتے ہیں، تاکہ مہمانوں کی آمد پر فوراً ذبح کیا جاسکے۔ عربوں میں یہ دستور تھا کہ جب ان کے پاس مہمان آتے تو ساز اور باجوں سے ان کا استقبال کیا جاتا تھا، اس لئے اس عورت نے کہا اور جب وہ اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ اب ہمیں عنقریب مہمانوں کیلئے ذبح کیا جائے گا۔

گیارہویں عورت (اُم زرع) کی گفتگو

قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ: زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ وَمَا أَبُو زَرْعٍ؟ أَنَاسَ (1) مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ، وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ، وَبَجَّحَنِي (2) فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ (3) وَمُنَقٍّ، فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أُقَبَّحُ، وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَمَّحُ (4).

ترجمہ

گیارہویں عورت نے کہا: میرے خاوند کا نام ابو زرع ہے، اور کیا خوب ابو زرع ہے۔ اس نے زیورات سے میرے کان جھکا دیئے (اور کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو بھر دیئے اور مجھ کو بہت خوش و خرم رکھا، چنانچہ میں اپنے آپ کو اچھی لگنے لگی۔ اس نے مجھے بھیڑ بکری والوں (کے گھرانے) میں پایا جو پہاڑ کے کنارے رہتے تھے (اور تنگی سے گزارہ کرتے تھے)، پھر وہ مجھے ایسے خوشحال گھرانے میں لے آیا جن کے پاس گھوڑے، اونٹ، کھیت اور خرمن تھے (یعنی میں ذلیل و محتاج تھی، اس نے مجھ کو باعزت اور مالدار کر دیا، اس پر مزید خوش خلقی یہ ہے کہ) میں اس سے بات کرتی ہوں تو وہ مجھ کو برا نہیں کہتا، سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں (یعنی کچھ کام کرنا نہیں پڑتا)، پیتی ہوں تو سیراب ہو جاتی ہوں۔

---

(1) أَنَاسَ: (افعال) ہلانا، جھکانا، حُلِيّ (بضم الحاء وكسر اللام والياء المشددة، جمعُ حلية): زیورات

(2) بَجَّحَنِي (تفعیل): خوش کرنا، تعظیم کرنا بَجِحَتْ: (ف، س) خوش ہونا

(3) صَهِيل: ہنہنانا، گھوڑے کی آواز أَطِيط: اونٹ کا بلبلانا دَائِس: وہ بیل جو گندم گاہنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

(4) أَتَقَمَّحُ: خوب سیر ہو کر پینا اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے بچا دینا

ابوزرع کی ماں کا حال

أُمُّ أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ، عُكُومُهَا رَدَاحٌ، وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ.[1]

ترجمہ

ابوزرع کی ماں سو کیا خوب ہے ابوزرع کی ماں، اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے ہیں، اس کا مکان نہایت وسیع ہے (یعنی وہ مالدار ہے اور بڑی فراخدل بھی ہے، دیگر عورتوں کی طرح بخیل اور کنجوس نہیں ہے)

ابوزرع کے بیٹے کا حال

ابْنُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ، مَضْجَعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ[2]، وَتُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ.[3]

ترجمہ

ابوزرع کا بیٹا سو کیا خوب ہے ابوزرع کا بیٹا، اسکی خواب گاہ سُتی ہوئی تلوار کی طرح باریک ہے، بکری کے بچہ کا ایک دست اس کو آسودہ کر دیتا ہے، یعنی اس کا پیٹ بھرنے کیلئے کافی ہے۔ (غرض کہ وہ بہادر ہے، سپاہیانہ زندگی گزارتا ہے کہ ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ جاتا ہے، اسی طرح کھانے میں بھی اس کی غذا مختصر ہے)۔

ابوزرع کی بیٹی کا حال

بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ، طَوْعُ أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا، مِلْءُ كِسَائِهَا، وَغَيْظُ جَارَتِهَا.

ترجمہ

ابوزرع کی بیٹی! بھلا اس کی کیا بات ہے، وہ باپ کی تابعدار، ماں کی تابعدار، اپنے لباس کو بھرنے والی (یعنی موٹی تازی) اور اپنی سوکن کی جلن ہے (یعنی اپنے خاوند کی پیاری ہے، اس واسطے اس کی سوکن اس سے جلتی ہے)۔

ابوزرع کی باندی کا حال

جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ، فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ، لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا، وَلَا تُنَقِّثُ

---

[1] عُكُوم: (بضم العين، جمع عِكْم) بوری، بنڈل، بڑا برتن رَدَاحٌ بڑا، عظیم فَسَاحٌ: وسیع، کشادہ

[2] مَسَلِّ: (مصدر) تلوار جسے نیام سے باہر نکال لیا گیا ہو۔ شَطْبَةٍ: (بفتح الشين وسكون الطاء) کھجور کی سبز شاخ

[3] الجَفْرَةِ: (بفتح الجيم وسكون الفاء) بکری کا بچہ

مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا، وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا.❶

ترجمہ

ابوزرع کی باندی کا کیا کمال بتاؤں! ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہیں کہتی، کھانے تک کی چیز بلا اجازت خرچ نہیں کرتی اور ہمارا گھر کوڑے سے آلودہ نہیں کرتی (مکان کو صاف وشفاف رکھتی ہے)۔

ابوزرع کے طلاق دینے کا واقعہ

قَالَتْ: خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ، فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ، يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ، فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا.

ترجمہ

(یہ ہماری حالت تھی، مزے سے دن گزر رہے تھے ایک روز صبح کے وقت جب کہ) دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے، ابوزرع گھر سے نکلا تو (راستہ میں) وہ ایک عورت سے ملا جس کے ساتھ چیتے جیسے دو بچے تھے جو اس کی گود میں دو اناروں سے کھیل رہے تھے (اناروں سے اس عورت کے دو پستان مراد ہیں، کیا کہوں وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ) اس نے مجھے طلاق دیدی اور اس عورت سے نکاح کرلیا۔

اُم زرع کی دوسری شادی

فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا، رَكِبَ شَرِيًّا، وَأَخَذَ خَطِّيًّا، وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا، وَقَالَ: كُلِي أُمَّ زَرْعٍ، وَمِيرِي أَهْلَكِ، فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ، مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ.❷

ترجمہ

اس کے بعد میں نے ایک شریف سردار مرد سے نکاح کیا جو عمدہ گھوڑے کا شہسوار، سپہ گر اور نیزہ باز ہے، اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں، اور ہر قسم کے جانور اونٹ، گائے، بکری وغیرہ میں سے ایک ایک جوڑا مجھ کو دیا اور یہ بھی کہا، ام زرع! خود بھی کھا اور اپنے میکے والوں میں جو چاہے بھیج دے۔ (لیکن بات یہ ہے کہ) اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع

---

❶ تَبْثِيثًا: خبر پھیلانا تَنْقِيثًا: ہڈی سے گودا نکالنا، منتقل کرنا مِيرَة: کھانے کا سامان تَعْشِيش: خس وخاشاک، کوڑا

❷ سَرِيًّا: سردار اور شریف آدمی شَرِيًّا: تیز رفتار گھوڑا، خَطِّيًّا: مقام خط کا بنا ہوا نیزہ ثَرِيًّا: بہت مال والا ہونا

کروں (جو دوسرے خاوند نے دیا) تو (وہ سب) ابوزرع کے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں (یعنی دوسرے خاوند کا احسان پہلے خاوند کے احسان سے نہایت کم ہے)۔

آنحضرت ﷺ کی ابوزرع سے تشبیہ

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ لَكِ كَأَبِيْ زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ.

ترجمہ

(اس کے بعد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے امِ زرع کے لئے ابوزرع تھا۔

تشریح

اس کے بعد دیگر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان، ابوزرع کی کیا حقیقت، آپ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان میاں بیوی کو اس مضمون میں بھی حضور ﷺ کا اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

مذکورہ حدیث سے ہمارے لئے سبق

①... جن عورتوں کے شوہروں کی یہاں برائی بیان کی گئی ہے وہ غیبت میں داخل نہیں، کیونکہ کسی کا نام لے کر اس کا برا حال نہیں بتایا گیا۔ اور جس کو لوگ نہ جانتے ہوں، بلا نام اس کا برا حال بتانا غیبت نہیں، جیسے کوئی یوں کہے بعض لوگ بڑے ظالم ہوتے ہیں تو یہ غیبت نہیں۔

②... شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ ہمدردی کرنا، خیر خواہی کرنا اور اچھا سلوک کرنا مستحب ہے۔

③... بیوی کو مانوس کرنے کے لئے کبھی کبھار اس سے دل لگی اور ہنسی مزاح کرنا جائز اور مباح باتیں کرنا حسنِ معاشرت کا حصہ ہے۔

④... سابقہ امتوں کے واقعات اور مثالیں سبق لینے کے لئے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

⑤... واقعات اور پسندیدہ باتیں طبیعت میں نشاط پیدا کرنے کے لئے بیان کرنا درست ہے۔

⑥... کسی کو کسی سے تشبیہ دینے میں ضروری نہیں کہ تمام صفات میں وہ اس کے مشابہ ہو، جیسے حضور اکرم ﷺ نے خود کو ابوزرع سے تشبیہ دی، حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ یہ تشبیہ تمام امور میں نہیں ہے، صرف الفت و محبت میں تشبیہ دینا مراد ہے۔

⑦... شوہر کا اپنی اہلیہ اور گھر والوں کو اچھی حالت میں رکھنا پسندیدہ ہے۔

⑧... مرد کا اپنی بیوی سے شرعی حدود میں رہ کر اپنی الفت ومحبت کا اظہار کرنا جائز ہے، جب کہ اس سے کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً زیادہ اظہار محبت سے کہیں بیوی میں تکبر نہ پیدا ہو جائے اور وہ اعراض کرنے لگے۔

⑨... مال پر فخر کرنے سے بچنا چاہئے، البتہ کوئی دینی کمال حاصل ہو تو اظہارِ نعمت کے طور پر اس کے ذکر کرنے میں مضائقہ نہیں۔

⑩... شوہر کا بیوی کو اچھی باتیں بتانا اور انہیں اختیار کرنے کی تلقین کرنا، اور ساتھ ساتھ لطیف پیرائے میں اس کو خاوند کا احسان مند رہنے اور ناشکری سے بچنے کی ترغیب دینا اچھی بات ہے۔

⑪... بیوی کا اپنے خاوند کے احسانات کا اعتراف کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

⑫... خاوند کا اپنی کسی بیوی سے دوسری بیوی کی موجودگی میں اپنے قول وفعل سے کوئی خصوصیت کا معاملہ کرنا درست ہے، بشرطیکہ اس سے دوسری بیوی پر کوئی ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے۔

⑬... جب خاوند اپنی تمام بیویوں کے واجب حقوق ادا کر رہا ہو تو وہ اپنی کسی بیوی کو الگ سے کوئی ہدیہ تحفہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

⑭... خواتین کا اپنے شوہروں سے وفاداری کرنا، نظریں نیچی رکھنا اور ان کے اچھے سلوک کا شکریہ ادا کرنا بڑی خوبی کی بات ہے۔

⑮... کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے کی گنجائش ہے، جبکہ اس سے کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

⑯... پہلی اُمتوں کے نیک لوگوں کے نیک کاموں کی پیروی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس کام کو ہماری شریعت میں بھی مستحسن سمجھا گیا ہو۔

⑰... فصیح وبلیغ اور مسجع ومقفی کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ یہ تکلف سے خالی ہو۔[1]

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ نَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے سونے کا بیان

اس باب میں نبی کریم ﷺ کے سونے کی کیفیت اور سوتے وقت کے معمولات کا بیان ہے، جس کا خلاصہ تین باتیں ہیں:۔

[1] مأخذ فتح الباري وشرح مسلم نووي وتكملة فتح الملهم.

①... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سوتے وقت دائیں کروٹ پر سونے کی تھی، عام معمول یہی تھا۔ البتہ اگر کبھی وقت کم ہوتا اور تھوڑی دیر کیلئے ہلکی پھلکی نیند کرنی ہوتی تو آپ اپنا دایاں بازو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرماتے تھے۔ ایسے وقت میں آپ پوری طرح لیٹ کر آرام نہیں فرماتے تھے تاکہ گہری نیند نہ آئے۔ اس لئے عام معمول کی نیند میں دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے، لہٰذا ہمیں بھی سوتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہئے، نیز اس طرح سونے میں ایک خاص مصلحت بھی ہے کہ آدمی کا دل چونکہ سینے کی بائیں جانب ہوتا ہے اس لئے دائیں کروٹ پر سونے میں دل اُوپر لٹکا رہتا ہے جس کی وجہ سے نیند بہت زیادہ گہری نہیں آتی اور آدمی چوکنا رہتا ہے اور غفلت نہیں ہوتی۔

②... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اور نیند سے اُٹھتے وقت دُعا کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس باب کی احادیث سے سوتے وقت تین دعائیں پڑھنا ثابت ہے:۔

①... رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

②... اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا.

③... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا. فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ.

اور نیند سے اُٹھتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ.

③... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معمول تھا کہ سوتے وقت سورۂ اخلاص، سورہ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دَم کرتے، پھر پورے جسم پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے۔ اس باب کی احادیث کے علاوہ دیگر روایات میں کچھ اور سورتیں پڑھنے کا بھی ذکر آیا ہے، مثلاً سورۂ ملک، سورۂ واقعہ، سورۂ سجدہ، سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات، سورۂ آل عمران کا آخری رکوع وغیرہ۔ اس لئے ہمیں اتباعِ سنت کی نیت سے سونے سے پہلے ان سورتوں اور آیتوں کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس میں آخرت کے فوائد کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی فائدہ ہے کہ ان کے پڑھنے سے شر اور تکلیف پہنچنے والی چیزوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے چھ (۶) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ

مَضْجَعَهُ[1] وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ، وَقَالَ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، مِثْلَهُ وَقَالَ: يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ.

ترجمہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر آرام فرمانے لگتے تو اپنی دائیں ہتھیلی یعنی دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے، اور یہ دعا پڑھتے: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ. دوسری روایت میں ہے ''يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ'' (ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچا کر رکھنا، جس دن آپ اپنے بندوں کو دوبارہ (قبروں سے) اُٹھائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔

حدیث

۲... عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ.

ترجمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے (یعنی بستر پر لیٹنے لگتے) تو یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى (ترجمہ: اے اللہ میں آپ کے نام سے مرتا یعنی سوتا ہوں اور آپ کے نام سے زندہ ہوں گا، یعنی سو کر اُٹھوں گا)۔ اور جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ - (ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں موت دینے کے بعد (یعنی سونے کے بعد) زندہ کیا، یعنی بیدار کیا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

---

[1] مَضْجَع: (مصدر) سونے کی جگہ، بستر

حدیث

۳... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِمَا، وَقَرَأَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ. يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَصْنَعُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہر رات جب اپنے بستر پر لیٹنے لگتے تو دونوں ہتھیلیوں کو (دُعا مانگنے کی طرح) ملاتے پھر ان پر پھونک مارتے یعنی دَم کرتے، اور ان میں یہ سورتیں پڑھتے: سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس، پھر ان دونوں ہاتھوں کو جہاں تک ہوسکتا، اپنے جسم پر پھیر لیتے، پہلے آپ ﷺ اپنے سر اور چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے اور پھر جسم کے اگلے حصہ پر۔ نبی کریم ﷺ تین مرتبہ یہ عمل فرماتے۔

حدیث

۴... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ، وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ. فَقَامَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ (ایک مرتبہ) سوئے، اور خراٹے لینے لگے اور نبی کریم ﷺ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی، چنانچہ آپ ﷺ اُٹھے (آپ تشریف لے گئے) اور نماز پڑھائی، آپ ﷺ نے وضو نہیں کیا، اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

تشریح

اس حدیث سے نبی کریم ﷺ اور حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ نیند سے اُن کا وضو نہیں ٹوٹتا، اور اس کی وجہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں یہ بیان فرمائی ہے کہ سونے کی حالت میں آپ کی آنکھ سوتی ہے، دل نہیں سوتا، وہ جاگتا رہتا ہے۔[1] یہی وجہ ہے کہ

[1] صحیح بخاری: ۲/ ۵۳

انبیاء کرامؑ کے خواب بھی حجت ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں حضرت امام ترمذیؒ نے جس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ اگلے باب کی حدیث نمبر (۵) میں آرہا ہے۔

حدیث

۵...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے یعنی سونے لگتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَأٰوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ (ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہماری ضروریات کے لیے کافی ہوگیا (یعنی ضروریات کو پورا کیا)، اور جس نے ہمیں (سونے کیلئے) ٹھکانا عطا فرمایا، اس لئے کہ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں، جن کی کوئی کفایت کرنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی ان کو ٹھکانہ دینے والا ہے۔

حدیث

۶...عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَرَّسَ[1] بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ، وَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ.

ترجمہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (دورانِ سفر) جب رات کے آخری حصے میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے، اور جب صبح سے تھوڑا پہلے کسی جگہ ٹھہرتے تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور (آرام کرنے کے لیے) اپنی ہتھیلی پر سر رکھ کر آرام فرماتے۔

❀❀❀

[1] عَرَّسَ (مشتق من التعریس): رات کے آخری حصے میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالنا، آرام کیلئے کسی جگہ ٹھہرنا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی عبادت کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا ذکر ہے، اس باب کی احادیث کا خلاصہ درج ذیل آٹھ باتیں ہیں:-

①... نبی کریم ﷺ فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادات کا بھی اہتمام فرماتے تھے، اور ہر قسم کے گناہوں سے پاک و صاف ہونے کے باوجود رات کو نفل نماز میں اِس قدر طویل قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے اور ان پر ورم آجاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی یہ عبادت بغیر کسی غرض کے محض اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر میں ہوتی تھی، اور یہ عبادت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ اس لئے ہمیں بھی نفلی عبادات کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ دیگر احادیث کی روشنی میں نفلی عبادات ادا کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عبادت حسبِ استطاعت کی جائے، اتنی زیادہ نہ کی جائے کہ اس سے اُکتاہٹ ہونے لگے، بلکہ اتنی مقدار میں کی جائے کہ طبیعت میں نشاط اور بشاشت باقی رہے اور اس کی پابندی کی جاسکے۔ نیز نفلی عبادت میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کے ذمہ جو حقوق واجب ہیں، ان کی ادائیگی متاثر نہ ہو۔

②... رات میں عبادت کرنے کے حوالے سے حضور اقدس ﷺ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ آپ رات کے اوّل حصے میں آرام فرماتے، اس کے بعد رات کا کچھ حصہ عبادت میں مشغول رہتے، پھر تہجد اور وتر پڑھنے کے بعد صبح کے قریب تھوڑی دیر کیلئے لیٹ جاتے تھے۔

③... احادیث میں حضور اقدس ﷺ سے تہجد کی رکعات کی تعداد مختلف منقول ہے، یعنی چار، چھ، آٹھ، دس، بارہ۔ یہ مختلف اوقات اور حالات کے اعتبار سے ہے، وقت میں گنجائش ہوتی اور کوئی طبعی عذر نہ ہوتا تو آپ ﷺ زیادہ رکعات پڑھ لیتے، ورنہ کم پڑھتے۔ البتہ حضور اقدس ﷺ کا عام معمول آٹھ رکعتیں تہجد پڑھنے کا تھا، کبھی وقت اور طبیعت کے لحاظ سے اس سے کم و بیش بھی پڑھی ہیں، لیکن کم از کم چار رکعتیں ہوتی تھیں۔ اس تفصیل سے تمام روایات میں مطابقت ہوجاتی ہے اور ظاہری تعارض ختم ہوجاتا ہے۔

④... سنت اور بہتر یہ ہے کہ نمازِ تہجد کا آغاز دو مختصر رکعتوں سے کیا جائے، یعنی ابتدائی دو رکعتیں مختصراً پڑھی جائیں، تاکہ شروع ہی سے لمبی رکعتوں کی تھکاوٹ کی وجہ سے ہمت نہ ٹوٹ جائے۔ ویسے بھی وضو کرنے کے بعد پہلے تحیۃ الوضو پڑھنی چاہئے، اور تحیۃ الوضو کا مختصر پڑھنا بہتر ہے۔

⑤... حضور اقدس ﷺ اگر کبھی رات میں کسی عذر کی وجہ سے تہجد نہ پڑھ سکتے تو دن میں زوال سے پہلے اس کی قضا یا تلافی کے طور پر فضیلت حاصل کرنے کیلئے نوافل پڑھتے تھے۔ اسی لئے حضراتِ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے رات کے معمولات یا وظائف پورے نہ ہوسکیں تو اگلے دن زوال سے پہلے پہلے انہیں مکمل کرلینا چاہئے، چھوڑنا نہیں چاہئے، تاکہ نیکی کی عادت متاثر نہ ہو۔ یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے۔[1]

⑥... نبی کریم ﷺ کے تہجد پڑھنے کی مختلف کیفیتیں اور حالتیں ہوتی تھیں، طبیعت میں جس قدر نشاط ہوتا اسی کے حساب سے کبھی کھڑے ہوکر پڑھتے تھے، کبھی بیٹھ کر۔ اسی طرح ایک ہی رات میں کچھ رکعتیں کھڑے ہوکر اور کچھ بیٹھ کر پڑھنا بھی ثابت ہے۔ کمزوری اور ضعف کے زمانے میں کبھی نماز تہجد اس انداز سے بھی پڑھی ہے کہ بیٹھ کر نماز شروع کرتے، طویل تلاوت بیٹھ کر فرماتے، پھر رکوع کے قریب کھڑے ہوجاتے اور بقیہ آیتیں تلاوت فرما کر رکوع و سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا فرماتے۔ آخری عمر میں ضعف کی وجہ سے عموماً بیٹھ کر نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ مگر یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی کھڑے ہونے کے برابر ثواب ملتا تھا۔ (اس تفصیل سے تمام روایات میں مطابقت بھی ہوجاتی ہے۔)

⑦... اس باب کی احادیث میں سنن مؤکدہ کا بھی ذکر ہے، احادیث میں بارہ رکعت سنتِ مؤکدہ منقول ہیں، فجر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر سے پہلے چار رکعتیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں۔ اور آنحضرت ﷺ عموماً یہ سنتیں گھر میں پڑھتے تھے۔

⑧... حضور اقدس ﷺ سنتوں کے علاوہ اشراق اور چاشت کے نوافل کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چوبیس (۲۴) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

---

[1] مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَأَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّيْلِ. (صحيح مسلم: ۵۱۵/۱)

ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

ترجمہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس قدر لمبی نفل نماز پڑھتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں (لمبے قیام کی وجہ سے) سوج گئے تھے، (یہ حال دیکھ کر) آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: کیا آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں؟ (کہ آپ کے پاؤں بھی سوج گئے) حالانکہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں، نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

حدیث

۲...عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ قَالَ: فَقِيْلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ جَاءَكَ أَنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (اس قدر کثرت سے نفل) نماز پڑھا کرتے کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے، راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: کیا آپ اتنی مشقت والا کام کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ کو یہ بشارت مل چکی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حدیث

۳...عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ يُصَلِّيْ حَتَّى تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ. تَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (اس قدر طویل نفل) نماز پڑھا کرتے کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے، آپ سے عرض کیا جاتا: یا رسول اللہ! کیا آپ ایسا کرتے ہیں (یعنی اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں، آپ ﷺ ارشاد فرماتے: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

تشریح

مذکورہ احادیث میں آپ ﷺ کے گناہ معاف فرمانے کا ذکر ہے اس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ آپ سے گناہ صادر ہوئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیئے، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتے۔ اسی لئے حضراتِ علماء کرام نے فرمایا ہے اس حدیث میں گناہ سے حقیقی گناہ مراد نہیں ہیں، بلکہ ایسے کام مراد ہیں جو اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہوں لیکن نبی کی شایانِ شان نہ ہوں، اس لئے آپ کے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے اس جائز کام کو بھی گناہ سے تعبیر کردیا گیا ہے، کیونکہ ہر شخص کے گناہ اُس کے درجہ اور مقام کے مناسب ہوتے ہیں۔

حدیث

۴... عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ، فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ أَوْتَرَ، ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ، فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ، فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ وَثَبَ، فَإِنْ كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

ترجمہ

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس ﷺ کی رات کی نماز (یعنی تہجد اور وتر) کے بارے میں دریافت کیا (کہ آپ ﷺ کا کیا معمول تھا) انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ (عشاء کی نماز کے بعد) رات کے پہلے حصہ میں سوتے تھے، پھر آپ اُٹھتے تھے، (اور تہجد پڑھتے رہتے) اور جب اخیر رات ہوتی تو آپ نمازِ وتر پڑھتے، پھر اپنے بستر پر تشریف لے آتے، اس کے بعد اگر آپ کو (طبعی) ضرورت ہوتی تو اپنی اہلیہ کے قریب ہو جاتے (یعنی صحبت کرتے)، جب فجر کی اذان ہوتی تو آپ فوراً اُٹھتے، پھر اگر آپ جنابت کی حالت میں ہوتے تو اپنے اُوپر پانی بہاتے (یعنی غسل فرماتے) ورنہ وضو فرماتے اور نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

حدیث

۵... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طُولِهَا. فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِيمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ. ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا. فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ: "فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى فَفَتَلَهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ مَعْنٌ: سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ".

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (بچپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک رات گزاری، میں تکیہ کی چوڑائی پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ (اور ان کی اہلیہ) تکیہ کی لمبائی والے حصہ پر سر رکھ کر لیٹ گئے، حضور اقدس ﷺ (اپنی اہلیہ سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد) سوگئے، یہاں تک کہ جب آدھی رات ہوگئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد تو آپ ﷺ بیدار ہوئے اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کے خمار کو دور کرنے لگے، اور سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت فرمائیں، پھر آپ ﷺ مشکیزہ کی طرف تشریف لے گئے جو لٹکا ہوا تھا، اس کے پانی سے آپ نے وضو کیا، اور اچھی طرح وضو کیا، پھر نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی وضو کر کے حضور اقدس ﷺ کے پہلو میں یعنی بائیں جانب کھڑا ہو گیا (مقتدی کی حیثیت سے)، حضور اقدس ﷺ نے (اس وجہ سے کہ ایک مقتدی کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے) میرے سر پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا، پھر میرا دایاں کان پکڑا اور اسے مروڑا، پھر حضور اقدس ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

حدیث کے راوی حضرت معن کہتے ہیں کہ چھ مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت نماز پڑھی، (یوں یہ بارہ رکعات ہو گئیں) پھر آپ نے وتر پڑھے اور لیٹ گئے، (صبح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن آئے تو آپ اٹھے، اور مختصر قراءت کے ساتھ دو رکعت سنت پڑھیں، پھر آپ تشریف لے گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

حدیث

۶... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز (وتر سمیت کبھی) تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی دس رکعات تہجد اور تین رکعت وتر)

حدیث

۷... عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ، أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں (کسی عارض کی وجہ سے، مثلاً نیند کے غلبہ کی وجہ سے) تہجد کی نماز نہ پڑھ سکتے تو دن میں (قضا اور تلافی کے طور پر) بارہ رکعات پڑھ لیا کرتے تھے۔

حدیث

۸... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کو تہجد کے لیے اٹھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی نماز (تہجد) کا آغاز دو مختصر رکعتوں سے کرے۔

حدیث

۹... عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لَأَرْمُقَنَّ [1] صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

---

[1] لَأَرْمُقَنَّ: (ن) ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، دیکھتے رہنا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ أَوْ فُسْطَاطَهُ[1]. فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ. طَوِيْلَتَيْنِ. طَوِيْلَتَيْنِ. ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا. ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا. ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا. ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا. ثُمَّ أَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

ترجمہ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ میں نے ارادہ کیا کہ) حضور اقدس ﷺ کی نماز کو آج ضرور غور سے دیکھوں گا، چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کے خیمہ کی چوکھٹ کو تکیہ بنالیا، (یعنی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ گیا، تاکہ غور سے دیکھتا رہوں)، حضور اقدس ﷺ نے پہلے دو مختصر رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں لمبی، لمبی، لمبی، یعنی بہت لمبی پڑھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں، اور وہ پہلی والی دو رکعتوں سے مختصر تھیں، پھر آپ نے دو رکعتیں اس سے بھی مختصر پڑھیں، پھر آپ نے دو رکعتیں اور پڑھیں جو اس سے بھی مختصر تھیں، پھر ان سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپ نے وتر پڑھے، یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں۔

تشریح

اس روایت میں راوی کو شک تھا کہ اُستاذ نے "مکان کی چوکھٹ" کہا تھا یا "خیمہ کی چوکھٹ" کہا تھا، لیکن بظاہر یہاں خیمہ کی چوکھٹ مراد ہے اور یہ واقعہ کسی سفر کا ہے، کیونکہ مدینہ طیبہ کے قیام کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ کا معمول اپنے گھر میں کسی اہلیہ کے ساتھ آرام فرمانے کا تھا، ایسی حالت میں حضرت زیدؓ کیلئے گھر کی چوکھٹ پر لیٹ کر دیکھنا ممکن نہیں تھا، سفر میں خیمہ کی چوکھٹ پر لیٹ کر دیکھنا ممکن ہے۔

اس حدیث میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے، جو حضرات وتر کی ایک رکعت مانتے ہیں اُن کے نزدیک بارہ رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کی ہے۔ لیکن حضرات فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک وتر کی چونکہ تین رکعات ہیں، اس لئے ان کے نزدیک یہ کُل پندرہ رکعتیں بنتی ہیں، بارہ رکعتیں نوافل اور تین رکعتیں وتر۔ حدیث میں ان پندرہ رکعتوں کو "تیرہ" اس لئے کہا گیا ہے کہ شروع کی دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی شمار

[1] عَتَبَة: دروازے کی دہلیز، چوکھٹ فُسْطَاط: (ج: فساطیط) خیمہ، ڈیرہ، ٹینٹ

نہیں کی گئیں، ان دو رکعتوں کو بھی شمار کیا جائے تو پندرہ رکعتیں بنتی ہیں۔ [1]

حدیث

١٠... عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَزِيْدَ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً. يُصَلِّيْ أَرْبَعًا لَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا لَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

ترجمہ

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ (پہلے) چار رکعت پڑھتے تھے، ان کی عمدگی اور لمبا ہونے کے بارے میں مت پوچھ، (یعنی بہت طویل اور خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے)، پھر آپ چار رکعت پڑھتے، ان کی بھی عمدگی اور لمبا ہونے کا حال مت پوچھ، پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔

حدیث

١١... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ. فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعات پڑھا کرتے

---

[1] معارف ترمذی: ۳۴۶/۵

تھے، ان میں سے ایک رکعت کے ذریعہ (نماز کو) وتر بنا لیتے تھے، پھر جب وتر سے فارغ ہو جاتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

تشریح

ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنانے کا مطلب دیگر روایات کی روشنی میں یہ ہے کہ پہلے جو دو دو رکعتوں کی ترتیب چل رہی تھی اُس میں آخری دو رکعتوں کے ساتھ مزید ایک رکعت ملا کر اسے وتر بنا لیتے تھے، وتر کی صرف ایک رکعت پڑھنا مراد نہیں ہے۔

حدیث

۱۲...عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نو رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی چھ رکعات تہجد اور تین رکعت وتر)

حدیث

۱۳...عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ. قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ الْبَقَرَةَ. ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعَهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ. سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهِ. وَكَانَ يَقُوْلُ: لِرَبِّيَ الْحَمْدُ. لِرَبِّيَ الْحَمْدُ. ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ. وَكَانَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى. سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ. فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُوْدِ. وَكَانَ يَقُوْلُ: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ. رَبِّ اغْفِرْ لِيْ. حَتّٰى قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ أَوِ الْأَنْعَامَ. شُعْبَةُ الَّذِيْ شَكَّ فِي الْمَائِدَةِ وَالْأَنْعَامِ.

ترجمہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، فرماتے ہیں: جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو یہ پڑھا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ

ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، جو بڑی بادشاہت والا، بڑے غلبہ والا، بڑائی اور عظمت و بزرگی والا ہے)۔ فرماتے ہیں: پھر نبی کریم ﷺ نے (سورۂ فاتحہ پڑھ کر) سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی، پھر رکوع کیا، چنانچہ آپ ﷺ کا یہ رکوع آپ کے قیام جیسا (لمبا) تھا، اور آپ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، (ترجمہ: میں اپنے عظمت والے پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہوں) پڑھتے رہے، پھر آپ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا، چنانچہ آپ کا یہ قومہ آپ کے رکوع جیسا تھا، اور آپ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ (میرے پروردگار کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں) پڑھتے رہے، پھر آپ نے سجدہ کیا، چنانچہ آپ کا سجدہ بھی آپ کے کھڑے ہونے کے برابر تھا، اور اس میں آپ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى (ترجمہ: میں اپنے بلند و برتر پروردگار کی ہر قسم کے عیب سے پاکی بیان کرتا ہوں) پڑھتے رہے، پھر آپ نے اپنا سر سجدہ سے اٹھایا (اور جلسہ میں بیٹھ گئے) چنانچہ آپ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی سجدوں کے برابر تھا، آپ اس نشست میں رَبِّ اغْفِرْ لِيْ، رَبِّ اغْفِرْ لِيْ (اے میرے پروردگار! میری مغفرت کر دے) پڑھتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام یہ چاروں سورتیں پڑھیں، حضرت شعبہؒ راوی کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہو گیا کہ مائدہ اور انعام میں سے کونسی تھی؟

حدیث

۱۴... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، قَالَتْ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک رات پوری نمازِ تہجد میں قرآن مجید کی صرف ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔

تشریح

مذکورہ حدیث میں جس آیت کے پڑھنے کا ذکر ہے وہ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع کی یہ آیت ہے: إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ ان سب کو عذاب دینا چاہیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو

آپ زبردست قدرت والے ہیں)۔

حدیث

۱۵... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ. قِيْلَ لَهُ: وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ مسلسل قیام میں رہے (یعنی طویل قیام کیا) یہاں تک کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کر لیا، آپؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کس کام کا ارادہ کر لیا تھا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو (تنہا کھڑا) چھوڑ دوں۔

تشریح

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:۔

① ...میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز جاری رکھوں مگر میں بیٹھ کر پڑھنے لگوں اور حضور اقدس ﷺ کو تنہا کھڑا چھوڑ دوں اور آپ ﷺ اکیلے کھڑے رہیں۔ اس میں چونکہ ظاہراً بے ادبی کا پہلو ہے اس لئے اس کو برا ارادہ کہا گیا۔

② ... دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دوں، آپ ﷺ تنہا نماز پڑھیں۔ اس میں بے ادبی کے ساتھ ساتھ نماز سے لاپرواہی کا پہلو بھی ہے، اس لئے اس کو برا ارادہ کہا گیا۔[1]

حدیث

۱۶... عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهٖ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (زمانہ ضعف میں) نماز تہجد بیٹھ کر

[1] خصائل نبوی، ص: ۲۵۰

پڑھتے تو تلاوت بھی بیٹھ کر فرماتے تھے، پھر جب تیس یا چالیس آیتوں کے بقدر آپ کی قراءت باقی رہ جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر قراءت فرماتے، پھر آپ رکوع اور سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے (یعنی دوسری رکعت بیٹھ کر پڑھتے پھر رکوع سے پہلے ہی کھڑے ہو جاتے)۔

حدیث

۱۷... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ. فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا. وَلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا. فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ. وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے نوافل (کی کیفیت) کے بارے میں دریافت کیا؟ انہوں نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ رات کے ایک طویل حصہ تک کھڑے ہو کر نوافل پڑھتے اور رات کے ایک طویل حصہ تک بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے، (یعنی کبھی کھڑے ہو کر تہجد پڑھتے اور کبھی بیٹھ کر)، اور آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے تو رکوع و سجود بھی آپ کھڑے ہونے کی حالت میں ادا فرماتے، اور جب قرآن بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع و سجود بھی آپ بیٹھنے کی حالت میں ادا فرمایا کرتے۔

حدیث

۱۸... عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَيَقْرَأُ بِالسُّوْرَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُوْنَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا.

ترجمہ

نبی کریم ﷺ کی اہلیہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے اور اس میں قرآن مجید کی کوئی سورت تلاوت فرماتے تو اس قدر ترتیل فرماتے یعنی تمام الفاظ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورت سے بھی زیادہ طویل ہو جاتی۔

حدیث

۱۹... عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ......... أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، یہاں تک کہ آپ کی اکثر نماز (تہجد) بیٹھ کر ہوتی تھی۔ (یعنی وصال کے قریب زمانے میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔)

حدیث

۲۰... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب کے بعد آپ کے گھر میں دو رکعتیں اور عشاء کے بعد آپ کے گھر میں دو رکعتیں پڑھیں۔

حدیث

۲۱... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَيُنَادِي الْمُنَادِي. قَالَ أَيُّوبُ: "وَأُرَاهُ قَالَ: خَفِيفَتَيْنِ".

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن ام المؤمنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ صبح صادق کے بعد جب مؤذن اذانِ (فجر) دیتا تھا اُس وقت حضور اقدس ﷺ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس حدیث کے روای حضرت نافعؒ نے روایت میں خفیفتین بھی کہا ہے، یعنی فجر کی سنتیں نبی کریم ﷺ مختصر قراءت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حدیث

۲۲... عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ بِرَكْعَتَيِ الْغَدَاةِ، وَلَمْ أَكُنْ أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعتیں (سنتِ مؤکدہ) یاد کی ہیں: دو رکعتیں ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: مجھے میری بہن حفصہ رضی اللہ عنہا نے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جن کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔

تشریح

حضرت ابن عمرؓ کے نہ دیکھنے کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ آپ ﷺ سنتیں گھر میں پڑھتے تھے، اس لئے حضرت ابن عمرؓ نہیں دیکھ سکے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حفصہؓ کے بتانے سے پہلے انہوں نے یہ سنتیں حضور ﷺ کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھی تھیں، جب حضرت حفصہؓ نے بتایا تو اس کے بعد دیکھنے کی نوبت آئی۔

حدیث

۲۳... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس ﷺ کی نماز (یعنی سنتِ مؤکدہ) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں، اور فجر سے پہلے دو سنتیں پڑھتے تھے۔

تشریح

حضرات فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، چنانچہ دیگر روایات میں آنحضرت ﷺ کا ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا بیان کیا گیا ہے، خود حضرت عائشہؓ کی بھی

دوسری روایت میں چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے، اس لئے مذکورہ حدیث میں دو رکعتیں پڑھنے کو ضرورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی ضرورت کی وجہ سے دو رکعتیں پڑھی ہوں گی۔

حدیث

۲۴... عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ ضَمْرَةَ يَقُوْلُ: سَأَلْنَا عَلِيًّا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ. فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ: فَقُلْنَا: مَنْ أَطَاقَ ذٰلِكَ مِنَّا صَلّٰى. فَقَالَ: كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَاهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى أَرْبَعًا. وَيُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا. وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. وَقَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا. يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ

حضرت عاصم بن ضَمْرَہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کے دن کے نوافل (کی کیفیت) کے بارے میں پوچھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ اس کی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو؟ حضرت عاصمؒ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہم میں سے جو شخص اس کی طاقت رکھ سکتا ہوگا، تو وہ (یہ نوافل) پڑھ لے گا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سورج صبح کے وقت یہاں پر ہو (مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب سورج اتنا اوپر ہو) جیسا کہ یہاں پر ہے (یعنی مغرب میں) عصر کی نماز کے وقت سورج کی شکل ہوتی ہے، اس وقت حضور اقدس ﷺ دو رکعت (نمازِ اشراق) پڑھتے تھے، اور جب سورج یہاں پر (یعنی مشرق میں) اتنا اوپر ہوتا جیسا کہ یہاں پر (یعنی مغرب کی جانب) ظہر کی نماز کے وقت سورج کی شکل ہوتی ہے تو اس وقت آپ چار رکعت (چاشت) پڑھتے تھے، اور ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے، اور آپ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے جن میں دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھتے تھے اور تشہد کے ذریعہ مقرب فرشتوں، انبیاء کرام اور ہر اس مسلمان اور ایمان والے پر سلام بھیجتے تھے، جس نے انبیاء کی پیروی کی ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰی

چاشت کی نماز کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں حضور اقدس ﷺ کے چاشت کی نماز پڑھنے کا ذکر ہے، اس باب کی احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

①... حضراتِ فقہاء کرامؒ اور محدثینؒ کے نزدیک اشراق کے وقت سے زوال تک پڑھی جانے والی نماز ''صلوٰۃُ الضُّحیٰ'' کہلاتی ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک اشراق اور چاشت کی نماز ایک ہی ہے۔ جبکہ حضراتِ صوفیاءِ کرام کے نزدیک یہ دو الگ الگ نمازیں ہیں، طلوعِ آفتاب کے بعد سے دن کے چوتھائی حصے تک اشراق کی نماز ہوتی ہے، اور چوتھائی کے بعد سے نصفُ النہار تک چاشت کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔[1]

②... حضرات فقہاءِ حنفیہؒ کے نزدیک چاشت کی نماز مستحب ہے، متعدد احادیث میں اس نماز کے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ بطورِ شکر لازم ہوتا ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے صدقہ کی مختلف شکلیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ چاشت کی دو رکعات پڑھنا ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ ہے۔[2]

③... نبیِ کریم ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ثابت ہے، اور نہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کوئی بھی نفلی عمل کی اس قدر پابندی نہیں فرماتے تھے کہ وہ عمل اُمت پر فرض ہوجائے جس کی وجہ سے اُمت کے لوگ حرج اور تنگی میں مبتلا ہوں۔ اسی لئے آپ ﷺ کبھی کئی کئی دن تک چاشت کی نماز نہیں چھوڑتے تھے، اور کبھی کبھار کئی کئی دن تک یہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ نبیِ کریم ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ کی پابندی کی وجہ سے اُمت پر چاشت کی نماز فرض ہونے کا اندیشہ تھا، اُمت کے لوگ اگر کسی نفل کا اہتمام کریں تو وہ فرض نہیں ہوگا، اس لئے انہیں اہتمام سے چاشت کی نماز پڑھنی چاہئے۔

④... چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے مختلف اوقات میں کم و بیش رکعتیں پڑھنا ثابت ہے، کبھی آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں، کبھی چار پڑھیں، کبھی چھ پڑھیں، کبھی آٹھ اور کبھی بارہ بھی ادا کیں۔ لہٰذا اس باب

---

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۲۵۸

[2] صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ

کی احادیث میں مختلف تعداد کا ذکر الگ الگ وقت کے لحاظ سے ہے۔

⑤... چاشت کی نماز کا وقت چونکہ زوال سے پہلے پہلے تک ہوتا ہے، اس لئے چاشت کے آخری وقت کی مناسبت سے حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کی آخری تین احادیث میں زوال کے بعد پڑھی جانے والی نماز کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعت نماز پڑھنے کا اہتمام فرماتے تھے اور ان میں لمبی قراءت فرماتے تھے۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ چار رکعتیں درحقیقت ظہر کی چار سنتیں ہوتی تھیں، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ چار رکعتیں نفل ہوتی تھیں جنہیں آپ زوال کے بعد اہتمام سے پڑھتے تھے، اس کے بعد سنتیں علیحدہ پڑھتے تھے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ

حضرت معاذہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں (کم از کم) چار رکعات پڑھتے تھے، اور اس سے زیادہ بھی، جس قدر اللہ جل شانہٗ چاہتے تھے، آپ پڑھ لیتے تھے۔

حدیث

۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الضُّحٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حدیث

۳... عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى إِلَّا أُمُّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا. غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

ترجمہ

حضرت عبد الرحمنؒ بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی شخص نے یہ بات نہیں بتلائی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، سوائے حضرت اُم ہانی کے، انہوں نے (مجھ سے) بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لائے، غسل کیا اور پھر آٹھ رکعت نماز پڑھی، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر کبھی کوئی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، مگر (مختصر ہونے کے باوجود) آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے مکمل ادا فرما رہے تھے۔

تشریح

حضرت عبد الرحمنؒ کی بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت اُم ہانیؓ کے سوا کسی اور صحابیؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشت کی نماز کا علم نہیں تھا، کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن کے سامنے اُم ہانی کے سوا کسی اور نے بیان نہ کیا ہو، ورنہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چاشت کی نماز کی روایات موجود ہیں۔[1]

حدیث

۲... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَتْ: لَا إِلَّا أَنْ يَجِيْءَ مِنْ مَغِيْبِهِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: (معمول کے طور پر تو) نہیں پڑھتے تھے مگر سفر سے جب واپس آتے تو ضرور پڑھتے تھے۔

تشریح

اس باب کی پہلی حدیث میں حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاشت کی نماز پڑھنا بیان فرمایا ہے، جبکہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے چاشت پڑھنے کی نفی فرمائی ہے۔ حضراتِ علماء کرام نے اس

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۲۶۰

ظاہری تعارض کے دو جواب بیان فرمائے ہیں:۔

①... جن احادیث میں حضرت عائشہؓ نے نفی فرمائی ہے اُن میں "دوام کی نفی" مراد ہے، یعنی آپ یہ نماز پابندی کے ساتھ اور ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور جن احادیث میں چاشت کی نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے، یعنی اکثر اوقات آنحضرت ﷺ یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

②... بعض حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث میں مسجد میں چاشت پڑھنے کی نفی ہے، یعنی آنحضرت ﷺ سفر سے واپسی کے علاوہ اور ایام میں چاشت کی نماز مسجد میں نہیں پڑھتے تھے، صرف سفر سے واپسی کے موقع پر مسجد میں چاشت پڑھتے تھے، اس کے علاوہ بقیہ دنوں میں یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے۔[1]

حدیث

٥...عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى حَتّٰى نَقُوْلَ: لَا يَدَعُهَا، وَيَدَعُهَا حَتّٰى نَقُوْلَ: لَا يُصَلِّيْهَا.

ترجمہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ چاشت کی نماز (کبھی تو اس قدر اہتمام سے) پڑھتے تھے کہ ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ اس نماز کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور (پھر کبھی) اُسے (ایسا) چھوڑ دیتے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اَب کبھی بھی آپ یہ نماز نہیں پڑھیں گے۔

حدیث

٦...عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْمِنُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّكَ تُدْمِنُ[2] هٰذِهِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ: إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰى تُصَلَّى الظُّهْرُ. فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ، قُلْتُ: أَفِيْ كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: هَلْ فِيْهِنَّ تَسْلِيْمٌ

---

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۲۶۱

[2] تُدْمِنُ: (مشتق من الإدمان) پابندی کرنا، اہتمام کرنا

فَاصِلٌ؟ قَالَ: لَا.

ترجمہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پابندی سے زوال کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ زوال کے وقت ان چار رکعتوں کی بڑی پابندی فرماتے ہیں؟ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک آسمان کے دروازے زوالِ آفتاب کے وقت کھول دیئے جاتے ہیں، اور ظہر کی نماز تک (کھلے رہتے ہیں،) انہیں بند نہیں کیا جاتا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی نیک عمل اس وقت میں آسمان پر پہنچ جائے، میں نے عرض کیا: کیا ان کی ہر رکعت میں قراءت ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں (قراءت ہے)۔ میں نے عرض کیا: کیا ان میں دو رکعت پر سلام ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (بلکہ ایک ہی سلام سے چار رکعتیں پڑھی جائیں)۔

حدیث

۷... عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوالِ آفتاب کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے، اور یہ فرماتے تھے کہ اس وقت میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ اس وقت میں میرا کوئی نیک عمل (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) پہنچ جائے۔

حدیث

۸... عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيْهَا.

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے، اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی زوال کے وقت ان چار رکعات کو پڑھتے تھے، اور ان میں لمبی قراءت فرماتے تھے۔

بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل نماز کا بیان

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے صرف ایک حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں نفل نماز گھر میں پڑھنے کا ذکر ہے۔ حضور اقدس ﷺ سے نوافل گھر میں پڑھنا ثابت ہے، اور زبانی طور پر بھی آپ نے نوافل گھر میں پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کا کچھ حصہ گھر میں ادا کیا کرو! گھروں کو قبرستان مت بناؤ![1] یعنی جیسے قبرستان میں نماز کا ماحول نہیں ہوتا اپنے گھروں کو ایسا مت بناؤ، بلکہ گھروں میں نماز کا ماحول بناؤ۔ اسی لئے فرائض کے علاوہ سنتیں اور نفلیں گھر میں پڑھنا افضل ہے، تاکہ نماز کی برکات سے گھر میں برکت اور نورانیت بڑھے، گھر کے دیگر افراد اور بچے بھی نماز سیکھیں اور ان میں نماز کا شوق پیدا ہو، نیز اس سے ریاکاری اور نام ونمود سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔ البتہ فرض نمازوں میں چونکہ جماعت مطلوب ہے اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس لئے فرض نمازیں باجماعت مسجد ہی میں پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح وہ سنتیں اور نفلیں جنہیں مسجد میں یا جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے وہ بھی مسجد ہی میں پڑھنا افضل ہے، جیسے تراویح کی نماز اور سورج گرہن ہونے کی نماز وغیرہ۔

حدیث

۱... عَنْ حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ بَيْتِيْ وَالصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ: قَدْ تَرَى مَا أَقْرَبَ بَيْتِيْ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے اپنے گھر اور مسجد میں (نفل) نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا (کہ ان میں بہتر کیا ہے؟) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے؟ (جس کی وجہ

[1] «اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم ولا تتخذوها قبورا» (صحيح البخاري: ۹۴/۱)

سے مسجد آنے جانے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود) مجھے اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، الّا یہ کہ فرض نماز ہو (تو وہ مسجد میں ہی پڑھتا ہوں۔)

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے کے معمولات ذکر کئے گئے ہیں۔ نفلی روزوں کے معمول کے بارے میں موقع ومحل اور طبیعت کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بدلتا رہتا تھا۔ اس باب کی احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفلی روزوں کا جو معمول بیان کیا گیا ہے اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

①... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضرورت اور مصلحت کے تحت بعض اوقات مسلسل کئی کئی دن تک روزے رکھتے تھے، اور بعض اوقات کئی کئی دن تک ناغہ کرتے تھے اور بالکل روزہ نہیں رکھتے تھے، لیکن پورا مہینہ کبھی روزے سے خالی نہیں جاتا تھا، بلکہ مہینے میں کچھ نہ کچھ روزے ہوجاتے تھے۔

②... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضانُ المبارک کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے نہیں رکھتے تھے، بلکہ ہر ماہ میں کچھ روزے رکھنے اور بقیہ دن افطار کرنے کا معمول تھا، البتہ شعبان کے مہینے میں اکثر ایام میں روزے رکھنے کی عادت تھی، اسی وجہ سے بعض روایات میں مبالغہ کے طور پر شعبان کو رمضانُ المبارک کے ساتھ ملا دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان اور رمضان کے مہینے کے پورے روزے رکھتے تھے۔

③... ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کا معمول تھا، اس کیلئے دن اور تاریخ کی لازمی تخصیص نہیں تھی، بلکہ حسبِ موقع رکھ لیا کرتے تھے، چنانچہ کبھی مہینے کے شروع میں، کبھی ایام بیض میں اور کبھی مہینے کے آخر میں یہ روزے رکھتے تھے۔ اور بعض اوقات اس کے علاوہ دیگر ایام میں مثلاً ہفتہ، اتوار، پیر کو یا منگل، بدھ، جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

④... پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

⑤... جمعہ کے دن بھی اکثر روزہ رکھتے تھے، جمعہ کا روزہ کم ہی چھوڑتے تھے۔ لیکن بعض روایات میں

جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تاکہ لوگ اس کو ضروری نہ سمجھیں [1]، اسی لئے حضراتِ علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے، مگر اس دن کو لازمی طور پر روزے کیلئے خاص کرنا پسندیدہ نہیں۔

⑥... عاشوراء یعنی دس محرمُ الحرام کے روزے کا بھی اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی رکھنے کا حکم فرماتے تھے، بعد میں رمضانُ المبارک کے روزے فرض ہونے کے بعد عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم ہوگئی تو پھر آپ نے فرمایا جس کا جی چاہے یہ روزہ رکھے اور جس کا جی نہ چاہے، نہ رکھے۔ البتہ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ تنہا عاشوراء کا روزہ رکھنے میں چونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اس لئے اس کے ساتھ ایک روزہ اور رکھنا چاہئے تاکہ یہ مشابہت ختم ہوجائے، چنانچہ آئندہ سال آپ کا اسی طرح روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، مگر حضورِ اقدس ﷺ کا آئندہ سال محرم الحرام سے پہلے ہی وصال ہوگیا اور اس خواہش پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اسی لئے عاشوراء کے روزہ کے ساتھ نو یا گیارہ محرم الحرام کا روزہ رکھنا مستحب اور بہتر ہے۔ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت یہ ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ [2]

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے سولہ (۱۶) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ أَفْطَرَ. قَالَتْ: وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے روزوں کے بارے میں پوچھا؟ انہوں نے فرمایا: حضورِ اقدس ﷺ (کبھی اس قدر مسلسل) روزے رکھتے تھے کہ ہم کہتے کہ اب آپ (ہمیشہ) روزے رکھیں گے، اور (کبھی مسلسل) آپ افطار فرماتے تھے جس کی وجہ سے ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اب آپ ﷺ کبھی روزہ نہیں رکھیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اور نبی کریم ﷺ جب

[1] ''لا یصومن أحد کم یوم الجمعة إلا یوما قبله أو بعده'' (صحیح البخاری: ۴۲/۲)

[2] وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ. (صحیح مسلم: ۸۱۸/۲)

سے مدینہ منورہ تشریف لائے، رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے۔

حدیث

۲...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ، وَيُفْطِرُ مِنْهُ حَتَّى نَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ شَيْئًا. وَكُنْتَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ مُصَلِّيًا، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ نَائِمًا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی عادتِ شریفہ مختلف تھی، بعض اوقات) کسی مہینے میں اس طرح مسلسل روزے رکھنا شروع فرماتے کہ ہم سمجھتے تھے کہ آپ کا اس مہینے میں روزہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے، اور کسی مہینے میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے، جس سے ہم یہ سمجھتے کہ آپ کا اس مہینے میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور آپ رات کے جس حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتے دیکھ سکتے تھے، اور جس حصے میں سوتا ہوا دیکھنا چاہتے وہ بھی دیکھ سکتے تھے۔

تشریح

مذکورہ حدیث کے آخری جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:۔

① ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ نہ ساری رات سونے کی تھی، نہ ساری رات جاگنے کی، بلکہ آپ عبادت بھی فرماتے تھے اور آرام بھی فرماتے تھے۔ اس لئے رات کے وقت آپ کو نماز کی حالت میں اور سوتے ہوئے دونوں طرح دیکھنا ممکن تھا۔

② ... دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کے اوّل حصے میں نوافل پڑھتے تھے، کبھی درمیانی حصے میں اور کبھی رات کے آخری حصے میں، یعنی آپ نے رات کے ہر حصے میں تہجد کی نماز پڑھی ہے۔ اس لئے جو شخص رات کے جس حصے میں آپ کو عبادت کی حالت میں یا آرام کی حالت میں دیکھنا چاہے تو الگ الگ دنوں میں دونوں طرح دیکھ سکتا تھا، کسی رات اُس وقت میں آرام فرما رہے ہوں گے اور کسی رات اُسی وقت میں عبادت میں مصروف ہوں گے۔[1]

---

[1] خصائل نبوی، ص: ۲۶۷

حدیث

۳... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ أَنْ يَصُوْمَ مِنْهُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بعض اوقات) نبی کریم ﷺ (اس طرح مسلسل نفلی) روزہ رکھنا شروع فرماتے کہ ہم سوچتے تھے اس مہینے میں آپ کا ارادہ کوئی روزہ چھوڑنے کا نہیں ہے، اور کسی مہینے میں آپ روزہ ہی نہ رکھتے، یہاں تک کہ ہم سوچنے لگتے کہ آپ کا اس ماہ میں روزہ رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اور جب سے نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں رمضان کے علاوہ آپ نے کسی بھی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے۔

حدیث

۴... عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

ترجمہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ دو ماہ مسلسل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تشریح

گزشتہ احادیث میں رمضان المبارک کے علاوہ باقی کسی مہینے میں پورے روزے رکھنے کی نفی ہے، جبکہ اس حدیث میں رمضان المبارک کے ساتھ شعبان کا بھی ذکر ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ چونکہ شعبان کے مہینے میں زیادہ روزے رکھتے تھے اس لئے مبالغہ کے طور پر پورے شعبان کا ذکر کردیا، جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے کسی سال اتفاقاً شعبان کے پورے مہینے میں روزے رکھے ہوں اور حضرت اُم سلمہؓ نے اسی کو بیان کردیا ہو، ورنہ عام عادتِ شریفہ یہ نہیں تھی۔

حدیث

۵... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ لِلّٰهِ فِيْ شَعْبَانَ، كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُوْمُهُ كُلَّهُ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ ﷺ شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے، بلکہ (یوں سمجھیں کہ تقریباً) آپ پورا مہینہ ہی روزہ رکھتے تھے۔

تشریح

شعبان کے مہینہ میں بکثرت روزے رکھنا رمضانُ المبارک کی تعظیم کی وجہ سے ہے، نیز اس کی ایک وجہ حضور اقدس ﷺ نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اس مہینے میں ایک دن ایسا ہے جس میں سال کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزے دار ہوں۔[1]

حدیث

۶...عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہر مہینے کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔

حدیث

۷...عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ: كَانَ لَا يُبَالِيْ مِنْ أَيِّهِ صَامَ.

ترجمہ

حضرت معاذہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضور اقدس ﷺ

---

[1] ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ. (سنن النسائي: ۲۰۱/۴)

ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں (رکھتے تھے)، میں نے عرض کیا: مہینے کے کون سے دنوں میں آپ روزہ رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آنحضرت ﷺ روزہ رکھنے کے لیے دنوں کی پروا نہیں کرتے تھے، (یعنی متعین دن اور تاریخ کا اہتمام نہیں تھا، بلکہ جب موقع ہوتا رکھ لیتے تھے)۔

حدیث

۸... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پیر اور جمعرات کے روزے کا (اکثر) اہتمام فرماتے تھے۔ (اس کی وجہ حدیث نمبر ۱۰ میں مذکور ہے۔)

حدیث

۹... عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

حدیث

۱۰... عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِيْ وَأَنَا صَائِمٌ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اللہ جل شانہٗ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، (یعنی روزانہ رات دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے علاوہ پیر اور جمعرات کو خصوصی طور پر پیش ہوتے ہیں)۔ اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے کی حالت میں ہوں۔

حدیث

١١... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَالِاثْنَيْنَ، وَمِنَ الشَّهْرِ الْآخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْأَرْبَعَاءَ وَالْخَمِيْسَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (کبھی) ہر مہینے کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کو روزہ رکھ لیتے، اور دوسرے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کو (روزہ رکھ لیتے)۔

حدیث

١٢... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ. فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةُ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ. فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور حضور اکرم ﷺ بھی (ہجرت سے پہلے نفل کے طور پر) یہ روزہ رکھ لیا کرتے تھے، پھر جب نبی کریم ﷺ (ہجرت کرکے) مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے خود بھی یہ روزہ (اہتمام سے) رکھا اور (اُمت کو بھی) اس روزے کا (وجوبا) حکم فرمایا۔ مگر جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو رمضان کے روزے ہی فرض ہو گئے اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا (یعنی اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی، اَب وہ ایک مستحب روزہ ہے) لہٰذا جس کا دل چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جس کا دل چاہے نہ رکھے۔

حدیث

١٣... عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً، وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ.

ترجمہ

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (نفلی عبادت کیلئے) کسی دن کو مخصوص فرمایا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: (نہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال دائمی ہوتے تھے (یعنی جو نفلی کام شروع فرماتے اس کی پابندی فرماتے تھے، اگر کبھی رہ جائے تو دوسرے وقت میں ادا فرما لیتے تھے)، اور تم میں سے کون اس عمل کی طاقت رکھتا ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔

حدیث

۱۴... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ امْرَأَةٌ فَقَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قُلْتُ: فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ. فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَكَانَ أَحَبَّ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ فلانی عورت ہے جو رات بھر نہیں سوتی، (نوافل میں مشغول رہتی ہے)۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں (نفلی) اعمال اس قدر اختیار کرنے چاہئیں جن کی تم لوگ طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ جل شانہٗ (اجر وثواب دینے سے) نہیں اُکتاتے، یہاں تک کہ تم لوگ (عمل کرنے سے) اُکتا جاؤ (یعنی ہمت ہار بیٹھو)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند تھا جس پر عمل کرنے والا آدمی دوام اور پابندی کرے۔

حدیث

۱۵... عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ، أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتَا: مَا دِيْمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ.

ترجمہ

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے

پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پسندیدہ تھا؟ ان دونوں نے فرمایا: وہ عمل جس پر دوام اور پابندی کی جائے، خواہ وہ کتنا ہی کم ہو۔

تشریح

مذکورہ بالا تینوں احادیث (۱۳، ۱۴، ۱۵) اور اسی طرح اس باب کی آخری حدیث میں اگرچہ حضور اقدس ﷺ کے روزے کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن روزے کے باب میں ذکر کرنے سے مقصود اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ آپ ﷺ کا روزے کا معمول پڑھ کر جب روزہ کا شوق پیدا ہوتا ہے تو بعض اوقات آدمی اعتدال میں نہیں رہتا، اور زیادہ روزے رکھنے کی وجہ سے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگتی ہے، اس لئے ان احادیث کو ذکر کرکے یہ تعلیم دیدی کہ اپنی ہمت سے بڑھ کر نفلی روزے رکھنے سے اور دیگر نفلی عبادات کرنے سے فرائض اور واجبات میں حرج ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے میانہ روی کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ روزہ اور دیگر نفلی اعمال کا حسبِ استطاعت ایسا معمول بنانا چاہئے جس پر پابندی کے ساتھ عمل ہو سکے، اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں کبھی کبھی عبادت کے شوق میں معمول سے ہٹ کر زیادہ عبادت ہو جائے تو بھی جائز ہے، جیسا کہ اگلی حدیث میں طویل نماز کا ذکر ہے۔

حدیث

۱۶...عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَاصِمَ بْنَ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ، فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ. ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ، وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهِ: سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ. ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهِ، وَيَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهِ: سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ. ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ.

ترجمہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھا، آپ نے مسواک کی، پھر وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ (مقتدی کی حیثیت سے نماز میں) کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی

تلاوت شروع فرمائی، آپ (تلاوت کے دوران) رحمت کی آیت سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال فرماتے، اور عذاب کی آیت سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اور عذاب سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے رکوع کیا، اور اپنے قیام کے بقدر رکوع میں ٹھہرے رہے (یعنی قیام جتنا لمبا تھا، اتنا لمبا رکوع فرمایا)، اور رکوع میں یہ کلمات پڑھتے رہے: سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ (میں اس ذات کی پاکی بیان کرتا ہوں جو قدرت والی، عظیم الشان سلطنت، بڑائی اور عظمت والی ہے) اور پھر آپ ﷺ نے اپنے رکوع کے بقدر (لمبا) سجدہ کیا، اور اپنے سجدے میں بھی وہی سابقہ کلمات پڑھتے رہے، پھر (دوسری رکعت میں) سورۂ آلِ عمران پڑھی پھر (تیسری اور چوتھی رکعت میں) ایک ایک سورت پڑھی، اسی طرح آپ ہر رکعت میں کرتے تھے (یعنی رحمت کا سوال، عذاب سے پناہ، رکوع وسجود کو قیام کی طرح طویل فرماتے)۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی قراءت کا بیان

اس باب کی احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی قراءت کی کیفیت بیان فرمائی گئی ہے کہ آپ ﷺ قرآن شریف کس طرح پڑھتے تھے؟ چنانچہ اس باب کی احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

① ... نبی کریم ﷺ نہایت خوش الحان اور اچھی آواز والے تھے، آپ کی آواز خوبصورت اور دل گداز تھی۔ اور حضور اقدس ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے تجوید کے قواعد کے مطابق اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر ہر حرف واضح ہوتا تھا، بعض اوقات ترنم اور لب ولہجہ کے ساتھ پڑھتے تھے، اور کبھی اس کے بغیر بھی پڑھتے تھے۔

② ... آنحضرت ﷺ کبھی آہستہ آواز میں پڑھتے تھے، کبھی درمیانی آواز میں اور کبھی بلند آواز میں، غرضیکہ موقع محل کی مناسبت سے ہر طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی اس میں آسانی ہے کہ آہستہ آواز میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور بلند آواز سے بھی۔ اگر کسی کو اذیت نہ ہو اور بلند آواز کی وجہ سے کسی کی عبادت یا آرام میں خلل نہ ہو اور دکھاوا بھی نہ ہو تو بلند آواز سے

پڑھنا جائز ہے، بلکہ اگر کسی کو ترغیب دینا یا تعلیم دینا مقصود ہو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ لیکن اگر بلند آواز سے پڑھنے کی وجہ سے کسی کو تکلیف ہو رہی ہو یا ریاکاری کا اندیشہ ہو تو پھر آہستہ آواز سے پڑھنا چاہئے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱...عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

ترجمہ

حضرت یعلیٰ بن مَمْلک نے اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم ﷺ کی قراءت کی کیفیت پوچھی، تو وہ بیان کرنے لگیں کہ نبی کریم ﷺ کی قراءت کا ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ اور واضح ہوتا تھا۔

تشریح

ممکن ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے زبانی یہ کیفیت بتائی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس طرح پڑھ کر بتایا ہو جس سے یہ کیفیت ظاہر ہو، جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر (۳) میں پڑھ کر بتانے کا ذکر ہے۔

حدیث

۲...عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَدًّا.

ترجمہ

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کی کیفیت پوچھی؟ تو انہوں نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ (مد والے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ (اور یہ تب ہی ممکن ہے جب اطمینان سے تلاوت کی جائے۔)

حدیث

۳...عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ: {الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ} ثُمَّ يَقِفُ. ثُمَّ يَقُوْلُ: {الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ} ثُمَّ يَقِفُ. وَكَانَ يَقْرَأُ (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ).

ترجمہ

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ پڑھتے تھے (یعنی اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر آیت پر وقف کرتے)، آپ پڑھتے: الحمد للہ رب العلمین پھر آپ ٹھہر جاتے (یعنی وقف کرتے) پھر آپ پڑھتے: الرحمن الرحیم اور وقف کرتے، پھر مالک یوم الدین پڑھتے۔

حدیث

۴... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ. قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ. فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی کیفیت کے بارے میں پوچھا، کیا آپ آہستہ تلاوت فرماتے یا بلند آواز سے پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہر طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کیا کرتے تھے، کبھی آپ آہستہ قراءت کرتے اور کبھی بلند آواز سے پڑھتے، میں نے کہا: تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے اس معاملے میں وسعت، آسانی اور گنجائش رکھی ہے۔

تشریح

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال تہجد کی نماز کے بارے میں تھا، اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ دونوں طرح پڑھنے کا معمول تھا، یعنی ایک ہی رات میں دونوں طرح پڑھتے تھے، کچھ آواز سے اور کچھ آہستہ، یا یہ الگ الگ رات کا معمول ہے کہ کسی رات میں بلند آواز سے پڑھتے اور کسی رات میں آہستہ آواز سے۔ معلوم ہوا کہ تہجد میں بلند آواز سے قراءت کرنا اور آہستہ پڑھنا دونوں طرح صحیح ہے۔ ❶

حدیث

۵... عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلٰى عَرِيشِي.

❶ خصائل نبوی، ص: ۲۸۱

ترجمہ

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی رات کے وقت قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنا کرتی تھی، جبکہ میں اپنے گھر کی چھت پر ہوتی تھی۔ (یعنی اس قدر صاف اور بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ مجھے گھر کی چھت سے قرآن کریم سنائی دیتا تھا۔)

حدیث

٦...عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُوْلُ: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَقْرَأُ: {إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ} ". قَالَ: فَقَرَأَ وَرَجَّعَ، قَالَ: وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ: لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيَّ لَأَخَذْتُ لَكُمْ فِيْ ذَلِكَ الصَّوْتِ أَوْ قَالَ: اللَّحْنِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ کو اپنی اُونٹنی پر اس حال میں دیکھا کہ آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ (یعنی حلق میں آواز گھما کر ترنم اور لب ولہجہ سے پڑھ رہے تھے یا آپ سواری پر بیٹھنے کی وجہ سے آ آ کر کے پڑھ رہے تھے)۔ حدیث کے راوی شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن قُرّہ فرماتے تھے: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے، تو میں تمہیں اس آواز میں (یا اس لب ولہجہ میں) پڑھ کر سناتا۔

تشریح

"ترجیع" کے دو مطلب ہیں:۔

① ... حلق میں آواز گھما کر ترنم اور لہجے کے ساتھ پڑھنا۔

② ... آ آ کر کے پڑھنا، چونکہ آپ ﷺ سواری پر تھے اور سواری کی حرکت کی وجہ سے آپ کی آواز آ آ کی طرح بن رہی تھی۔

حدیث

٧...عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ،

وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ، وَكَانَ لَا يُرَجِّعُ.

ترجمہ

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور اچھی آواز والا بنا کر بھیجا ہے، اور تمہارے نبی ﷺ (بھی) خوبصورت اور خوش آواز تھے، اور حضور اقدس ﷺ قرآن مجید (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔ (بلکہ انتہائی عمدہ انداز، اور خوبصورت لہجے میں تلاوت فرماتے تھے۔)

حدیث

۸... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پڑھنے کی آواز کو کبھی وہ شخص سن لیتا جو صحن میں ہوتا، جبکہ نبی کریم ﷺ گھر (کے اندر والے کمرے) میں تلاوت فرما رہے ہوتے۔ (یعنی آپ درمیانی آواز سے پڑھتے تھے، اسی لئے آپ کی آواز صحن تک آجاتی تھی، اس سے آگے نہیں جاتی تھی)

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے رونے کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے رونے کا ذکر ہے۔ آدمی کا رونا مختلف وجوہات سے ہوتا ہے، مثلاً خوشی کی وجہ سے، تکلیف کی وجہ سے، خوف کی وجہ سے، ظلم کی وجہ سے وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ کا رونا اکثر اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے یا اپنی اُمت پر شفقت کی وجہ سے ہوتا تھا، چنانچہ اس باب کی پہلی تین احادیث میں جس رونے کا ذکر ہے وہ نماز میں تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کے خوف، قیامت کے منظر اور اُمت کے نافرمانوں کی حالتِ زار کی وجہ سے تھا۔ اور آخری تین احادیث میں جس رونے کا ذکر ہے وہ آپ کی نرم دِلی اور طبعی شفقت کی وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ اپنی صاحبزادیؓ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات پر روئے تھے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱...عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهِ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ.❶

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی، جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز ہوتی ہے۔ (یہ رونا اللہ تعالیٰ کے خوف اور کامل خشوع وخضوع کی بنا پر تھا۔)

حدیث

۲...عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ، فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى بَلَغْتُ {وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا} قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللهِ تَهْمِلَانِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے قرآن مجید پڑھو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو قرآن مجید سناؤں، حالانکہ یہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں کسی دوسرے سے قرآن مجید سنوں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ میں نے سورۂ نساء سنانا شروع کی، یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا (ترجمہ: پھر یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور (اے پیغمبر) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے)، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی دونوں آنکھوں کو دیکھا کہ ان سے آنسو بہہ رہے تھے۔

---

❶ أَزِيْزٌ: پیٹ میں گڑگڑ کی آواز ‌ ‌ الْمِرْجَل: ہنڈیا دیگ

تشریح

حضور اقدس ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی وجہ سے رویا کرتے تھے، چنانچہ یہ آیت سُن کر حضور اقدس ﷺ اس لئے روئے تھے کہ آپ ﷺ کے سامنے قیامت کا منظر آیا اور آپ کو اپنی اُمت کے گنہگار لوگوں کا خیال آگیا جنہیں اُن کی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب ہوسکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے قرآنِ کریم کی تلاوت سُنے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

حدیث

۳... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، حَتّٰى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ، فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهٗ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ، فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهٗ، فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِيْ، وَيَقُوْلُ: رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِيْ أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيْهِمْ؟ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِيْ أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ؟ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ. فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ، فَإِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ایک دن سورج گرہن ہوا، نبی کریم ﷺ نے نماز شروع فرما کر اتنا طویل قیام کیا گویا آپ کا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ پھر رکوع کیا (وہ اتنا طویل تھا) گویا آپ کا رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا، (قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ) گویا آپ نے سجدہ کرنا ہی نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا، قریب نہیں تھا کہ آپ اپنا سر سجدے سے اٹھائیں (یعنی کافی دیر سجدے میں رہے)، پھر آپ نے سجدے سے اپنا سر اٹھایا (اور جلسہ میں اتنی دیر بیٹھے رہے کہ) گویا آپ نے دوسرا سجدہ کرنا ہی نہیں ہے، پھر دوسرے سجدے میں گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ گویا آپ

نے سجدے سے سر نہیں اٹھانا، پھر آپ (سجدے میں ہی) زمین پر پھونک مارنے لگے اور رونے لگے اور کہنے لگے: اے میرے پروردگار! کیا آپ نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا؟ کہ آپ ان کو عذاب نہیں دیں گے جبکہ میں ان میں موجود ہوں گا، اے میرے پروردگار! کیا آپ نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا؟ کہ آپ ان کو عذاب نہیں دیں گے، جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے، اور ہم سب آپ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں، جب نبی کریم ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھ لی تو سورج روشن ہو چکا تھا، پھر آپ بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا: بیشک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے ان دونوں کو گرہن نہیں لگتا، لہٰذا جب سورج اور چاند کو گرہن ہو جائے تو تم لوگ ڈر کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سہارا لیا کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

تشریح

جس دن سورج گرہن کا یہ واقعہ ہوا تھا کہ اُسی دن آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا، اور زمانہ جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کسی عظیم انسان کی پیدائش یا اس کی موت پر ہوتا ہے، چنانچہ لوگوں نے اس رسم کے مطابق یہ کہنا شروع کردیا کہ آپ کے صاحبزادے کے انتقال کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کو جمع کرکے ''کسوف'' کی لمبی نماز پڑھائی اور خطبہ دیکر لوگوں کے غلط خیال کی اصلاح فرمائی کہ سورج گرہن یا چاند گرہن ہونا کسی کی موت کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ سورج گرہن کی نماز دو رکعتیں ہیں اور ان کو باجماعت ادا کرنی مسنون ہیں، جبکہ چاند گرہن کی نماز میں جماعت نہیں ہے، وہ انفرادی طور پر دو رکعات پڑھنی چاہئیں۔

حدیث

۴... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةً لَهُ تَقْضِيْ فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَقَالَ يَعْنِيْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَبْكِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ؟ فَقَالَتْ: أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِيْ؟ قَالَ: إِنِّيْ لَسْتُ أَبْكِيْ، إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، إِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ، وَهُوَ يَحْمَدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک بیٹی (یعنی نواسی) کو لیا، جو قریبُ الوفات تھی، حضور اکرم ﷺ نے ان کو گود میں اٹھایا اور اپنے سامنے رکھا، چنانچہ آپ کے سامنے ہی ان کی وفات ہو گئی، حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا (جو حضور ﷺ کی ایک آزاد کردہ باندی تھیں) چلا کر رونے لگیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ کے رسول کے سامنے چلا کر رو رہی ہو؟ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیا میں آپ کو روتا ہوا نہیں دیکھ رہی (یعنی آپ کی آنکھوں سے بھی تو آنسو نکل رہے ہیں) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں (چلا کر) نہیں رو رہا، آنکھ سے (غیر اختیاری طور پر) نکلنے والے یہ آنسو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں، بیشک مومن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کی سانس اس کے دونوں پہلوؤں سے نکالی جارہی ہو اور وہ (اس وقت بھی) اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہا ہو۔

تشریح

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی کا نہیں ہے، بلکہ اکثر حضرات کے نزدیک یہ آپ ﷺ کی نواسی کا ہے، اس پر شفقت اور طبعی نرم دلی کی وجہ سے آپ روئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ فطری محبت اور ان کے انتقال پر طبعی تکلیف ہونا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ چیخنا، چلانا اور نوحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث

۵...عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِيْ أَوْ قَالَ: عَيْنَاهُ تَهْرَاقَانِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر اُن کی وفات کے بعد بوسہ دیا، اُس وقت آپ رو رہے تھے یا راوی نے یوں کہا: اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

تشریح

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں، ابتداء میں مسلمان ہونے والوں میں شامل ہیں، ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا، ان کی میت پر آپ ﷺ تشریف لائے اور ان کی پیشانی کو چوما، اس وقت آپ

کی شفقت اور نرم دلی کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حدیث

۶... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ. فَقَالَ: أَفِيْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَنَا قَالَ: انْزِلْ. فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا) کی تدفین کے وقت موجود تھے، آپ ان کی قبر پر تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں میں ایسا کوئی شخص ہے، جس نے آج رات اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ہوں (یا رسول اللہ!) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم (قبر میں) اُترو، چنانچہ وہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر میں اُترے۔

تشریح

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بیمار رہتی تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی تیمارداری کرتے تھے، اتفاق سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس رات اپنی کسی باندی کے ساتھ مشغول تھے جو شرعی لحاظ سے ان کیلئے جائز تھا، اور ان کو اس بات کا بھی اندازہ نہیں تھا کہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس رات میں وفات ہوجائے گی، مگر حضور اقدس ﷺ کو یہ عمل پسند نہیں آیا، اس لئے آپ نے اُنہیں تنبیہ کرنے کیلئے تدفین کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ جس نے آج رات ہمبستری نہ کی ہو وہ قبر میں اُترے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے بستر کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبی کریم ﷺ کے بستر کا ذکر ہے کہ آپ کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سادہ بستر پسند فرماتے تھے، ایسے نرم بستر کو پسند نہیں فرماتے تھے جس پر گہری نیند آئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کردے، اسی لئے آپ ﷺ کا بستر کبھی چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت

کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی، کبھی آپ کا بستر ٹاٹ کا ہوتا تھا، اور کبھی آپ کا بستر بوری کا ہوتا تھا۔ متعدد احادیث میں ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام اور ازواجِ مطہرات جب آپ ﷺ کیلئے نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو آپ انکار فرمادیتے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے دنیا کے آرام اور راحت سے کیا غرض، میری مثال تو اس راہ گیر جیسی ہے جو سفر کے دوران تھوڑی دیر آرام کیلئے درخت کے نیچے بیٹھ گیا، پھر تھوڑی دیر آرام کے بعد اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ (۱) یہ حضور اقدس ﷺ کا زُہد اور تقویٰ تھا، حالانکہ فی نفسہٖ نرم بستر پر سونا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے نماز کیلئے اور دیگر عبادات اور حقوقِ واجبہ کے ادا کرنے میں سستی نہ ہو۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دو (۲) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ. (۲)

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حدیث

۲... حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ، مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ؟ قَالَتْ: مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهٗ مِنْ لِيْفٍ. وَسُئِلَتْ حَفْصَةُ، مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ؟ قَالَتْ: مِسْحًا (۳) نَثْنِيْهِ (۴) ثَنِيَّتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ: لَوْ ثَنَيْتَهٗ أَرْبَعَ ثَنْيَاتٍ لَكَانَ أَوْطَأَ لَهٗ فَثَنَيْنَاهُ لَهٗ بِأَرْبَعِ ثَنْيَاتٍ. فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: مَا فَرَشْتُمْ لِيَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَتْ قُلْنَا: هُوَ فِرَاشُكَ إِلَّا أَنَّا ثَنَيْنَاهُ بِأَرْبَعِ

---

(۱) مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. (سنن الترمذی: ۲/۶۶)

(۲) أَدَمٍ (بفتح الهمزة والدال، جمعُ أدمة أو أديم) وہ چمڑا جس کو دباغت سے صاف کرلیا گیا ہو۔
حَشْو: بستر کی بھرائی لِيْفٌ: کھجور کے درخت کی چھال، ریشے

(۳) مِسْحًا: (بکسر المیم وسکون السین) ٹاٹ، کھردرا بستر

(۴) نَثْنِيْهِ (مشتق من الثنی): دُوہرا کرنا، ڈبل کرنا

ثَنْيَاتٍ، قُلْنَا: هُوَ أَوْطَأُ لَكَ قَالَ: رُدُّوهُ لِحَالَتِهِ الأُولَى، فَإِنَّهُ مَنَعَتْنِي وَطَاءَتُهُ[1] صَلَاتِي اللَّيْلَةَ.

ترجمہ

حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں حضور اقدس ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کے ریشے بھرے ہوئے تھے، اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ایک ٹاٹ تھا، جس کو ہم دوہرا کر کے بچھا دیتے تھے، اس پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے، ایک رات میں نے سوچا کہ اگر میں اس بستر کو چوہرا کر کے بچھا دوں تو وہ آپ کیلئے زیادہ آرام دہ ہوگا، چنانچہ ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا، جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: آج رات تم لوگوں نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے عرض کیا کہ یہ آپ کا وہی بستر تھا، مگر ہم نے اس کو چوہرا کر کے بچھایا تھا، یہ سوچ کر کہ وہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہوگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو اس کی پہلی حالت پر ہی لوٹا دو، کیونکہ اس کی نرمی نے آج رات مجھے نماز (تہجد) پڑھنے سے روک دیا، (یعنی آنکھ نہیں کھلی یا دیر سے کھلی)۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی تواضع کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبی کریم ﷺ کی تواضع اور عاجزی کا ذکر ہے، اور ضمناً تواضع کے علاوہ بعض دیگر مبارک عادات کا بیان بھی ہے۔ بہرحال اس باب کی احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی جن صفات کو بیان کیا گیا ہے اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

①... حضور اقدس ﷺ انتہائی متواضع تھے، مزاج میں نرمی اور بے تکلفی تھی، آپ ﷺ حضرات صحابہ کرام

[1] وَطَاءَتُهُ: بستر کی نرمی

رضی اللہ عنہم کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے، امتیازی شان کے ساتھ رہنا آپ کو پسند نہ تھا۔

②… آپ ﷺ اپنے لئے صفتِ عبدیت کو پسند فرماتے تھے، اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مبالغہ آمیز تعریف کرنے سے منع فرماتے تھے۔

③… آپ ﷺ کے ساتھ جو شخص بھی گفتگو کرتا آپ اُسے پوری توجہ سے سنتے تھے، کبھی کوئی شخص علیحدگی میں بات کرنا چاہتا تو آپ ﷺ اسے تنہائی میں بات کرنے کا موقع بھی عنایت فرماتے تھے۔ آپ سے ملاقات کرنے والا شخص جب تک بیٹھا رہتا آپ بھی اس کے ساتھ تشریف فرما ہوتے، اُٹھنے میں پہل نہیں فرماتے تھے جب تک کہ آنے والا بندہ خود نہ اُٹھ جائے۔

④… ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں آپ ﷺ اُن کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ بیمار کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے تھے، جنازے میں شرکت فرماتے تھے، کوئی آپ کی دعوت کرتا تو اسے قبول فرماتے تھے خواہ دعوت کرنے والا معمولی آدمی کیوں نہ ہو، جیسے آپ نے درزی کی دعوت قبول فرمائی۔ اِسی طرح ہر قسم کے کھانے کی دعوت قبول فرما لیتے تھے، عمدہ اور پُر تکلف کھانے کا اہتمام نہیں تھا، جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر چار اور آٹھ میں ہے۔

⑤… آنحضرت ﷺ اپنے اختیار سے فقر و فاقہ کی حالت میں رہنا پسند فرماتے تھے، سواری کا بھی کوئی خاص اہتمام نہیں تھا، گدھے پر بھی سواری فرمائی ہے، بعض اوقات عمدہ یا گھٹیا کوئی سواری نہیں ہوتی تو آپ پیدل ہی تشریف لے جاتے تھے۔

⑥… آپ ﷺ عاجزی اور انکساری کی بناء پر اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہونے کا اہتمام کریں۔

⑦… آپ ﷺ گھر میں مثالی شوہر بن کر رہتے تھے، اپنے کام خود کر لیا کرتے تھے، گھر میں اپنے اوقات تین حصوں میں تقسیم کئے ہوئے تھے، ایک حصہ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی کیلئے مخصوص تھا جس میں ان کے ساتھ بات چیت فرماتے، ان کے حالات معلوم کرتے اور ان کی ضروریات پوری فرماتے۔ اور ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات کیلئے مخصوص کیا ہوا تھا، اُس میں سے خاص خاص صحابۂ کرامؓ اور حاجتمندوں کو وقت دیتے تھے، ان کی دینی اور دنیاوی ضرورت پوری فرماتے تھے۔ اگر کسی حاجتمند کو دینے کیلئے کچھ نہ ہوتا تو اسے نرم انداز میں منع فرما دیتے اور بعض اوقات دوسرے وقت آنے کا وعدہ فرما لیتے تھے۔

⑧… کسی قبیلے کا سردار آپ کے پاس آتا تو اس کا اعزاز و اکرام فرماتے تھے، آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے، اُن کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ اور نظر تھی، چنانچہ

مخصوص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے معاشرے کے حالات معلوم کیا کرتے تھے تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ لوگوں میں کونسی کونسی اچھی باتیں ہیں اور کیا کیا خرابیاں پائی جاتی ہیں، پھر اچھی باتوں کی حوصلہ افزائی فرماتے اور برائیوں کی اصلاح فرماتے تھے۔

⑨... آپ ﷺ اُٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، جب آپ کسی مجلس میں تشریف لاتے تو گردنیں پھلانگ کر آگے نہیں جاتے تھے، بلکہ مجلس میں جہاں جگہ خالی ہوتی وہیں بیٹھ جاتے تھے، پھر جہاں آپ تشریف فرما ہوتے وہی جگہ صدرِ مجلس بن جاتی اور سارے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے۔ آپ ﷺ حضراتِ صحابۂ کرامؓ کو بھی اسی بات کی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جایا کریں، کیونکہ دوسروں کو تکلیف پہنچانا ناجائز اور گناہ ہے۔

⑩... آنحضرت ﷺ حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کی طرف پوری توجہ فرماتے تھے، اور ایسے اچھے انداز سے پیش آتے تھے کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ میں ہی نبیِ کریم ﷺ کی نظر میں سب سے معزز ہوں۔

یہ سب صفات آنحضرت ﷺ کے متواضع ہونے کی واضح علامت ہیں، کیونکہ یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہو اور اپنی طبیعت میں عاجزی اور انکساری ہو۔ ہمیں بھی یہ صفات اختیار کرنی چاہئیں۔ (باقی باتیں احادیث کے ترجمہ سے واضح ہیں)۔ اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے تیرہ (۱۳) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُطْرُوْنِي❶ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

ترجمہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ حد سے زیادہ میری تعریف نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہی بنا دیا)، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس لئے تم لوگ مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔

---

❶ (مشتق من الاطراء) تعریف میں مبالغہ کرنا

حدیث

۲...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً. فَقَالَ: اجْلِسِي فِي أَيِّ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ شِئْتِ أَجْلِسْ إِلَيْكِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ سے عرض کیا: مجھے آپ سے (علیحدگی میں) ایک کام ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے کسی راستہ پر بیٹھ جاؤ، میں بھی وہاں بیٹھ جاؤں گا (اور بات سن لوں گا)۔

تشریح

مذکورہ خاتون سے راستہ میں بات کرنے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:-

①... بعض روایات میں ہے کہ یہ عورت کچھ بے عقل سی تھی، اور بظاہر گلی کوچوں میں پھرتی رہتی تھی، اس قسم کی خاتون کے ساتھ گھر میں بات کرنا گھر کی مستورات کیلئے پریشانی کا باعث ہوسکتا ہے، اس لئے آپ نے راستہ ہی میں اس سے بات کرلی۔

②... بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ نے راستہ میں اس لئے بات کی تاکہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت اور تنہائی میں بیٹھنا نہ پڑے۔ [1]

حدیث

۳...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ، وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ، وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ، وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ، وَكَانَ يَوْمَ بَنِيْ قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيْفٍ وَعَلَيْهِ إِكَافٌ [2] مِنْ لِيْفٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ بیمار کی عیادت فرماتے تھے، جنازہ میں شریک ہوتے تھے، گدھے پر سوار ہوجاتے تھے اور غلام کی دعوت (بھی) قبول فرما لیتے تھے، اور بنو قریظہ کی لڑائی کے دن آپ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے، جس کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی، اور اس کا پالان بھی کھجور کی چھال کا تھا۔

---

[1] خصائل نبوی، ص: ۲۹۶

[2] إِكَافٌ (بكسر الهمزة): پالان، کجاوہ   لِيْفٌ: کھجور کے درخت کی چھال، ریشہ

حدیث

۴... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعٰى إِلٰى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَالْإِهَالَةِ السَّنِخَةِ [1] فَيُجِيْبُ. وَلَقَدْ كَانَ لَهٗ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتّٰى مَاتَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بعض اوقات) حضور اقدس ﷺ کو جَو کی روٹی اور باسی چربی کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ اسے (بھی بلا تکلف) قبول فرما لیتے تھے، اور آپ ﷺ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس (گروی) تھی، آپ کی وفات تک آپ کو ایسی کوئی چیز نہیں ملی جس کے ذریعہ آپ اس زرہ کو چھڑا لیتے۔

حدیث

۵... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَجَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ [2] وَعَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا تُسَاوِيْ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک پرانے کجاوے پر (بیٹھ کر) حج کیا، اس کجاوے پر (یا نبی کریم ﷺ کے جسم پر) ایک ایسی چادر تھی جس کی قیمت چار درہم بھی نہیں ہوگی، اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ: یا اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا دیجئے، جس میں کوئی ریاکاری اور دکھلاوا نہ ہو، اور نہ ہی شہرت ہو۔ (یہ دعا بھی آپ ﷺ نے کمالِ تواضع کی وجہ سے مانگی تھی، ورنہ آپ کے فعل میں ریاء اور شہرت کا احتمال نہیں تھا۔)

حدیث

۶... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَكَانُوْا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا. لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ.

---

[1] إِهَالَة: چربی، تیل — سَنِخَة: باسی، خراب، بدبودار، سڑی ہوئی

[2] رَثّ: پرانا، بوسیدہ — قَطِيْفَة: جھالر والی چادر، کپڑا

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک دنیا میں حضور اقدس ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی شخص نہیں تھا، اس کے باوجود وہ حضرات جب حضور اقدس ﷺ کو (تشریف لاتے ہوئے) دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اسے پسند نہیں فرماتے۔

تشریح

یہ بھی نبی کریم ﷺ کی انتہائی عاجزی اور تواضع کی دلیل ہے کہ اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اپنے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا کھڑا ہونا آپ کو پسند نہیں تھا۔ کسی کے آنے پر کھڑا ہونا ''قیامِ تعظیم'' کہلاتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی آمد پر کھڑا ہونا پسندیدہ نہیں، جبکہ دیگر روایات میں حضور اقدس ﷺ سے قولاً وعملاً اس قسم کا قیام ثابت ہے، اس لئے اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ان روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ کھڑے ہونے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں، بعض صورتوں میں کھڑا ہونا درست ہے اور بعض میں نہیں، مثلاً اگر کوئی شخص تکبر کی وجہ سے اپنے لئے کھڑے ہونے کو پسند کرتا ہو تو اُس کی آمد پر کھڑا ہونا ممنوع ہے، اور جس شخص کے بارے میں یہ خطرہ ہو کہ اگر لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے ہوں گے تو اس میں تکبر اور بڑائی آجائے گی تو ایسے شخص کی آمد پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ البتہ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں اور محض آنے والے کے ادب واکرام کی وجہ سے اگر کوئی شخص کھڑا ہو تو یہ جائز ہے، بلکہ اگر آنے والا اہلِ علم وفضل میں سے ہو تو اس کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس طرح سفر سے واپس آنے والے شخص سے ملنے کیلئے خوشی میں کھڑا ہونا بھی مستحب ہے۔ غرض کہ کھڑے ہونے کے اسباب ومقاصد کے بدلنے سے قیامِ تعظیم کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ اس تفصیل سے تمام روایات میں مطابقت ہوجاتی ہے۔ [1]

حدیث [2]

۷... عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ أَبِيْ هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَشْتَهِيْ أَنْ يَصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا [3]، يَتَلَأْلَأُ

---

[1] تکملۃ فتح الملہم: ۱۲۶/۳ (کتاب الجہاد والسیر، مسألۃ القیام للقادم)، خصائل نبوی، ص: ۲۹۹

[2] یہ حدیث چونکہ بہت طویل ہے، اسلئے آسانی کیلئے اس حدیث کو مضمون کے اعتبار سے چھوٹے چھوٹے پیراگراف میں تقسیم کیا ہے۔

[3] فَخْمًا: اپنی ذات کے لحاظ سے عظیم الشان مُفَخَّمًا: صفات کی وجہ سے دوسروں کی نظر میں بلند مرتبہ والا

وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ.

قَالَ الْحَسَنُ: فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا، ثُمَّ حَدَّثْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ. فَسَأَلَهُ عَمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَوَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهَا عَنْ مَدْخَلِهِ وَمَخْرَجِهِ وَشَكْلِهِ فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا.

ترجمہ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا، اور وہ حضور اقدس ﷺ کے حلیۂ مبارک کو بہت زیادہ اور خوب اچھی طرح بیان کیا کرتے تھے، مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی بیان کر دیں، چنانچہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ اپنی ذات کے لحاظ سے عظیم الشان اور بلند مرتبہ تھے، آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لمبی حدیث ذکر فرمائی جس میں پورا حلیۂ مبارک تفصیل سے بیان فرمایا (جو اس کتاب کے پہلے باب کی ساتویں حدیث میں گزر چکا ہے)۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس روایت کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک چھپائے رکھا (یعنی ذکر نہیں کیا) پھر (ایک عرصے کے بعد) میں نے ان کو یہ حدیث بتائی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی ماموں سے یہ حدیث سن چکے تھے، اور جو میں نے ماموں سے پوچھا تھا وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اُن سے پوچھ چکے تھے، اور (صرف یہی نہیں، بلکہ) اُنہوں نے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کے گھر میں تشریف لے جانے اور گھر سے باہر تشریف لانے اور آپ کے طرز و طریقے کے بارے میں بھی پوچھ چکے تھے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھے گئے سوال سے متعلق کوئی بات نہیں چھوڑی (یعنی ہر بات تفصیل سے بیان فرمادی)۔ (اَب آگے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبیٔ کریم ﷺ کے بارے میں جو معلومات حاصل کی تھیں اُن کا بیان ہے۔)

گھر تشریف آوری کے بعد آنحضرت ﷺ کا معمول

قَالَ الْحُسَيْنُ: فَسَأَلْتُ أَبِي عَنْ دُخُولِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى مَنْزِلِهِ جَزَّأَ دُخُولَهُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، جُزْءًا لِلّٰهِ، وَجُزْءًا

لِأَهْلِهِ، وَجُزْءًا لِنَفْسِهِ. ثُمَّ جَزَّأَ جُزْأَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ. فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ. وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا.

وَكَانَ مِنْ سِيرَتِهِ فِيْ جُزْءِ الْأُمَّةِ إِيْثَارُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِإِذْنِهِ وَقَسْمِهِ عَلَى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّيْنِ. فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ، وَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ، وَمِنْهُمْ ذُو الْحَوَائِجِ. فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيَشْغَلُهُمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْأُمَّةَ مِنْ مُسَاءَلَتِهِمْ عَنْهُ وَإِخْبَارِهِمْ بِالَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ وَيَقُوْلُ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ. وَأَبْلِغُوْنِيْ حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ إِبْلَاغَهَا. فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ إِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. لَا يُذْكَرُ عِنْدَهُ إِلَّا ذٰلِكَ، وَلَا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ غَيْرِهِ. يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا [1] وَلَا يَفْتَرِقُوْنَ إِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ، وَيُخْرِجُوْنَ أَدِلَّةً يَعْنِيْ عَلَى الْخَيْرِ".

ترجمہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے گھر میں تشریف لے جانے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:
حضورِ اقدس ﷺ جب اپنے گھر تشریف لاتے تو گھر میں رہنے کے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے، ایک حصہ اللہ جل جلالہٗ (کی عبادت) کے لیے، دوسرا حصہ گھر والوں (کے حقوق کی ادائیگی) کیلئے، اور تیسرا حصہ اپنی ذات کیلئے، پھر اپنے والے (تیسرے) حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے تھے (یعنی اس کے مزید دو حصے کر دیتے تھے)، آپ اس تیسرے حصے میں خاص صحابۂ کرام (سے ملاقات کر کے اُن) کے ذریعہ عوام تک پیغام پہنچاتے، اور آپ ﷺ صحابۂ کرام ؓ سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔

اور اُمت کے اس تیسرے حصے کے آدھے وقت میں نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ اہلِ فضل یعنی اہلِ علم وعمل کو اپنے پاس آنے کی اجازت دینے میں ترجیح دیتے اور اس وقت کو ان کے درمیان دینی فضیلت کے بقدر تقسیم فرماتے تھے، ان میں سے بعض آنے والے ایک حاجت لے کر آتے، اور بعض دو دو حاجتیں لے کر آتے، اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لے کر خدمت میں حاضر ہوتے، چنانچہ آپ ان کے ساتھ مشغول

[1] رُوَّاد (بضم الراء وفتح الواو المشددة، جمعُ رائد): طلب کرنے والا

ہو جاتے، اور ان کو (بھی) ایسے اُمور میں مشغول فرما دیتے جو خود ان کی اور ساری اُمت کی اصلاح کیلئے مفید ہوتے یعنی ان کا آپ ﷺ سے دینی اُمور کے متعلق دریافت کرنا، اور نبیٔ کریم ﷺ کا انہیں ایسی باتیں بتلانا جو ان کے لیے مناسب ہوتیں، اور نبیٔ کریم ﷺ ان سے فرماتے: تم میں سے جو لوگ یہاں موجود ہیں اُنہیں چاہیے کہ وہ ان باتوں کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ (اور نبی کریم ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ) جو لوگ (کسی عذر کی وجہ سے) مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچادیا کرو، کیونکہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے، (لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو)۔ اور نبیٔ کریم ﷺ کے پاس ضروری اور مفید باتوں کا ہی تذکرہ ہوتا تھا، اور نبیٔ کریم ﷺ لوگوں کی ضرورت وحاجت کے علاوہ کوئی بات (خوشی سے) نہ سنتے، صحابۂ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں دینی اُمور کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے، اور کچھ نہ کچھ چکھے بغیر آپ سے جدا نہ ہوتے تھے، (یعنی کچھ نہ کچھ علم حاصل کر کے جاتے تھے، یا اس سے خاطر وتواضع مراد ہے کہ آپ ﷺ ان کی خاطر وتواضع فرمایا کرتے تھے اور یہ حضرات کچھ نہ کچھ چکھ کر جاتے تھے)۔ صحابۂ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی مجلس سے ہدایت اور علم کے رہنما بن کر نکلتے تھے (پھر وہ ان علوم کو دوسروں تک پہنچاتے تھے)۔

گھر سے باہر آنحضرت ﷺ کا معمول

قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهِ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيْهِ؟ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزِنُ[1] لِسَانَهُ إِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ، وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ، وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ، وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِشْرَهُ وَخُلُقَهُ، وَيَتَفَقَّدُ[2] أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيْهِ، وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّيْهِ[3]، مُعْتَدِلُ الْأَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ، لَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ أَنْ يَغْفُلُوْا أَوْ يَمِيْلُوْا، لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ[4]، لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ. اَلَّذِيْنَ

---

[1] يَخْزِنُ: (بضم الزاء وكسرها): محفوظ رکھنا، روکنا

[2] يَتَفَقَّدُ: خبر گیری کرنا، حالات معلوم کرنا، حالات کا جائزہ لینا

[3] يُوَهِّيْهِ: (مشتق من التوهية) کمزور کرنا، ساقط کرنا

[4] عَتَادٌ: (بفتح العين) تیاری، انتظام

يَلُوْنَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ، أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَعَمُّهُمْ نَصِيحَةً، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُوَازَرَةً [1].

ترجمہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبیٔ کریم ﷺ کے باہر تشریف لانے کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ باہر ہونے کی حالت میں کیا کرتے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ (غیر ضروری باتوں سے) اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، مگر ان باتوں میں جو اہم اور مفید ہوتیں (آپ صرف ان کو ہی ارشاد فرماتے تھے) اور آپ ﷺ (آنے والے) لوگوں کو مانوس فرماتے، ان کو ڈرا کر دُور نہیں کرتے تھے، آپ ہر قوم کے معزز آدمی کا اکرام کرتے اور اس کو (اپنی طرف سے بھی) اس قوم کا سردار مقرر فرما دیتے، آپ لوگوں کو تنبیہ کرتے رہتے (یا عذابِ الٰہی سے ڈراتے رہتے تھے) اور خود بھی آپ لوگوں (کے شر) سے محفوظ اور محتاط رہتے تھے، اس کے باوجود کسی سے بھی نبی کریم ﷺ اپنی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی نہیں ہٹاتے تھے (یعنی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے)۔ نبی کریم ﷺ اپنے دوستوں کی خبر گیری فرماتے، ان کے حالات کا جائزہ لیتے تھے، اور نبیٔ کریم ﷺ مخصوص صحابۂ کرامؓ سے اُن خوبیوں اور برائیوں کے بارے میں پوچھا کرتے جو لوگوں میں موجود ہوتیں (تا کہ برائیوں کی اصلاح کی جا سکے)۔ آپ اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے، اور بُری بات کی برائی بیان فرما کر (اس سے منع فرماتے اور اس طرح اس کو) کمزور کر دیتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے تھے، آپ مختلف مزاج کے نہ تھے (کہ کبھی کچھ فرما دیا اور کبھی کچھ)۔ آپ ﷺ (لوگوں کی اصلاح وتعلیم سے) غفلت نہ فرماتے تھے، کہ کہیں وہ (دین سے) غافل نہ ہو جائیں یا (کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے) وہ اُکتا نہ جائیں، (اس لئے حضور ﷺ ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے)۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ہر کام کا ایک خاص انتظام تھا۔ آپ امرِ حق میں کوتاہی نہ کرتے تھے اور نہ ہی حد سے تجاوز فرماتے تھے۔

جو لوگ (دینی استفادے کیلئے) نبیٔ کریم ﷺ کے قریب ہوتے وہ لوگوں میں سب سے بہترین لوگ تھے، آپ ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی عام ہو، (یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو) اور آپ ﷺ کے نزدیک لوگوں میں

[1] مُؤَازَرَةً: (مأخوذ من الوزير) اہم امور میں مدد کرنا، نصرت وتعاون کرنا

بڑے مرتبہ والا وہ تھا جو لوگوں کی غم گساری اور انکی مدد و نصرت کرنے میں زیادہ حصہ لیتا تھا۔

حضور اقدس ﷺ کی مجلس کا حال

قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ. فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلَى ذِكْرٍ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَأْمُرُ بِذٰلِكَ. يُعْطِي كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيبِهِ. لَا يَحْسَبُ جَلِيسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ. مَنْ جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ صَابَرَهُ حَتّٰى يَكُونَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ. وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهُ إِلَّا بِهَا أَوْ بِمَيْسُورٍ مِنَ الْقَوْلِ. قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ. فَصَارَ لَهُمْ أَبًا وَصَارُوا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً. مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَأَمَانَةٍ وَصَبْرٍ. لَا تُرْفَعُ فِيهِ الْأَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ ❶ فِيهِ الْحُرَمُ، وَلَا تُثَنّٰى فَلَتَاتُهُ ❷ مُتَعَادِلِينَ. بَلْ كَانُوا يَتَفَاضَلُونَ فِيهِ بِالتَّقْوٰى، مُتَوَاضِعِينَ يُوَقِّرُونَ فِيهِ الْكَبِيرَ وَيَرْحَمُونَ فِيهِ الصَّغِيرَ وَيُؤْثِرُونَ ذَا الْحَاجَةِ وَيَحْفَظُونَ الْغَرِيبَ.

ترجمہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبیٔ کریم ﷺ اللہ جل جلالہ کے ذکر پر ہی مجلس سے اُٹھتے اور بیٹھتے (یعنی اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے تھے) اور جب آپ ﷺ کسی مجلس میں پہنچتے تو اس جگہ پر ہی بیٹھ جاتے جہاں تک مجلس پہنچی ہوتی (یعنی جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے تھے) اور آپ لوگوں کو بھی اسی بات کا حکم دیتے تھے (کہ مجلس میں جہاں جگہ مل جائے وہیں پر بیٹھ جایا کریں) اور آپ ﷺ اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ دیتے تھے، (یعنی حاضرینِ مجلس سے بشاشت کے ساتھ بات چیت فرماتے اور اُس کا پورا حق ادا فرماتے، یہاں تک کہ) آپ کے پاس بیٹھنے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں سمجھتا تھا کہ اس کے مقابلے میں اور کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کے نزدیک زیادہ معزز اور اکرام والا ہے۔ (یعنی ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضور اقدس ﷺ میرا سب سے زیادہ اکرام فرمارہے ہیں)۔

---

❶ تُؤْبَنُ: (مشتق من الأبن، بصيغة المجهول) عیب لگانا، آبروریزی کرنا

❷ فَلَتَات: (بفتح الفاء واللام، جمع فلتة): لغزش

جو شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھتا یا آپ سے کسی ضرورت اور مسئلہ کے بارے میں بات چیت کرتا تو حضور اکرم ﷺ اس کے ساتھ صبر سے بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی اُٹھنے کی ابتدا کرے، اور جو شخص آپ سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اس کو حاجت پوری کئے بغیر واپس نہ لوٹاتے یا (اگر وہ چیز نہ ہوتی تو نرمی سے) کوئی اچھی بات فرما کر واپس فرماتے تھے۔ آپ کی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سب لوگوں کیلئے عام تھی، چنانچہ نبی کریم ﷺ (شفقت و رحمت میں) سب لوگوں کے باپ تھے، اور تمام لوگ حقوق میں نبی کریم ﷺ کے نزدیک برابر تھے۔

نبی کریم ﷺ کی مجلس "علم و حیاء اور صبر و امانت" کی مجلس ہوتی تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اس میں موجود ہوتی تھیں)، اس مجلس میں نہ شور و شغب ہوتا تھا، اور نہ اس میں کسی کی آبرو ریزی کی جاتی تھی، (اگر مجلس میں کسی سے لغزش ہوجاتی تو) اس کو پھیلایا نہیں جاتا تھا اور شہرت نہیں دی جاتی تھی، سب لوگ (آپ کی مجلس میں) آپس میں برابر سمجھے جاتے تھے، (کوئی کسی پر تکبر نہیں کرتا تھا، البتہ) تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری رکھتے تھے، وہ لوگ (آپ کی مجلس میں) ایک دوسرے سے تواضع اور عاجزی سے پیش آتے تھے، بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے، اور وہ حضرات حاجت مند کو (نبی کریم ﷺ کے قریب کرنے میں) ترجیح دیتے تھے، اور مسافر کی حفاظت یعنی خبر گیری کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ کی تواضع اور انکساری

حدیث

۸... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيتُ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ.

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے ہدیہ میں بکری کا ایک پایا دیا جائے تو میں وہ قبول کرلوں گا، اور اگر بکری کے پائے سے میری دعوت کی جائے تو میں اس کو (بھی) قبول کرلوں گا۔ (یعنی مجھے معمولی ہدیہ قبول کرنے میں تأمل نہیں ہوتا، دعوت میں کھانا اصل مقصود نہیں، دعوت کرنے والے کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔)

حدیث

۹...عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ.

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (میری عیادت کیلئے) تشریف لائے، آپ نہ خچر پر سوار تھے اور نہ کسی غیر عربی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری تھی اور نہ بڑھیا، بلکہ آپ پیدل ہی تشریف لائے)۔

حدیث

۱۰...أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْهَيْثَمِ الْعَطَّارُ قَالَ: سَمِعْتُ يُوْسُفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَّامٍ قَالَ: سَمَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْسُفَ وَأَقْعَدَنِيْ فِيْ حِجْرِهٖ وَمَسَحَ عَلٰى رَأْسِيْ.

ترجمہ

یوسف بن عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا، اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا تھا اور میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا تھا۔

تشریح

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت ہے اور کامل درجہ کی تواضع ہے کہ اتنے بلند مرتبہ ہونے کے باوجود چھوٹے بچے کو گود میں لینے میں کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو بزرگوں کی خدمت میں لے جانا، ان سے نام تجویز کرانا اور دعا کروانا جائز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

حدیث

۱۱...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَقَطِيْفَةٍ. كُنَّا نَرٰى ثَمَنَهَا أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ. فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَالَ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيْهَا وَلَا رِيَاءَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر (بیٹھ کر) حج کیا، جس پر ایک ایسی جھالردار چادر تھی، جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار

درہم ہوگی اور جب آپ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں حاضر ہوں ایسے حج کیلئے، جس میں نہ کوئی ریا کاری اور دکھلاوا ہو، اور نہ ہی شہرت ہو (مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! اس حج کو ایسا ہی بنا دینا)

حدیث

۱۲...عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ مِنْهُ ثَرِيْدًا عَلَيْهِ دُبَّاءٌ قَالَ: فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الدُّبَّاءَ وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ. قَالَ ثَابِتٌ: فَسَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: فَمَا صُنِعَ لِيْ طَعَامٌ أَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيْهِ دُبَّاءٌ إِلَّا صُنِعَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ایک درزی نے حضور اقدس ﷺ کی دعوت کی، اس نے (کھانے کیلئے) آپ کی خدمت میں ایسا ثرید پیش کیا جس میں کدو بھی تھا، نبی کریم ﷺ چونکہ کدو پسند فرماتے تھے اس لئے آپ اُس میں سے کدو تناول فرمانے لگے۔ حضرت ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اس کے بعد سے) میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا، جس میں مجھے کدو ڈلوانے کی قدرت ہو اور اس میں کدو نہ ڈالا گیا ہو۔ (یعنی اگر میں اس کھانے میں کدو ڈلوانے پر قادر ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی اتباع میں ضرور اس میں کدو ڈلواتا تھا)۔

گھر میں حضور اقدس ﷺ کا معمول

حدیث

۱۳...عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ: قِيْلَ لِعَائِشَةَ: مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ، يَفْلِيْ ثَوْبَهُ، وَيَحْلُبُ شَاتَهُ، وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ.

ترجمہ

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے، اور خود ہی اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے، اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ عام آدمیوں کی طرح اپنی ضروریات اور گھر کے کام کاج خود کر لیا کرتے تھے، اس میں آپ کو کوئی ناگواری نہیں ہوتی تھی۔ مذکورہ حدیث میں ''جوں نکالنے'' کا ذکر بھی ہے، لیکن علماءِ کرام کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بدن یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی، کیونکہ جوں بدن کی میل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ کے جسم میں میل وکچیل کا کوئی تصور نہیں تھا، اور پسینہ میں خوشبو ہوتی تھی، اس لئے اس حدیث میں جوں تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کو تعلیم دینے کیلئے جوں تلاش فرمایا کرتے تھے تاکہ دوسرے لوگ دیکھیں اور وہ اس طرح اپنے کپڑوں اور جسم سے جوں نکالنے کا اہتمام کریں۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے اخلاق کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبیٔ کریم ﷺ کے اخلاق اور عادات کا ذکر ہے، آنحضرت ﷺ نہایت عمدہ اخلاق کے مالک تھے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی ہے۔ آپ کے بے شمار اخلاقِ کریمانہ میں سے نمونہ کے طور پر چند عادتوں کا ذکر اس باب کی احادیث میں ہے، اس باب کی احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی جن عادات کو بیان کیا گیا ہے اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

① ... حضور اقدس ﷺ اپنے صحابۂ کرامؓ کی دلجوئی اور ان کے مزاج و مذاق کا خیال فرمایا کرتے تھے، آپ جب ان کے ساتھ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ماحول کے موافق گفتگو فرماتے، ہر وقت صرف آخرت ہی کی بات نہیں کرتے تھے، بلکہ کبھی دنیاوی اُمور پر بھی مفید گفتگو ہوتی تھی، کھانے پینے کا تذکرہ ہوتا تو آپ بھی کھانے پینے کی باتیں فرماتے جس میں مفید اور کام کی باتیں ارشاد فرماتے، اس طرح آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بے تکلفی والے ماحول میں رہتے تھے۔

② ... نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی بھی حاضر ہوتا آپ اُس کی طرف پوری توجہ فرماتے اور اس کی بات توجہ سے سنتے، اور اس قدر اچھے اخلاق سے پیش آتے کہ اسے یہ خیال ہونے لگتا کہ آپ سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت فرماتے ہیں۔

③... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کسی سے نہایت نرمی سے گفتگو فرماتے تھے، نیز اپنے ماتحتوں پر سختی نہیں فرماتے تھے، ان سے کام میں غلطی ہوجاتی تو صبر اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ آپ نے جہاد کے علاوہ کسی پر غصہ میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔

④... اپنی ذات پر ہونے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیتے تھے، کوئی آپ کے ساتھ برائی کرے تو آپ اس کے ساتھ اچھائی کرتے تھے، اُس کے ظلم کو اس طرح معاف فرماتے تھے کہ دوبارہ اس کا تذکرہ بھی نہیں کرتے تھے۔

⑤... اگر کوئی شخص دینی معاملے میں حد سے تجاوز کرتا اور کسی حرام کا ارتکاب کرتا تو آپ کو شدید غصہ آتا تھا، آپ اُس کو منہ پر منع فرماتے اور اس کا انتقام لیتے تھے۔ البتہ اگر کوئی شخص صرف خلافِ اولیٰ کام کرتا تو آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ اُسے منہ پر نہیں ٹوکتے تھے اور براہِ راست اس کو ایسی کوئی بات نہ فرماتے تھے جو اس کو ناگوار گزرے، کیونکہ اگر خدانخواستہ وہ انکار کر بیٹھے تو کفر تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ ایسی صورت میں بعد میں کسی ذریعہ سے حکمت کے ساتھ تنبیہ فرمادیا کرتے تھے۔

⑥... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سخی تھے، خود فقر و فاقہ میں زندگی گزاری، لیکن دوسروں کو خوب عطا فرماتے تھے، یہاں تک کہ اپنے گھر میں اگلے دن کیلئے بھی کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی مانگنے والے کو انکار نہیں کیا، بلکہ حتی الامکان حاجتمند کی حاجت پوری کرتے تھے خواہ اس کیلئے کسی سے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ (باقی باتیں احادیث کے ترجمہ سے واضح ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ)۔ اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے پندرہ (۱۵) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: دَخَلَ نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. فَقَالُوْا لَهُ: حَدِّثْنَا أَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاذَا أُحَدِّثُكُمْ؟ كُنْتُ جَارَهُ. فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ إِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ. فَكُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا. وَإِذَا ذَكَرْنَا الْآخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا. وَإِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا. فَكُلُّ هٰذَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت خارجہ فرماتے ہیں: کچھ لوگ حضرت زید رضی اللہ عنہ

کے پاس آئے، انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کچھ حدیثیں سنا دیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ لوگوں سے کیا حدیثیں بیان کروں، (تمام احادیث کا احاطہ تو ہو نہیں سکتا) میں آپ کا پڑوسی تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ میرے پاس کسی آدمی کو بھیجتے تو میں (حاضرِ خدمت ہو جاتا اور) اس کو آپ کیلئے لکھ لیتا، (حضور اقدس ﷺ ہمارے ساتھ انتہائی بے تکلفی سے رہتے تھے) چنانچہ جب ہم دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو نبی کریم ﷺ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا تذکرہ فرماتے، اور جب ہم کھانے پینے کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا تذکرہ فرماتے، یہ سب کچھ میں تم لوگوں کے سامنے حضور اقدس ﷺ کی احادیث کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

حدیث

۲... عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلٰى أَشَرِّ الْقَوْمِ يَتَأَلَّفُهُمْ بِذٰلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلَيَّ، حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنِّيْ خَيْرُ الْقَوْمِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ أَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُمَرُ؟ فَقَالَ: عُمَرُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُثْمَانُ؟ قَالَ: عُثْمَانُ. فَلَمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَدَقَنِيْ فَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهٗ.

ترجمہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس ﷺ متوجہ ہوتے تھے اور اپنی گفتگو میں خصوصی توجہ فرماتے تھے، آپ اس خصوصی توجہ سے لوگوں کو مانوس کرتے اور ان کو اپنی طرف مائل فرماتے، چنانچہ آپ میری طرف بھی متوجہ ہوتے تھے اور اپنی گفتگو میں میری طرف خصوصی توجہ فرماتے، یہاں تک کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں (اسی وجہ سے آپ میری طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں)، اسی خیال کی بناء پر ایک دن میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میں افضل ہوں یا ابوبکرؓ؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکرؓ، پھر میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں افضل ہوں یا عمرؓ؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: عمرؓ، پھر میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں افضل ہوں یا عثمانؓ؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: عثمانؓ، جب میں نے حضور اقدس ﷺ سے (صراحۃً) پوچھا تو آپ نے (کسی کا لحاظ کئے بغیر) مجھے صحیح

صحیح جواب ارشاد فرمایا، پھر (مجھے شرمندگی ہوئی اور) میں تمنا کرنے لگا کہ اے کاش میں نبی کریم ﷺ سے یہ سوال ہی نہ کرتا (مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہئے تھی، کیونکہ میرا خیال غلط ثابت ہو گیا)۔

حدیث

۳... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، وَلَا مَسَسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (تقریباً) دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے، آپ نے مجھے کبھی کسی بات پر اُف تک بھی نہیں فرمایا، اور نہ کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کے چھوڑنے پر یہ فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا؟ اور حضور اقدس ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، (اور انتہائی زیادہ خوبصورت بھی تھے) چنانچہ میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا اور کوئی نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو، اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی خوشبو اور عطر حضور اکرم ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

حدیث

۴... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهٖ أَثَرُ صُفْرَةٍ قَالَ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ. فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ: لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس پر زرد رنگ (کی خوشبو یا زعفران) کا اثر تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی کو منہ پر ایسی کوئی بات نہ کہتے جو اس کو ناگوار ہو (اس لئے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی)، پھر جب وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا تو آپ نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا: اگر تم لوگ اس سے کہتے کہ وہ یہ زرد رنگ چھوڑ دے تو اچھا ہوتا۔

حدیث

۵... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِيءُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو نہ فحش گوئی کی عادت تھی اور نہ ہی آپ بتکلف اور بالقصد فحش بات فرماتے تھے، اور آپ بازاروں میں (جو کہ شور وغل کی جگہ ہے وہاں بھی آپ) چیخ کر بات نہیں کرتے تھے اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ آپ اسے (دل سے) معاف فرما دیتے تھے اور اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

حدیث

۶... عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا أَوِ امْرَأَةً.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا، اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت (بیوی اور باندی) کو مارا۔

حدیث

۷... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا

مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَا لَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، فَإِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ شَيْءٌ كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِيْ ذٰلِكَ غَضَبًا. وَمَا خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَأْثَمًا.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اُس ظلم کا بدلہ لیا ہو جو ظلم آپ کے ساتھ کیا گیا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب نہ کیا جائے، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا جاتا تو اس میں آپ کو سب سے زیادہ غصہ آتا، اور جب بھی نبیٔ کریم ﷺ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ (اُمت کی سہولت کیلئے) ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے جب تک کہ وہ گناہ نہ ہوتا۔

حدیث

۸... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ أَوْ أَخُو الْعَشِيْرَةِ، ثُمَّ أَذِنَ لَهُ، فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبیٔ کریم ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی، میں اس وقت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا: یہ شخص اپنے قبیلہ کا بُرا آدمی ہے، پھر آپ نے اسے آنے کی اجازت دے دی اور اس سے نرمی سے گفتگو فرمائی، پھر جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے آپ نے اس کے بارے میں ایسا ایسا فرمایا (یعنی اسے برا آدمی فرمایا) پھر آپ نے اس سے نرمی سے گفتگو فرمائی، یہ کیا بات ہے؟ اس پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! بیشک لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

تشریح

یہ آنے والا شخص چونکہ اُس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، منافق تھا اس لئے حضور اقدس ﷺ نے پہلے سے حضرت عائشہؓ کو متنبہ فرما دیا تھا کہ وہ آپ کے اچھے انداز میں گفتگو کرنے کی وجہ سے اس کو مخلص نہ

سمجھیں اور دھوکہ میں نہ پڑیں، اور چونکہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مضرت اور نقصان سے بچانا مقصود تھا اس لئے آپ کی یہ گفتگو شرعاً ممنوع غیبت میں داخل نہیں ہے۔

حدیث

۹... عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ الْحُسَيْنُ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ سِيْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُلَسَائِهِ. فَقَالَ: "كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ، سَهْلَ الْخُلُقِ، لَيِّنَ الْجَانِبِ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ، وَلَا صَخَّابٍ وَلَا فَحَّاشٍ، وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مُشَاحٍ، يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ، وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ رَاجِيْهِ وَلَا يُخَيِّبُ فِيْهِ، قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ: الْمِرَاءِ وَالْإِكْثَارِ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ، وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ: كَانَ لَا يَذُمُّ أَحَدًا وَلَا يَعِيْبُهُ، وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ، وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهُ، وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَاؤُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ، فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ، وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوْا لَهُ حَتّٰى يَفْرُغَ، حَدِيْثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيْثُ أَوَّلِهِمْ. يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ مِنْهُ، وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهُ، وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِيْ مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ حَتّٰى إِنْ كَانَ أَصْحَابُهُ لَيَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ وَيَقُوْلُ: إِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوْهُ، وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافِئٍ وَلَا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيْثَهُ حَتّٰى يَجُوْزَ فَيَقْطَعُهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ.

ترجمہ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (میرے چھوٹے بھائی) حسین بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم نشینوں کے ساتھ طرز اور طور طریقہ پوچھا (کہ آپ ان کے ساتھ کیسے پیش آتے تھے؟) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ پیشانی والے اور ہنس مکھ رہتے تھے، آپ نرم مزاج تھے، آپ نرم پہلو والے یعنی خوش اخلاق تھے، آپ اکھڑ مزاج یعنی سخت کلام آدمی نہ تھے، اور نہ سخت دل تھے، آپ چلا کر نہیں بولتے تھے، اور نہ فحش گفتگو فرماتے اور نہ ہی لوگوں کے عیب نکالتے تھے، آپ نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرنے والے تھے اور نہ زیادہ مذاق کرتے تھے اور نہ ہی آپ بخیل تھے، آپ اس بات کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے جو

آپ کو پسند نہ ہوتی (گویا سُنی ہی نہیں ہے)، اور دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپ کو پسند نہ ہوتی تو اس کو مایوس بھی نہ فرماتے، اور اس کا جواب بھی نہ دیتے تھے (یعنی اس سے وعدہ نہیں فرماتے بلکہ خاموش رہتے تھے۔)

نبی کریم ﷺ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بچا رکھا تھا: لڑائی جھگڑے سے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے یعنی تکبر سے اور بے کار بات یا کام کرنے سے۔ اور تین خصلتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا: آپ کسی کی مذمت نہ فرماتے، اور نہ کسی پر عیب لگاتے اور نہ ہی کسی کا عیب تلاش فرماتے تھے۔

اور آپ صرف وہی کلام فرماتے جس میں آپ کو اجر وثواب کی اُمید ہوتی، اور جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہمنشین یعنی حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (یعنی ذرا بھی حرکت نہیں ہوتی تھی)، پھر جب آپ خاموش ہو جاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی آپ کی گفتگو کے درمیان میں کوئی نہیں بولتا تھا)۔ اہل مجلس آپ کے سامنے کسی بات میں جھگڑتے نہیں تھے، اور جب آپ کے سامنے کوئی گفتگو کرتا تو سب لوگ اس کی بات کو توجہ سے سنا کرتے، یہاں تک کہ وہ اپنی بات سے فارغ ہو جاتا، آپ کے سامنے ہر شخص کی گفتگو (توجہ سے سننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو ہو (یعنی جیسے مجلس کی ابتداء میں لوگوں کی بات توجہ سے سنی جاتی ہے اسی طرح آخر تک ہر شخص کی بات کو اسی طرح اہمیت دی جاتی تھی)۔ جس بات سے اہل مجلس ہنستے آپ بھی تبسم فرماتے، اور جس سے لوگ تعجب کرتے تو آپ بھی تعجب کرتے۔ اور آپ اجنبی مسافر کی سخت گفتگو اور سوال کے سخت رویہ پر صبر فرماتے، یہاں تک کہ آپ کے بعض صحابہؓ مسافروں کو آپ کی مجلس اقدس تک تلاش کر کے لاتے تھے (تا کہ یہ بلا جھجک سوال کریں اور ان کے سوالات سے ہمیں بھی فائدہ ہو)۔ اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے: جب تم لوگ کسی حاجت مند کو دیکھو، جو اپنی حاجت طلب کر رہا ہے تو اس کی مدد کیا کرو، اور آپ تعریف قبول نہیں فرماتے تھے سوائے اس شخص کے جو احسان کا بدلہ دینے والا ہو (اور وہ تعریف کر دیتا تو آپ خاموش ہو جاتے، کیونکہ احسان کا شکریہ اس پر ضروری ہے اور گویا وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے)۔ اور نبی کریم ﷺ کسی کی بات کو کاٹتے نہیں تھے، یہاں تک کہ وہ حد سے تجاوز کرنے لگتا تو پھر آپ اس کو روک دیتے یا آپ مجلس سے کھڑے ہو جاتے (تا کہ وہ خود ہی رک جائے)۔

حدیث

۱۰...عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ: مَا

سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ: لَا .

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی بھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

حدیث

۱۱... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، حَتَّى يَنْسَلِخَ فَيَأْتِيْهِ جِبْرِيْلُ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ مال و دولت کے خرچ کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان کے مہینہ میں تو آپ اور زیادہ سخی ہو جاتے تھے، چنانچہ (سارے مہینے آپ کی سخاوت کا دریا بہتا رہتا) یہاں تک کہ رمضان کے آخر میں جب آپ کے پاس جبرائیل امینؑ آتے اور آپ ان کو قرآن مجید سناتے، (یا جبرائیل امینؑ نبی کریم ﷺ کو قرآن سناتے) تو اس وقت آپ مال خرچ کرنے میں اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے جو (بارش کیلئے) بھیجی گئی ہو۔

حدیث

۱۲... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اگلے دن کیلئے کسی چیز کو جمع کر کے نہیں رکھتے تھے۔

حدیث

۱۳... عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ. فَإِذَا جَاءَنِيْ شَيْءٌ قَضَيْتُهُ. فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَدْ أَعْطَيْتَهُ

فَمَا كَلَّفَكَ اللّٰهُ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ. فَكَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا. فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُرِفَ فِي وَجْهِهِ الْبِشْرُ لِقَوْلِ الْأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ قَالَ: بِهٰذَا أُمِرْتُ.

ترجمہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس آیا، اس نے آپ سے کچھ دینے کا سوال کیا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے، البتہ تم میرے نام پر خرید لو، پھر جب میرے پاس کچھ آ جائے گا تو وہ قرض ادا کر دوں گا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ دے چکے ہیں، اور جو چیز آپ کی قدرت میں نہیں ہے اس کا اللہ جل جلالہ نے آپ کو مکلف نہیں بنایا ہے، حضور اقدس ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات ناگوار گذری، تو ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس قدر آپ کا جی چاہے خرچ کیجئے، عرش والے سے کسی بھی کمی کا اندیشہ نہ کیجئے، اس بات سے نبی کریم ﷺ مسکرائے اور انصاری کی بات کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمایاں تھے، پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث

۱۴... عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرٍ زُغْبٍ فَأَعْطَانِيْ مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا وَذَهَبًا.

ترجمہ

حضرت رُبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تازہ کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کی ایک ٹرے لیکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے مجھے اپنی ہتھیلی بھر کر زیور اور سونا عنایت فرمایا۔ (یعنی میرا ہدیہ قبول فرمایا اور بدلے میں مجھے اس سے بہتر چیز عنایت فرمائی)

حدیث

۱۵... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔ (دیگر روایات میں ہے کہ اس سے بہتر بدلہ دیتے تھے)

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ حَيَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی حیاء کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبیِ کریم ﷺ کی صفتِ ''حیاء'' کا ذکر ہے، شرم و حیاء اگرچہ عادت کا حصہ ہے اور اس لحاظ سے یہ احادیث گزشتہ باب میں بھی آسکتی تھی، لیکن اس صفت کے اہم ہونے کی وجہ سے حضرت امام ترمذیؒ نے اس کو مستقل باب میں ذکر فرمایا ہے، کیونکہ حیاء ایمان کا اہم حصہ ہے، اس کے بغیر مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا، مسلمان میں جتنی حیاء زیادہ ہوگی اُتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے گا، اور جب حیاء نہیں ہوگی تو پھر گناہوں میں مبتلا رہے گا۔ نبیِ کریم ﷺ بہت زیادہ شرم و حیاء والے تھے، آپ کی حیاء باپردہ کنواری لڑکی کی حیاء سے بھی زیادہ تھی، اسی لئے آپ دورانِ گفتگو کسی کے چہرے پر نگاہ نہ ڈالتے تھے اور آنکھیں ملا کر بات نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب خلافِ اولیٰ یا نامناسب کوئی بات دیکھتے تو چہرے پر ناگواری کا اثر محسوس ہوجاتا تھا لیکن آپ شرم و حیاء کی وجہ سے زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ البتہ اگر کوئی واضح ناجائز یا حرام کام دیکھتے تو اس پر تنبیہ فرما دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی حیاء کی صفت پیدا فرمائے۔ آمین!

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے دو (۲) احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ عُتْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا. وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهِ.

ترجمہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس کنواری

لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیاء والے تھے جو لڑکی اپنے پردہ میں ہو۔ اور حضور اقدس ﷺ جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم آپ کے چہرے سے اس ناگواری کو پہچان لیتے تھے۔

حدیث

۲...عَنْ مَوْلًى لِعَائِشَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا نَظَرْتُ إِلٰى فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی (شرم وحیاء کی وجہ سے آپ کی) شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔ (ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی میرا ستر کبھی نہیں دیکھا)

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ حِجَامَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے حجامہ کروانے کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبیٔ کریم ﷺ کے حجامہ کروانے کا ذکر ہے۔ اس باب کی احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

①... ’’حجامہ یعنی پچھنے لگوانا‘‘ ایک طریقۂ علاج ہے جو نبیٔ کریم ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اپنے جسم کے مختلف حصوں میں حجامہ کروایا ہے، اور آپ نے اسے بہترین علاج قرار دیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد طبی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے، شرعی حکم نہیں ہے، لہٰذا ہر حال میں ہر ایک کے حق میں اس علاج کا مُفید ہونا ضروری نہیں، ہوسکتا ہے کسی کیلئے فائدہ مند ہو اور کسی کیلئے نہ ہو، جیسے ٹھنڈے مزاج کے لوگوں کیلئے عام طور پر حجامہ کروانا مُفید نہیں ہوتا۔

②... ’’حجامہ یعنی پچھنے لگوانے‘‘ کی اُجرت دینا اور لینا شرعاً جائز ہے، اور نبیٔ کریم ﷺ سے اس کی اُجرت دینا ثابت ہے، جیسا کہ اس باب کی احادیث میں صراحت ہے۔ البتہ بعض روایات میں حجامہ کی اُجرت کو ’’خبیث‘‘ کہا گیا ہے [1]، لیکن حضراتِ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ خبیث

---

[1] کسب الحجام خبیث (صحیح مسلم: ۱۱۹۹/۳)

سے حرام ہونا مراد نہیں، بلکہ ناپسندیدہ ہونا مراد ہے، اور ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ضرورت کی چیز ہے، اس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے اور کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہئے، اس لئے اس کو پیشہ بنا کر پیسے کمانے کو پسند نہیں کیا گیا، ورنہ باہمی رضامندی سے جو اُجرت طے ہوجائے اُس کا لینا دینا فی نفسہ جائز ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کام میں چونکہ مُنہ سے خون کھینچنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے، جس میں احتیاط کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اس لئے اس کام کو مستقل پیشہ کے طور پر کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ [1]

③... "حجامہ یعنی پچھنے لگوانا" چونکہ ایک علاج ہے، اس لئے جس وقت میں یہ علاج زیادہ مفید ہو اُسی وقت پچھنے لگوانا بہتر ہے، حضور اقدس ﷺ نے مخصوص تاریخوں میں پچھنا لگوایا ہے، یعنی چاند کی ۱۷، ۱۹، ۲۱ تاریخ میں، اور اطباء کے نزدیک بھی حجامہ کیلئے یہ وقت بہتر ہے۔ البتہ اگر ضرورت ہو تو کسی دوسرے دن اور تاریخ میں بھی حجامہ کروایا جاسکتا ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چھ (۶) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱...عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ. فَقَالَ: احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَمَهُ أَبُوْ طَيْبَةَ. فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ. وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ. أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پچھنے لگانے والے کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا (کہ جائز ہے یا نہیں؟) تو انہوں نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ نے پچھنے لگوائے، آپ ﷺ کو ابوطیبہ نے پچھنے لگائے، چنانچہ آپ نے اس کو غلہ کے دو صاع دینے کا حکم دیا، اور (اس کی درخواست پر) آپ ﷺ نے اس کے آقاؤں سے بات کی (یعنی سفارش فرمائی) اور اس کا ٹیکس کم کرایا، اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک سب سے

---

[1] واختلف العلماء بعد ذلك في هذه المسألة فذهب الجمهور إلى أنه حلال واحتجوا بهذا الحديث وقالوا هو كسب فيه دناءة وليس بمحرم فحملوا الزجر عنه على التنزيه ...... وذكر ابن الجوزي أن أجر الحجام إنما كره لأنه من الأشياء التي تجب للمسلم على المسلم إعانة له عند الاحتياج له فما كان ينبغي له أن يأخذ على ذلك أجرا. (فتح الباري لابن حجر: ۴/۴۵۹)

بہتر چیز جس سے تم علاج کراسکتے ہو وہ پچھنے لگوانا ہے، یا یوں فرمایا: تمہاری بہترین دوا پچھنے لگانا ہے۔

تشریح

اس حدیث میں ''خراج'' سے مراد یہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کے زمانے میں غلام کو تجارت کی اجازت دی جاتی تھی اور اسے اس شرط پر چھوڑا جاتا تھا کہ اتنی مخصوص مقدار میں غلہ یا اناج یا دراہم وغیرہ روزانہ ہمیں کما کر دیا کرو، باقی کمائی تمہاری ہوگی، اس طرح کے غلام کو ''عبد ماذون'' کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنی سفارش سے اس کی یومیہ مقدار کم کروادی۔

حدیث

۲...عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَمَرَنِيْ فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

ترجمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے پچھنے لگوائے اور مجھے اس کی مزدوری دینے کا حکم فرمایا تو میں نے پچھنے لگانے والے کو اس کی مزدوری دے دی۔

حدیث

۳...عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِي الْأَخْدَعَيْنِ [1] وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ. وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے گردن کی دونوں جانب دو پوشیدہ رگوں میں اور دونوں کندھوں کے درمیان پچھنے لگوائے، اور پچھنے لگانے والے کو اس کی اجرت بھی عطا فرمائی، اور اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو نبی کریم ﷺ اسے اجرت نہ دیتے۔

حدیث

۴...عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَسَأَلَهُ: كَمْ خَرَاجُكَ؟ فَقَالَ: ثَلَاثَةُ آصُعٍ. فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَأَعْطَاهُ أَجْرَهُ.

---

[1] أَخْدَعَيْنِ: (أَخْدَع کا تثنیہ) گردن کی دونوں جانب دو پوشیدہ رگیں۔

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک پچھنے لگانے والے کو بلایا، اس نے آپ کے پچھنے لگائے، حضور اقدس ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا روزانہ کا محصول اور ٹیکس کتنا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تین صاع ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ان کا ایک صاع کم کرایا، اور آپ نے اسے پچھنے لگانے کی اجرت عطا فرمائی۔

حدیث

۵... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ[1]، وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَإِحْدَى وَعِشْرِيْنَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی گردن کی دونوں جانب کی رگوں اور شانوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے، اور آپ (چاند کی) سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ میں پچھنے لگواتے تھے۔

حدیث

۶... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ.

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے "مَلَلْ" کے مقام پر پاؤں کی پشت پر پچھنے لگوائے، اس وقت آپ احرام کی حالت میں تھے۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں بھی پچھنے لگوائے جاسکتے ہیں بشرطیکہ اس سے بال نہ اُکھڑیں اور خون نکلنے کی وجہ سے کمزوری کا اندیشہ نہ ہو۔

---

[1] الْكَاهِلِ: کندھا، یہاں دو کندھوں کے درمیان کی جگہ مراد ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے ناموں کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبیٔ کریم ﷺ کے ناموں کا ذکر ہے، یوں تو آنحضرت ﷺ کے بہت سے نام ہیں جو مختلف احادیث میں موقع کی مناسبت سے آئے ہیں، لیکن یہاں حضرت امام ترمذیؒ نے نمونہ کے طور پر صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں نو (۹) نام آئے ہیں:۔

حدیث

۱...عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِيُ الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ"۔

ترجمہ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میرے بہت سے نام ہیں، (ان میں سے چند یہ ہیں) میں محمد ہوں، اور میں احمد (بھی) ہوں، میں ماحی یعنی مٹانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ کفر کو مٹایا ہے، اور میں حاشر یعنی جمع کرنے والا ہوں کہ لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا (یعنی میں میدانِ حشر میں سب سے پہلے آؤں گا، اور لوگ میرے پیچھے ہوں گے) اور میں عاقب ہوں یعنی سب کے آخر میں آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

تشریح

یہ پانچ نام ایسے ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں سے آخری تین نام چونکہ زیادہ واضح نہیں تھے اس لئے آپ نے ان کی وجہِ تسمیہ بھی بیان فرمائی ہے، جبکہ پہلے دو ناموں کا مطلب اور وجہِ تسمیہ چونکہ واضح ہے اس لئے حدیث میں اس کی تفصیل ذکر نہیں کی گئی۔ "محمد" کے معنی: جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو، اور ظاہر ہے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ آپ ﷺ ہی کی تعریف کی گئی ہے۔ اور "احمد" کا معنی ہے: زیادہ تعریف کرنے والا، یعنی حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب

سے زیادہ حمد بیان کرنے والے ہیں۔

حدیث

۲...عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: لَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَأَنَا الْمُقَفَّى، وَأَنَا الْحَاشِرُ، وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ.

ترجمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے مدینہ منورہ کی کسی گلی (راستہ) میں ملا تو آپ نے (برسبیل تذکرہ) ارشاد فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد (بھی) ہوں، میں نَبِيُّ الرَّحمة (یعنی سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا جانے والا نبی) ہوں، میں نَبِيُّ التوبة (یعنی کثرت سے توبہ کرنے والا نبی) ہوں اور میں مُقَفِّیْ ہوں (یعنی میں توحید اور اچھے اخلاق میں سابقہ انبیاء کی اتباع کرنے والا ہوں)، میں حَاشِر ہوں یعنی جمع کرنے والا ہوں، اور میں نَبِيُّ الْمَلَاحِم (یعنی گھمسان کی جنگوں والا نبی) ہوں (کیونکہ جس قدر جہاد حضور ﷺ کے زمانے اور آپ کی اُمت میں ہوا ہے اتنا کسی نبی کی اُمت میں نہیں ہوا)۔

تشریح

ان ناموں کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشین گوئی کے طور پر لکھے ہوئے تھے، اہل کتاب آپ کو انہی ناموں سے پہچانتے تھے۔

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے گزر اوقات کا بیان

یہ باب شمائل ترمذی میں دو جگہ ہے، ایک پیچھے (باب ۹، ص ۸۰ پر) گزرا جس میں دو (۲) احادیث ہیں، اور ایک یہ ہے جس میں نو (۹) احادیث ہیں۔ دو مرتبہ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ وہاں حضور ﷺ کے نفسِ فقر و فاقہ اور تنگ دستی کا ذکر ہے اور یہاں اس باب میں اُن چیزوں کا بیان ہے جو تنگدستی کے زمانے میں آپ ﷺ نے اور آپ کے گھر والوں نے کھانے پینے

میں استعمال فرمائی تھیں۔ اس باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے گھر میں عموماً تنگدستی اور فقر و فاقہ رہتا تھا، دو دو مہینے تک آپ ﷺ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا کیونکہ پکانے کیلئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا، بعض اوقات ایسے دن آجاتے تھے کہ ردی کھجور بھی پیٹ بھرنے کیلئے میسر نہ ہوتی تھی، بھوک کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ کو اور حضرات صحابہ کرامؓ کو پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آجاتی تھی، غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ اور بہت سے صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ اور حضراتِ صحابہ کرامؓ پر ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں کھا کر گزارا کرتے تھے جس کی وجہ سے مُنہ اور جبڑے زخمی ہوگئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ اور حضراتِ صحابہ کرامؓ اس حال میں بھی راضی تھے، کیونکہ آپ کا یہ فقر اختیاری تھا، آپ اپنے قصد و اختیار سے اسی تنگدستی کی حالت میں رہنے کو پسند فرماتے تھے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے نو (۹) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱۔۔۔عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُوْلُ: أَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؛ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ.

ترجمہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو؟ (یعنی جیسی نعمتیں تم چاہتے ہو وہ تمہیں نہیں ملیں؟ یعنی مل جاتی ہیں) حالانکہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کے پاس معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر سکیں۔

تشریح

اس حدیث میں اُمت کو قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم دینا مقصود ہے کہ جب وسائل میں گنجائش نہ ہو تو اس دوران کھانے کی جو چیز بھی مل جائے اُس پر قناعت کرنی چاہئے، اپنے آپ کو عیش و عشرت کی زندگی کا اور ہر وقت عمدہ اور لذیذ کھانوں کا عادی نہیں بنانا چاہئے۔

حدیث

۲... عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ، إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اقدس ﷺ کے اہل وعیال ایک ایک ماہ تک آگ نہیں جلاتے تھے (کیونکہ پکانے کی کوئی چیز ہی نہ ہوتی تھی)، صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔

حدیث

۳... عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ.

ترجمہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی، اور ہم نے اپنے پیٹ سے کپڑے اُٹھا کر پتھر دکھائے (ہم میں سے ہر ایک نے خالی پیٹ پر بھوک کی وجہ سے ایک ایک پتھر باندھا ہوا تھا)۔ حضور اقدس ﷺ نے بھی اپنے پیٹ سے کپڑے اٹھائے تو آپ کے پیٹ مبارک پر (بھوک کی وجہ سے) دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔

تشریح

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ کے پیٹ پر پتھر باندھنے پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کئی کئی دن مسلسل روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑ دینے سے آپ کو بھوک کا اثر محسوس نہیں ہوتا تھا، پھر پتھر باندھنے کا کیا مطلب ہے؟ حضراتِ علماءِ کرام نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں:۔

① ... پتھر باندھنے والی روایات ابتدائی زمانے کی ہیں، اور کھلانے پلانے والی روایات بعد کے زمانے کی ہیں۔

② ... کھلانا پلانا روزے کی حالت کے ساتھ مخصوص تھا، اس لئے روزے کی حالت میں آپ کو بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی تھی، لیکن روزے کے علاوہ عام حالت میں بھوک کا احساس ہوتا تھا اور

کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

③... بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی تھی کہ بھوک کی شدت کا احساس نہیں ہوتا تھا مگر فقراء و مساکین صحابہ کرامؓ کی دلجوئی کیلئے آپ بھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ [1]

حدیث

۴... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ. فَأَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ. فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ قَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ، وَالتَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟ قَالَ: الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ، فَانْطَلَقُوْا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ. فَلَمْ يَجِدُوْهُ. فَقَالُوْا لِامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبُكِ؟ فَقَالَتِ: انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ [2] لَنَا الْمَاءَ. فَلَمْ يَلْبَثُوْا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا. فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفَدِّيْهِ بِأَبِيْهِ وَأُمِّهِ. ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيْقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا. ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ فَجَاءَ بِقِنْوٍ [3] فَوَضَعَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَلَا تَنَقَّيْتَ [4] لَنَا مِنْ رُطَبِهِ؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ. إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوْا. أَوْ تَخَيَّرُوْا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ. فَأَكَلُوْا وَشَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ. فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِيْ تُسْأَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطَبٌ طَيِّبٌ. وَمَاءٌ بَارِدٌ. فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ [5]. فَذَبَحَ

---

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۳۴۶

[2] يَسْتَعْذِبُ: میٹھا پانی طلب کرنا

[3] قِنْوٍ: (بکسر القاف وسکون النون): کھجوروں سے بھرا ہوا گچھا

[4] تَنَقَّيْتَ: چننا، چھانٹی کرنا

[5] ذَاتَ دَرٍّ: دودھ والا جانور

لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا. فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوْا. فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا. فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ. فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُمَا. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اخْتَرْ لِيْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ. خُذْ هٰذَا فَإِنِّيْ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ. وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوْفًا. فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ. فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ حَقَّ مَا قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِأَنْ تَعْتِقَهُ قَالَ: فَهُوَ عَتِيْقٌ. فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيْفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ ❶: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ. وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوْهُ خَبَالًا ❷. وَمَنْ يُوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِيَ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ ایسے وقت میں (گھر سے) باہر تشریف لائے کہ آپ (عموماً اس وقت میں) باہر تشریف نہیں لاتے تھے، اور نہ ہی کوئی اس وقت آپ سے ملاقات کرتا تھا، اتنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے، تو آپ نے پوچھا کہ اے ابوبکر! اس وقت تمہیں کیا چیز لائی ہے؟ (یعنی خلاف معمول بے وقت آنے کا کیا سبب ہے؟) انہوں نے عرض کیا: میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات کرنے، آپ کے چہرۂ انور کا دیدار کرنے اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہوں، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر اس وقت تمہیں کیا چیز لائی ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے آیا ہوں، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں میں بھی بھوک محسوس کر رہا ہوں، چنانچہ تینوں حضرات حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چل پڑے، اور وہ کھجور کے زیادہ درختوں اور کثیر بکریوں کے مالک تھے، البتہ ان کے پاس کوئی خادم نہ تھا، (گھر کے سارے کام خود ہی کرنے پڑتے تھے) اس لیے ان حضرات نے انہیں

---

❶ بِطَانَتَانِ: (تثنیۃ بطانۃ): ہمراز دوست، گہرا دوست

❷ تَأْلُوْ: (مشتق من الألو): کوتاہی کرنا خَبَالًا: فساد، تباہی

گھر میں موجود نہ پایا، تو ان کی اہلیہ سے پوچھا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ بیوی نے عرض کیا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں، ابھی کچھ دیر ہی ان حضرات نے ذرا سا انتظار کیا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوالہیثمؓ پانی کا بھرا ہوا مشکیزہ اٹھائے ہوئے آگئے، (آپ کو دیکھ کر) اسے (فوراً) رکھ دیا، اور آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے، اور آپ پر اپنے ماں باپ کو قربان کرنے لگے (یعنی انہوں نے یہ کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)۔

پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ ان حضرات کو اپنے باغ میں لے گئے اور ان کیلئے ایک بچھونا بچھایا، پھر کھجور کے ایک درخت کے پاس گئے اور کھجوروں کا ایک گچھا لائے (جس میں کچی پکی ہر طرح کی کھجوریں تھیں) اور آپ کے سامنے اسے رکھ دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمارے لئے پکی پکی کھجوریں چھانٹ کر کیوں نہ لائے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کچی اور پکی کھجوروں میں سے اپنی پسند کے موافق تناول فرمائیں، چنانچہ سب نے (کھجوریں) تناول فرمائیں اور اس پانی سے (جو وہ مشکیزے میں لائے تھے) پیا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا، ٹھنڈا سایہ، عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ہے (کہ انہیں تم نے کیسے استعمال کیا ہے؟) پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ چلے، تاکہ ان حضرات کے لیے کھانا تیار کرائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ دینے والے جانور کو ہرگز ذبح نہ کرنا، چنانچہ انہوں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا، پھر وہ (اسے بھون کر ان حضرات کے پاس لائے تو سب نے کھایا)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی خادم ہے؟ عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: جب ہمارے پاس قیدی آجائیں تو اس وقت ہمارے پاس آجانا (میں تمہیں ایک خادم دے دوں گا) اتنے میں آپ کے پاس کہیں سے صرف دو غلام لائے گئے، حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آگئے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ایک پسند کرلو، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی میرے لیے پسند فرما دیجئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے، تم یہ غلام لے لو، کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور تم اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ پھر حضرت ابوالہیثمؓ اپنی بیوی کے پاس گئے، اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا تو ان کی بیوی نے

کہا: تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی کما حقہ تعمیل نہیں کر سکتے، اس لئے اسے آزاد کر دو، حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے (فوراً) کہا: یہ آزاد ہے، (جب آپ کو آزاد کرنے کا پتہ چلا تو) ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کسی نبی یا خلیفہ کو نہیں بھیجتے مگر یہ کہ اس کے دو گہرے دوست ہوتے ہیں، ایک اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے (یعنی اچھا مشورہ دیتا ہے) اور دوسرا اس کے فساد اور بگاڑ میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا اور جو شخص برے دوست سے بچالیا گیا تو وہ (گویا ہر قسم کے شرور و آفات سے) محفوظ کر دیا گیا۔ (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے برے دوست سے محفوظ ہی رکھا تھا)۔

تشریح

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا باہر آنا بھی بھوک کے تقاضے کی وجہ سے تھا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ کر بھوک کا احساس جاتا رہا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بھوک کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سن کر طبیعت میں گرانی نہ ہو۔[1]

حدیث

۵...عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُوْلُ: إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا فِي سَبِيْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ. لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْزُوْ فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامِ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةِ[2] حَتّٰى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا[3]، وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيْرُ، وَأَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ يُعَزِّرُوْنِيْ فِي الدِّيْنِ. لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِيْ.

ترجمہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں سب سے پہلا آدمی ہوں، جس نے اللہ کی راہ میں (کافر کا) خون بہایا ہے، اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے

---

[1] خصائلِ نبوی، ص: ۳۵۰

[2] حُبْلَة (بضم الحاء وسكون الباء): ببول یعنی کیکر کے درخت کا پھل جو لوبیہ کی پھلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک ہر کانٹے دار درخت کو حُبْلَة کہتے ہیں۔

[3] تَقَرَّحَتْ: زخمی ہونا أَشْدَاق: (جمع شدق): جبڑے، باچھیں

راستہ میں (پہلا) تیر چلایا ہے، اور مجھے یاد ہے کہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کرتا (اور غربت کی وجہ سے ہمارے پاس کھانے کیلئے کچھ بھی نہ ہوتا) ہم لوگ درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں کھایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے ہمارے منہ کے جبڑے زخمی ہو گئے، اور (پتے کھانے کی وجہ سے) ہمارے پاخانہ میں بکری اور اونٹ کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں، اور (اب) قبیلۂ بنو اسد کے لوگ مجھے دین سکھانے لگے ہیں، (یعنی میری نماز پر اعتراض کر رہے ہیں کہ میں صحیح نہیں پڑھتا، اگر یہ بات ہے تو) پھر میں ناکام ہو گیا، اور میرے عمل (جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اور نماز وغیرہ پڑھی) رائیگاں اور ضائع ہو گئے۔

تشریح

اس حدیث میں حضرت امام ترمذیؒ کو چونکہ صرف اُس وقت کی تنگی کو بیان کرنا مقصود تھا اس لئے قصہ مختصر کر دیا، پورا قصہ بیان نہیں فرمایا، اور مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ تنگدستی کی وجہ سے مجاہدین کے کھانے کا انتظام بھی نہیں ہوتا تھا، درختوں کے پتے کھا کھا کر جہاد کرتے تھے۔

اس حدیث کے آخری جملے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ درحقیقت کوفہ کے لوگوں کی شکایت کا جواب ہے، ان کو حضرت فاروق اعظمؓ نے کوفہ کا امیر مقرر فرمایا تھا، کوفہ کے لوگوں نے ان کے بارے میں بہت سی شکایات کیں جن میں سے ایک شکایت یہ بھی تھی کہ یہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے، حضرت عمرؓ نے جب ان کو تحقیق کیلئے بلا کر معلوم کیا تو اس موقع پر انہوں نے اپنا قدیمُ الاسلام ہونا اور اسلام کے بارے میں اپنی قربانیوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں نے جس طرح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے میں اسی طرح پڑھتا ہوں، بنو اسد کے لوگ آج مجھے دین سکھا رہے ہیں اور میری نماز پر اعتراض کر رہے ہیں، اگر ان لوگوں کے کہنے کے مطابق اب تک میری نماز بھی ٹھیک نہیں ہے تو اس کا مطلب میری ساری قربانیاں اور اعمال ضائع ہو گئے۔ [1]

حدیث

٦...حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى أَبُوْ نَعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ عُمَيْرٍ، وَشُوَيْسًا أَبَا الرَّقَادِ، قَالَا: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ وَقَالَ: انْطَلِقْ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ، حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِيْ أَقْصٰى بِلَادِ الْعَرَبِ، وَأَدْنٰى بِلَادِ الْعَجَمِ فَأَقْبِلُوْا، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ وَجَدُوْا هٰذَا الْكِذَّانَ. فَقَالُوْا:

[1] خصائلِ نبوی مختصراً، ص: ۳۵۴

مَا هٰذِهٖ؟ قَالُوْا: هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوْا حَتّٰى إِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ. فَقَالُوْا: هٰهُنَا أُمِرْتُمْ. فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ: فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَإِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا. فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً قَسَمْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدٍ. فَمَا مِنَّا مِنْ أُولٰٓئِكَ السَّبْعَةِ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ أَمِيْرُ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ وَسَتُجَرِّبُوْنَ الْأُمَرَاءَ بَعْدَنَا.

ترجمہ

حضرت خالد بن عمیرؒ اور شُوَیس ابو الرقادؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا کہ تم اپنے رفقاء کے ساتھ چلے جاؤ، یہاں تک کہ جب تم سرزمین عرب کی انتہاء پر اور عجمی شہروں کے قریب پہنچ جاؤ تو وہاں قیام کرنا، چنانچہ وہ آگے بڑھے، جب وہ مقام ''مربد'' پر پہنچے تو انہوں نے وہاں سفید پتھر پائے تو لوگوں نے تعجب سے آپس میں پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ بصرہ ہے (لغت میں بصرہ بھی سفید پتھر کو کہتے ہیں) اس کے بعد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے موافق آگے) چلے یہاں تک کہ جب وہ دجلہ کے چھوٹے پل کے مقابل پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ اسی جگہ کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، اس لئے وہاں پڑاؤ ڈال دیا، راوی نے اس جگہ پورا قصہ ذکر کیا ہے (مگر حضرت امام ترمذیؒ کا مقصد چونکہ اس وقت کی تنگدستی کو بیان کرنا ہے اس لئے انہوں نے اسے مختصر کر دیا اور اس کے بعد یہ ذکر کیا) راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اپنی یہ حالت دیکھی ہے جبکہ میں ان سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جو اس وقت حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے، کہ ہمارے پاس کھانے کیلئے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا یہاں تک کہ (ان پتوں کو کھانے سے) ہمارے منہ چھل گئے تھے، پھر (اتفاقاً) مجھے زمین سے ایک چادر مل گئی تھی، جس کو میں نے اپنے اور سعد کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر لیا تھا (اللہ تعالیٰ نے اس تنگ حالی اور تکالیف کا دنیا میں یہ اجر عطا فرمایا کہ) ہم سات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، جو کسی شہر کا امیر نہ ہو، اور تم عنقریب ان امراء اور حکمرانوں کا تجربہ کرو گے جو ہمارے بعد آنے والے ہیں۔

تشریح

آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اس جماعت کے لوگ چونکہ بڑی تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنے

کے بعد امیر بنے ہیں اس لئے ان کا معاملہ اپنی جماعتوں کے ساتھ بہترین معاملہ ہے، بعد میں آنے والے امیروں کا جب حال دیکھو گے اُس وقت تمہیں اندازہ ہوجائے گا کہ دونوں میں کتنا فرق ہے۔ لہٰذا اگر ابھی کسی امیر سے کوئی ناگواری پیش آئے تو اسے برداشت کرو، آئندہ آنے والے حالات کے اعتبار سے فی الحال یہ غنیمت ہے۔

حدیث

۷... عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يَخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ. وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَا لِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ إِبِطُ بِلَالٍ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ (کے دین کی طرف لوگوں کو بلانے کیلئے اللہ) کی راہ میں جس طرح مجھے خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا، ایسا کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا، اور اللہ کی راہ میں جس قدر مجھے اذیتیں پہنچائی گئیں، اس طرح کسی اور (نبی) کو نہیں ستایا گیا، اور بلاشبہ مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں ایسی گذری ہیں جن میں میرے اور بلال کیلئے کھانے کا ایسا کوئی سامان نہیں تھا، جس کو کوئی جگر والا (یعنی کوئی جاندار) کھاسکے، سوائے اس معمولی چیز کے جس کو بلال اپنی بغل میں چھپا کر رکھتے تھے۔ (کوئی برتن بھی نہیں تھا کہ اس میں وہ تھوڑا سا کھانا رکھ لیا جاتا۔)

حدیث

۸... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ إِلَّا عَلَى ضَفَفٍ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: "قَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ كَثْرَةُ الْأَيْدِيْ".

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے ہاں صبح یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں کبھی جمع نہیں ہوئیں، مگر حالتِ ضَفَف میں۔ حدیث کے راوی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ضَفَف لوگوں کے ساتھ اجتماعی شکل

میں آپ کھانا تناول فرماتے تھے، اور جلدی کھانا نہ چھوڑتے تھے تاکہ حضور ﷺ کو دیکھ کر دوسرے لوگ کھانا نہ چھوڑیں، اس طرح مہمان نوازی کی خاطر دونوں چیزیں جمع ہو جاتیں۔

حدیث

۹...عَنْ نَوْفَلِ بْنِ إِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيْسًا. وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيْسُ. وَإِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰى إِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ فَاغْتَسَلَ. ثُمَّ خَرَجَ وَأُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ. فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ. مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ: هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهٖ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا أُرَانَا أُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا.

ترجمہ

حضرت نوفل بن ایاس ہذلیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ہم نشین تھے، اور واقعی وہ بہترین ہمنشین تھے، ایک دن وہ ہمارے ساتھ ایک جگہ سے لوٹے، یہاں تک کہ ہم ان کے گھر آگئے، انہوں نے گھر جا کر پہلے غسل کیا اور باہر تشریف لائے، پھر ہمارے پاس ایک بڑی پلیٹ لائی گئی، جس میں روٹی اور گوشت تھا، جب وہ پلیٹ سامنے رکھی گئی تو اسے دیکھ کر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رو پڑے، میں نے ان سے پوچھا: اے ابو محمد! کیا چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ اس دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کبھی (دو دن مسلسل) جو کی روٹی سے بھی سیر نہیں ہوئے تھے، لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ ہماری یہ حالت (یعنی مالی وسعت) ہمارے لئے بہتر ہے (بلکہ وہی تنگدستی کی حالت بہتر تھی جس پر نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں)۔

تشریح

حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے سامنے جب نعمتوں کی فراوانی ہوتی تو وہ پریشان ہوجاتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے جو نیک اعمال کئے ہیں اُن کا بدلہ دنیا ہی مل رہا ہو، پھر آخرت میں کچھ نہ ملے۔ اسی فکر کی وجہ سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کھانا دیکھ کر رو پڑے۔ اور حضور ﷺ کی خستہ حالی یاد کر کے بھی انہیں رونا آگیا۔

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ سِنِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک کا بیان

اس باب میں اُن احادیث کا بیان ہے جن میں نبیٔ کریم ﷺ کی عمرِ مبارک کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ کی عمر کے بارے میں تین طرح کی روایات ہیں:-

①... ساٹھ سال عمر مبارک رہی جیسا کہ اس باب کی آخری حدیث میں ہے۔

②... پینسٹھ سال عمر مبارک ہے، جیسا کہ اس باب کی چوتھی اور پانچویں حدیث میں ہے۔

③... آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی، جیسا کہ اس باب کی پہلی تین احادیث میں ہے۔

ان تینوں روایات میں راجح تریسٹھ (۶۳) سال والی روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، تیرہ سال مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور بقیہ دس سال مدینہ منورہ میں رہے، لہٰذا کل عمرِ مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔ جن حضرات نے ساٹھ سال کا ذکر کیا ہے انہوں نے دہائیوں کو لیتے ہوئے کسر (یعنی تین) کو چھوڑ دیا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی اور آپ ﷺ کو منصبِ رسالت پر تین سال بعد فائز کیا گیا، اسی لئے ساٹھ سال ذکر کرنے والوں نے تین سالوں کو چھوڑ کر صرف دہائیوں کو شمار کیا، اور بعض حضرات نے کسر (یعنی تین) چھوڑنے کی وجہ یہ بیان کی کہ عرب چونکہ اتنے پڑھے لکھے نہیں تھے اس لئے وہ کسر کو چھوڑ دیا کرتے تھے، اسی لئے یہاں بھی کسر کو چھوڑ دیا گیا۔ اور جن حضرات نے پینسٹھ سال والا قول اختیار کیا ہے اُنہوں نے سن ولادت اور سن وفات کو الگ الگ سَن شمار کیا، اور درمیان کے تریسٹھ سال جمع کر کے پینسٹھ سال کا قول اختیار کیا۔ اس سے تمام روایات جمع ہوجاتی ہیں اور اُن میں مطابقت ہوجاتی ہے۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چھ (۶) احادیث ذکر فرمائی ہیں:-

حدیث

۱... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى إِلَيْهِ، وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا، وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (نبوت کے بعد) تیرہ

سال مکہ مکرمہ میں رہے، ان میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، (اس کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی) اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا، اور جب آپ کا وصال ہوا اُس وقت آپ تریسٹھ برس کے تھے۔

حدیث

۲... عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَخْطُبُ قَالَ: مَاتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ.

ترجمہ

حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات بھی تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی، اور میں بھی (اس وقت) تریسٹھ سال کا ہوں۔ (ہوسکتا ہے کہ مجھے بھی ان حضرات کی اتباع نصیب ہوجائے، لیکن محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اور ان کا وصال تقریباً اسی سال کی عمر میں ہوا۔)

حدیث

۳... عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ سَنَةً.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

حدیث

۴... أَنْبَأَنَا عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: "تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّيْنَ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

حدیث

۵... عَنْ دَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّيْنَ.

ترجمہ

حضرت دَغْفَلْ بن حَنْظَلَہ سدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

حدیث

۶... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيْرِ، وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، وَلَا بِالْآدَمِ، وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ، وَلَا بِالسَّبْطِ، بَعَثَهُ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً. فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ، وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ، وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے اور نہ پستہ قد کے تھے (جس کو ٹھگنا کہا جاتا ہے، بلکہ آپ ﷺ درمیانے قد کے تھے)، اور آپ ﷺ رنگ کے لحاظ سے نہ (چونے کی طرح) بالکل سفید تھے اور نہ بالکل گندمی رنگ کے (کہ سانولہ پن آجائے، بلکہ آپ ﷺ کے سفید رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی اور چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن اور پُرنور تھے)۔ نیز آنحضرت ﷺ کے سر کے بال نہ بالکل پیچدار اور گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے، (بلکہ ہلکا سا گھنگھریالہ پن تھا)۔ چالیس سال کی عمر ہوجانے پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا، پھر آپ ﷺ دس سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، اور (ہجرت کے بعد) مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی روح قبض فرمائی، اُس وقت آپ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ (یہ روایت کتاب کے شروع کے پہلے باب میں بھی گزر چکی ہے)

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ کے وصال کا بیان

تمام اہلِ تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کا وصال پیر کے دن چاشت کے وقت ہوا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ماہ ربیع الاول کی دو تاریخ کو انتقال ہوا یا بارہ (۱۲) ربیع الاول کو؟ اکثر مؤرخین کے نزدیک ۱۲ ربیع الاول کو انتقال ہوا، اور یہی زیادہ مشہور ہے، لیکن بعض محدثینؒ اور مؤرخین نے دو (۲) ربیع الاول والے قول کو ترجیح دی ہے، اور کہا ہے کہ حضور ﷺ کا وصال دو (۲) ربیع الاول کو ہوا ہے۔

حضور ﷺ مرضِ وفات کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی، اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے، اس کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے یہاں مرض میں شدت پیدا ہوئی، مگر آپ تمام بیویوں میں باری پوری فرماتے رہے، جب آپ کے مرض میں اور زیادہ شدت ہوئی تو حضور ﷺ کی خواہش اور اشارہ پر تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنا، اختیار فرمایا، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی اپنے گلے سے سینہ تک ٹیک بنی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں پیشاب فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے موت کے وقت حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا، حضور اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے، اور اس کا پانی چہرہ پر ملتے اور دعا فرماتے: اے اللہ! موت کی تکلیف اور اس کی سختیوں میں میری مدد فرما، اس کے بعد آپ کا وصال ہوگیا جیسا کہ آگے احادیث میں آرہا ہے۔

حضور ﷺ کی بیماری کی کل مدت ۱۲ یا ۱۴ دن ہے، بیماری کے ایام میں آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے، وفات سے دو دن پہلے حضور ﷺ ظہر کی نماز کے دوران مسجد تشریف لائے، اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، آپ کی تشریف آوری کے بعد باقی نماز حضور ﷺ نے خود پڑھائی، یہ آپ کی آخری امامت تھی۔ دو دن بعد جس دن آپ کا وصال ہوا، یعنی پیر کے دن، صبح کے وقت حضور ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ اُٹھایا اور آپ نے مسجد کے نمازیوں کا آخری نظارہ فرمایا کہ لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز (فجر) پڑھ رہے تھے، لوگوں کو دیکھ کر خوشی سے مسکرائے اور اشارے سے نماز پوری کرنے کا حکم دیا اور اس سے حضور ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ شرعی نظام قائم ہوگیا، اور ان کا قدیم رفیقِ غار "ابوبکر رضی اللہ عنہ" ان کی نیابت کا حق ادا کردے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور آپ نے پردہ ڈال دیا، اُسی دن چاشت کے وقت جبکہ آپ موت کی

آسانی کی دعا فرمارہے تھے آپ کی روح پرواز کرگئی اور دستِ مبارک نیچے آگیا۔(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وبارك وسلم)

پیر کا اور منگل کا دن انتظام میں گزرا، ناگزیر وجوہات کی بناء پر تدفین نہ ہوسکی، پھر جب قبر مبارک تیار ہوگئی تو منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں حضور ﷺ کی تدفین ہوئی، باقی وفات کے متعلق باتیں احادیث کے ترجمہ سے واضح ہیں۔

اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے چودہ (۱۴) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

١... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشْفُ السِّتَارَةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، فَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهٖ كَأَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ أَنِ اثْبُتُوْا، وَأَبُوْ بَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَأَلْقَى السِّجْفَ، وَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری دیدار جس میں حضور اقدس ﷺ کو میں نے دیکھا وہ (مرض الوفات میں) پیر کا دن تھا جس میں (فجر کی نماز میں) آپ نے (اپنے حجرے کا) پردہ ہٹایا، تو میں نے آپ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا (جو اس طرح صاف ستھرا اور چمک والا تھا) گویا وہ قرآن مجید کا ایک پاک وصاف ورق ہے، لوگ اُس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں (صبح کی) نماز پڑھ رہے تھے، (صحابۂ کرامؓ آپ کو دیکھ کر خوشی میں اپنی جگہوں سے پیچھے ہٹنے لگے کہ شاید آپ تشریف لارہے ہیں، اس لئے) نبیٔ کریم نے لوگوں کو اشارہ سے فرمایا کہ وہ اپنی جگہ کھڑے رہیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی امامت کررہے تھے، اور پھر آپ نے پردہ ڈال دیا، اور اسی دن کے آخر میں آپ کی وفات ہوئی۔

تشریح

آخر سے مراد صبح کا آخری وقت ہے، یعنی زوال کے وقت کے بالکل قریب آپ کی وفات ہوئی، زوال سے چونکہ دن کا دوسرا حصہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے حدیث میں اس کو دن کا آخر کہا گیا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وفات تو اگرچہ چاشت کے وقت ہوئی تھی لیکن لوگوں کو اس کی عمومی اطلاع اور یقینی خبر دن کے آخری حصے میں ہوئی۔ [1]

[1] معارف ترمذی: ۵/ ۵۱۰

حدیث

۲... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ مُسْنِدَةً النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِي أَوْ قَالَتْ: إِلَى حِجْرِي فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُوْلَ فِيْهِ. ثُمَّ بَالَ. فَمَاتَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے (یا اپنی گود سے) سہارا دے رکھا تھا، اتنے میں آپ نے پیشاب کرنے کیلئے برتن منگوایا، (برتن آگیا) اور آپ نے پیشاب سے فراغت حاصل کی، پھر آپ کا وصال ہوگیا۔

حدیث

۳... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى مُنْكَرَاتِ أَوْ قَالَ عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے وقت دیکھا، آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک پیالے میں ڈالتے اور اپنے چہرے پر گیلا ہاتھ پھیرتے تھے (کہ اس سے سکون ہوتا ہے)، اور یہ دعا فرمارہے تھے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔

تین باتوں کی تعلیم

فائدہ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات کے وقت دعا کرنے میں اُمت کے لئے تین باتوں کی تعلیم ہے:-

① ... انتقال کے وقت بندہ کو استقلال اور ثابت قدم رہنا چاہئے۔

② ... اللہ جل شانہ کی طرف خوب توجہ رہنی چاہئے۔

③ ... روح نکلنے پر تکلیف ہونا فطری اور طبعی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ سے، سہولت اور آسانی کی دعا کرنی چاہئے۔

نیز موت کے وقت تکلیف ہونے میں چار فائدے بھی ہیں:-

① ... اس تکلیف سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

② ... درجات بلند ہوتے ہیں۔

③ ... استغفار کی کثرت کی توفیق ہوتی ہے۔

④... تکلیف ہونا موت کی تیاری کا باعث ہے۔[1]

حدیث

۴... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَا أَغْبِطُ أَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب سے میں نے حضور اقدس ﷺ کی موت کے وقت شدت دیکھی ہے اس کے بعد سے اَب مجھے کسی پر موت کی آسانی کی وجہ سے رشک نہیں آتا۔

تشریح

یعنی عام طور پر لوگوں کا تصور یہ ہوتا ہے کہ موت کی سختی اس شخص پر آتی ہے جو گنہگار ہو، مگر جب حضور اقدس ﷺ کو، گناہوں سے پاک و صاف ہونے کے باوجود موت کی سختی پیش آئی، تو اس سے معلوم ہوا کہ اس میں نیک و بد کا فرق نہیں ہے، کسی کی موت آسانی سے ہونا اس کے نیک ہونے کی علامت نہیں، اور موت کے وقت سختی سے دو چار ہونا اللہ تعالیٰ کے یہاں ناپسندیدہ ہونے کی علامت نہیں ہے۔

حدیث

۵... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِيْ دَفْنِهِ. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ: مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ ادْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوگیا تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ کے دفن میں اختلاف ہوا (کہاں تدفین کی جائے؟ مسجد نبوی، جنت البقیع، یا مکہ مکرمہ وغیرہ میں، بہرحال مختلف آراء سامنے آئیں)۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود حضور اقدس ﷺ سے ایک بات سنی ہے، وہ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی جگہ قبض

---

[1] خصائل نبوی ص ۲۴۲ و معارف ترمذی ص ۵۱۶

کرتے ہیں جہاں دفن کرنا اللہ تعالیٰ یا نبی کو پسند ہو، لہٰذا حضور اقدس ﷺ کی تدفین آپ کے وصال کی جگہ کرو۔

حدیث

٦... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا مَاتَ.

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ (کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپ) کو بوسہ دیا۔ (یہ بوسہ لینا برکت کے لئے تھا یا دائمی جدائی کے لئے تھا۔)

حدیث

٧... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى سَاعِدَيْهِ، وَقَالَ: وَانَبِيَّاهُ، وَاصَفِيَّاهُ، وَاخَلِيْلَاهُ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور اپنا منہ نبی کریم ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا (یعنی پیشانی پر بوسہ دیا) اور اپنے ہاتھ نبی کریم ﷺ کے بازوؤں پر رکھے اور فرمایا: ہائے نبی، ہائے مخلص دوست، ہائے جگری دوست۔ (یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں تھے، بلکہ آہستہ آواز میں اظہار افسوس کیلئے کہے تھے، اور اس طرح افسوس کے اظہار میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔)

حدیث

٨... عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا أَيْدِيَنَا مِنَ التُّرَابِ، وَإِنَّا لَفِيْ دَفْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا.

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضور اقدس ﷺ (ہجرت کر کے)

مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی، پھر جس دن آپ کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی تھی اور ہم نے حضور اقدس ﷺ کی تدفین کے وقت (آپ کی قبر پر مٹی ڈال کر) ابھی ہاتھ جھاڑے بھی نہیں تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا (یعنی دلوں میں انوار و برکات کی وہ کیفیت باقی نہ رہی جو حضور اقدس ﷺ کی موجودگی میں تھی)۔

حدیث

۹... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال پیر کے دن ہوا۔

حدیث

۱۰... عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ. وَقَالَ سُفْيَانُ: "وَقَالَ غَيْرُهُ: يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِيْ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

ترجمہ

حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال پیر کے دن ہوا، پھر اس دن اور منگل کی رات تدفین عمل میں نہیں آئی، اور (منگل اور بدھ کی درمیانی) رات میں تدفین ہوئی۔ حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ رات کے آخری حصہ میں پھاوڑوں کی آواز سنی گئی تھی، (یعنی رات کے آخری حصہ میں تدفین کی گئی)۔

حدیث

۱۱... عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ.

ترجمہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور منگل کے دن تدفین ہوئی۔ (منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو چونکہ عرفاً منگل کا دن کہہ دیا جاتا ہے اس لئے اس حدیث کا حدیث نمبر ۱۰ سے کوئی تعارض نہیں ہے)۔

حدیث

۱۲... عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ، فَقَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ. فَقَالَ: مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ لِلنَّاسِ أَوْ قَالَ: بِالنَّاسِ قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ. فَقَالَ: مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ بَكَى فَلَا يَسْتَطِيعُ، فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَهُ قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ: مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ. قَالَ: فَأُمِرَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ، وَأُمِرَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً. فَقَالَ: انْظُرُوا لِي مَنْ أَتَّكِئُ عَلَيْهِ، فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ وَرَجُلٌ آخَرُ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْكُصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَثْبُتَ مَكَانَهُ، حَتّٰى قَضٰى أَبُو بَكْرٍ صَلَاتَهُ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ، فَقَالَ عُمَرُ: وَاللهِ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هٰذَا قَالَ: وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ، فَأَمْسَكَ النَّاسُ، فَقَالُوْا: يَا سَالِمُ، انْطَلِقْ إِلٰى صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ، فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبْكِي دَهِشًا، فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: أَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ: لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هٰذَا، فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْرِجُوْا لِي، فَأَفْرَجُوْا لَهُ فَجَاءَ حَتّٰى أَكَبَّ عَلَيْهِ وَمَسَّهُ، فَقَالَ: {إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ} [الزمر: ۳۰] ثُمَّ قَالُوْا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

أَقُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَعَلِمُوْا أَنْ قَدْ صَدَقَ. قَالُوْا: يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَيُصَلَّى عَلَى رَسُوْلِ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالُوْا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ، ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ، حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ. قَالُوْا: يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالُوْا: أَيْنَ؟ قَالَ: فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ قَبَضَ اللهُ فِيْهِ رُوْحَهٗ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهٗ إِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ. فَعَلِمُوْا أَنْ قَدْ صَدَقَ. ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَغْسِلَهٗ بَنُوْ أَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ. فَقَالُوْا: انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ. فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ لَهٗ مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلَاثِ {ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا} [التوبة: ۴۰] مَنْ هُمَا؟ قَالَ: ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيْلَةً.

ترجمہ

حضرت سالم بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں، فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کو مرض الوفات میں غشی طاری ہوئی، پھر ہوش آیا تو آپ نے پوچھا! کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: جی ہاں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: بلال سے کہو کہ وہ اذان دیں اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، جب ہوش آیا تو آپ نے پوچھا! نماز کا وقت ہو گیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلال سے کہو کہ وہ اذان دیں اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: میرے والد ایک نرم دل آدمی ہیں، جب وہ حضور کی جگہ (نماز پڑھانے کیلئے) کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اور نماز پڑھانے کی ہمت نہ کر سکیں گے، اگر آپ ان کے علاوہ کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں (تو اچھا ہوگا)۔ پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: بلال سے کہو کہ وہ اذان دیں اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، بیشک تم یوسف علیہ السلام کی عورتوں کی طرح ہو۔

راوی کہتے ہیں: چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا کہا گیا تو انہوں نے اذان دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کا کہا گیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (دورانِ مرض ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت میں ہلکا پن محسوس کیا یعنی آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: میرے لئے ایسا بندہ دیکھو جس پر میں سہارا لگا سکوں (اور مسجد چلا جاؤں)، چنانچہ حضرت بریرہ بنت صفوان اور ایک اور شخص آئے، آپ نے ان دونوں کا سہارا لیا (اور مسجد تشریف لے گئے)، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، حضور اقدس ﷺ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل فرمائی۔

پھر (بالآخر پیر کے دن) حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوگیا، (مگر صحابۂ کرامؓ کو یقین نہیں آرہا تھا، حتیٰ کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم میں کسی کو یہ کہتے ہوئے نہ سنوں کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوگیا ہے، ورنہ میں اپنی اس تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں گا، سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ اَن پڑھ تھے، (کتابوں میں پچھلے انبیاء کے حالات بھی نہ پڑھے تھے)، اور ان میں نبیٔ کریم ﷺ سے پہلے کوئی نبی بھی نہیں گذرا تھا (اور نہ کسی نبی کی وفات کا تجربہ ہوا تھا)، اس لئے لوگ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے) یہ بات کہنے سے رک گئے، بعض صحابۂ کرامؓ نے کہا: اے سالم! تم حضور اقدس ﷺ کے ساتھی کے پاس جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ، چنانچہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت مسجد میں تھے، میں ان کے پاس روتا ہوا اور حیران و ششدر ہو کر آیا، جب انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو مجھ سے دریافت فرمایا: کیا حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کو یہ کہتے ہوئے نہ سنوں کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے، ورنہ میں اپنی اس تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں گا، اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا چلو! میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑا، چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اس وقت لوگ حضور اقدس ﷺ کے پاس جمع ہو چکے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے راستہ دو، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (حضور اکرم ﷺ کے پاس) آئے، آپ کے چہرۂ انور پر گہری نگاہ ڈالی اور آپ کو بوسہ دیا، اور یہ آیت پڑھی: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (اے نبی! بے شک آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ سب دشمن بھی مرنے والے ہیں) پھر صحابۂ کرامؓ نے پوچھا: اے حضور اقدس ﷺ کے خاص دوست! کیا

حضور ﷺ کا وصال ہو چکا ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں (آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں)، اس وقت صحابۂ کرام کو یقین ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سچ فرما رہے ہیں۔

پھر لوگوں نے پوچھا: اے حضور ﷺ کے خاص دوست! کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں (پڑھیں گے) لوگوں نے کہا: کس طرح پڑھیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ لوگ (حجرے میں) داخل ہوں، (چار) تکبیریں کہیں، نبی کریم ﷺ پر درود پڑھیں اور دعا کریں، پھر باہر آجائیں، یہاں تک کہ (اس طرح) سب لوگ حجرے میں داخل ہوں (اور تنہا تنہا نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آتے جائیں)۔

پھر لوگوں نے پوچھا: اے حضور ﷺ کے خاص دوست! کیا حضور اقدس ﷺ کی تدفین بھی ہوگی؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں (تدفین ہوگی) لوگوں نے پوچھا! کہاں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں آپ کا وصال ہوا ہے اُسی جگہ تدفین ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو پسندیدہ اور اچھی جگہ پر ہی قبض فرمایا ہے، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یقین آگیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سچ فرمارہے ہیں (یعنی انہیں اطمینان ہوگیا) پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ حضور اقدس ﷺ کے خاندان کے لوگ آپ کو غسل دیں۔

(آپ کے وصال کے بعد دین کی حفاظت کیلئے اور اہم معاملات میں فیصلے کیلئے کسی شخص کی ضرورت تھی، چنانچہ خلیفہ کی تعیین کیلئے) مہاجرین مشورہ کرنے کیلئے جمع ہو گئے، تو بعض مہاجرین نے کہا: آپ ہمیں انصاری بھائیوں کے پاس لے چلیں، ہم ان کو (بھی) اپنے ساتھ اس مشورہ میں شامل کرتے ہیں، چنانچہ انصار نے یہ تجویز دی کہ ایک امیر انصار میں سے ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو، اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون ہے وہ شخص جس کیلئے ایک ہی واقعہ میں یہ تین فضیلتیں ثابت ہوں: ثَانِیَ اثْنَیْنِ ...
(ترجمہ: وہ دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں، پہلی فضیلت: تنہائی میں حضور کے ساتھ رہنا، دوسری فضیلت: اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور کا ساتھی فرمایا، تیسری فضیلت: اللہ تعالیٰ کی معیت) (تم ہی بتاؤ کہ) وہ دونوں کون تھے؟ (جن کا اس آیت میں ذکر ہے، کس قدر فضیلت کا بیان ہے نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے) راوی کہتے ہیں: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کیلئے اپنا ہاتھ پھیلایا اور حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی، اور اس کے بعد سقیفۂ بنو ساعدہ میں موجود تمام لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بڑے اچھے اور خوبصورت انداز میں بیعت کر لی (یعنی رضا اور خوشی سے بیعت کی، کسی پر کوئی جبر و اکراہ نہیں تھا)۔

تشریح

اوپر حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: بیشک تم یوسف علیہ السلام کی عورتوں کی طرح ہو۔ یہ صیغہ اگرچہ جمع کا ہے، لیکن اس سے صرف حضرت عائشہؓ مراد ہیں، تعظیماً اس طرح فرمایا۔ اس جملے میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو زلیخا کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جیسے زلیخا نے ایک نامناسب بات پر حضرت یوسف علیہ السلام سے اصرار کیا تھا، ایسے تم بھی ایک بے جا بات پر اصرار کر رہی ہو۔ یا اس بات میں تشبیہ ہے کہ جیسے زلیخا نے ملامت کرنے والی عورتوں کو کھانے کی دعوت کی جو دیکھنے میں تو مہمان نوازی تھی لیکن دل میں یہ بات تھی کہ وہ عورتیں حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کو دیکھیں اور مجھے معذور سمجھیں، اسی طرح حضرت عائشہؓ ظاہراً تو یہ کہہ رہی تھیں کہ میرے والد نرم دل ہیں، وہ آپ کی جگہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے، لیکن در حقیقت دل میں یہ بات تھی کہ اگر آپ ﷺ اسی بیماری میں وفات پا گئے جس میں میرے والد نمازیں پڑھا رہے ہیں تو لوگ میرے والد کو منحوس سمجھیں گے، اس لئے حضرت عائشہؓ نے زبان سے والد کے نرم دل ہونے کی بات کی۔ [1]

حدیث

۱۳... عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُرَبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَاكَرْبَاهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا الْمُوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب (مرض الوفات میں) موت کی بے چینی اور سختی محسوس فرما رہے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہائے میرے ابا کی بے چینی اور تکلیف!!! اس پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی بے چینی اور تکلیف نہیں ہوگی، بیشک آج تیرے باپ پر ایک ایسی چیز اتری ہے جس سے قیامت تک اللہ تعالیٰ کسی کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، یعنی موت جو اٹل حقیقت

[1] خصائل نبوی مختصراً ص: ۳۷۷

ہے، کسی سے ٹلنے والی نہیں ہے۔

حدیث

۱۴...حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا أُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيدِ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللهُ تَعَالَى بِهِمَا الْجَنَّةَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ. قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: فَأَنَا فَرَطٌ لِأُمَّتِي، لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت میں سے جس شخص کے دو نابالغ بچے ذخیرۂ آخرت بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں بچوں کی بدولت اسے جنت میں داخل فرمائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی اُمت میں سے جس شخص کا ایک ہی بچہ آخرت میں پہنچا ہو؟ (اس کا کیا حکم ہے؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے وہ عورت جسے خیر کی باتیں پوچھنے کی توفیق دی گئی ہے! جس شخص کا ایک بچہ مرا ہو (اسے بھی بخش دیا جائے گا)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: جس کا ایک بچہ بھی نہ مرا ہو؟ (تو اس کا کیا ہوگا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اُمت کے ایسے لوگوں کیلئے میں ذخیرۂ آخرت بنوں گا، کیونکہ میری (وفات کا) رنج اُن کیلئے ایسی مصیبت ہوگا کہ اس جیسی کوئی اور مصیبت انہیں نہیں پہنچی ہوگی۔

تشریح

یعنی میرا دنیا سے اُٹھ جانا لوگوں کیلئے اتنی بڑی مصیبت اور اتنا بڑا حادثہ ہے کہ اس کے برابر کوئی اور حادثہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جن لوگوں کی نابالغ اولاد فوت نہیں ہوگی اُن کیلئے میری وفات کا حادثہ جنت میں جانے کیلئے کافی ہوگا۔ اور واقعی حضور اقدس ﷺ کی جدائی ایسی چیز ہے کہ ماں باپ، اولاد وغیرہ میں سے ہر شخص کی موت حضور اقدس ﷺ کی وفات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اسی لئے ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرلیا کرے، یعنی یہ سوچے کہ جب حضور اقدس ﷺ کی جدائی پر صبر کرلیا تو

اس کے مقابلے میں یہ مصیبت کیا حقیقت رکھتی ہے، اس پر بھی صبر کر لینا چاہئے۔ ❶

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِيْرَاثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا بیان

اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے متعلق احادیث کا بیان ہے، ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت جتنا مال چھوڑا تھا وہ سب صدقہ ہے، وارثوں میں تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہ ہونے کی متعدد وجوہ اور حکمتیں ہیں، جن میں سے تین درج ذیل ہیں:۔

① ... انبیاء کرام علیہم السلام اپنی وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اس لئے ان کے اموال میں ان کی ملکیت باقی رہتی ہے، اور زندہ آدمی کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا آپ کی وفات کے بعد کسی سے نکاح کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

② ... اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں میراث جاری ہوتی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کے لالچ میں نبی کو جان سے مارنے کا منصوبہ بناتا یا دل میں اس کی تمنا کرتا، اور یہ دونوں باتیں اس کی بربادی کا سبب ہوتیں، اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے متروکہ اموال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

③ ... کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نبی نے نبوت کا دعویٰ اس لئے کیا ہے تاکہ خوب مال جمع کرے اور اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑ کر جائے۔ ❷ اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے سات (۷) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

---

❶ خصائل نبوی، ص: ۳۸۱

❷ خصائل نبوی مختصراً، ص: ۳۸۲

ہے، کسی سے ٹلنے والی نہیں ہے۔

حدیث

۱۴... حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا أُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيدِ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللهُ تَعَالَى بِهِمَا الْجَنَّةَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ. قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: فَأَنَا فَرَطٌ لِأُمَّتِي لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت میں سے جس شخص کے دو نابالغ بچے ذخیرۂ آخرت بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں بچوں کی بدولت اسے جنت میں داخل فرمائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی اُمت میں سے جس شخص کا ایک ہی بچہ آخرت میں پہنچا ہو؟ (اس کا کیا حکم ہے؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے وہ عورت جسے خیر کی باتیں پوچھنے کی توفیق دی گئی ہے! جس شخص کا ایک بچہ مرا ہو (اسے بھی بخش دیا جائے گا)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: جس کا ایک بچہ بھی نہ مرا ہو؟ (تو اس کا کیا ہوگا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اُمت کے ایسے لوگوں کیلئے میں ذخیرۂ آخرت بنوں گا، کیونکہ میری (وفات کا) رنج اُن کیلئے ایسی مصیبت ہوگا کہ اس جیسی کوئی اور مصیبت انہیں نہیں پہنچی ہوگی۔

تشریح

یعنی میرا دنیا سے اُٹھ جانا لوگوں کیلئے اتنی بڑی مصیبت اور اتنا بڑا حادثہ ہے کہ اس کے برابر کوئی اور حادثہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جن لوگوں کی نابالغ اولاد فوت نہیں ہوگی اُن کیلئے میری وفات کا حادثہ جنت میں جانے کیلئے کافی ہوگا۔ اور واقعی حضور اقدس ﷺ کی جدائی ایسی چیز ہے کہ ماں باپ، اولاد وغیرہ میں سے ہر شخص کی موت حضور اقدس ﷺ کی وفات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اسی لئے ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرلیا کرے، یعنی یہ سوچے کہ جب حضور اقدس ﷺ کی جدائی پر صبر کرلیا تو

اس کے مقابلے میں یہ مصیبت کیا حقیقت رکھتی ہے، اس پر بھی صبر کر لینا چاہئے۔ [1]

❁❁❁

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِيْرَاثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کی میراث کا بیان

اس باب میں نبیٔ کریم ﷺ کی میراث کے متعلق احادیث کا بیان ہے، ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی وفات کے وقت جتنا مال چھوڑا تھا وہ سب صدقہ ہے، وارثوں میں تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہ ہونے کی متعدد وجوہ اور حکمتیں ہیں، جن میں سے تین درج ذیل ہیں:۔

①... انبیاء کرام علیہم السلام اپنی وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اس لئے ان کے اموال میں ان کی ملکیت باقی رہتی ہے، اور زندہ آدمی کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کا آپ کی وفات کے بعد کسی سے نکاح کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

②... اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں میراث جاری ہوتی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کے لالچ میں نبی کو جان سے مارنے کا منصوبہ بناتا یا دل میں اس کی تمنا کرتا، اور یہ دونوں باتیں اس کی بربادی کا سبب ہوتیں، اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے متروکہ اموال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

③... کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نبی نے نبوت کا دعویٰ اس لئے کیا ہے تاکہ خوب مال جمع کرے اور اپنے اہل و عیال کو مالدار چھوڑ کر جائے۔ [2] اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے سات (۷) احادیث ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

---

[1] خصائل نبوی، ص: ۳۸۱

[2] خصائل نبوی مختصراً، ص: ۳۸۲

ترجمہ

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ جو اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ترکہ میں صرف ہتھیار اور (اپنی سواری کا) خچر چھوڑا تھا، اور کچھ زمین چھوڑی تھی، جس کو (اپنی زندگی میں ہی) صدقہ (یعنی وقف) فرما گئے تھے۔ (حضور اقدس ﷺ کے استعمالی کپڑوں اور گھریلو سامان کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان چیزوں کے مقابلے میں معمولی مالیت کی چیزیں تھیں۔)

حدیث

۲... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ؟ فَقَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي. فَقَالَتْ: مَا لِي لَا أَرِثُ أَبِي؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ. وَلٰكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ. وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں، (وہ اس وقت تمام مسلمانوں کے خلیفۂ اوّل تھے) اور یہ دریافت فرمایا کہ تمہارا وارث کون ہوگا؟ (وہ شاید یہ سمجھتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کے مال میں میراث جاری نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں سوال کیا)، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اہل، اور میری اولاد۔ اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر میں اپنے والد ﷺ کی متروکہ چیزوں کی وارث کیوں نہیں بنی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (حکمِ شرعی واضح کرتے ہوئے) فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا''، البتہ میں (وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) ان تمام لوگوں کی کفالت کروں گا جن کی رسول اللہ ﷺ کفالت کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں پر رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے میں بھی ان پر خرچ کروں گا۔

حدیث

۳... عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلٌّ

وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَنْتَ كَذَا، أَنْتَ كَذَا. فَقَالَ عُمَرُ، لِطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدٍ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ أَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ، إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ، إِنَّا لَا نُوْرَثُ؟ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ

حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کے دور خلافت میں ان) کے پاس تشریف لائے، دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا، ان میں سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہہ رہا تھا کہ تو ایسا ہے اور تو ایسا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے فرمایا: میں تمہیں اللہ جل شانہٗ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم سب نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ "نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ ان کو کھلائے، ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا"۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ (یہ قصہ آگے حدیث نمبر ۶ میں آرہا ہے۔)

حدیث

۴... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (یعنی صدقات کے مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے۔)

حدیث

۵... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَقْسِمُ وَرَثَتِي دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا. مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے ورثاء دینار اور درہم تقسیم نہ کریں، میرے ترکہ میں سے میری بیویوں کا خرچہ اور میرے عامل

ترجمہ

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ جو اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی" ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ترکہ میں صرف ہتھیار اور (اپنی سواری کا) خچر چھوڑا تھا، اور کچھ زمین چھوڑی تھی، جس کو (اپنی زندگی میں ہی) صدقہ (یعنی وقف) فرما گئے تھے۔ (حضور اقدس ﷺ کے استعمالی کپڑوں اور گھریلو سامان کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ ان چیزوں کے مقابلے میں معمولی مالیت کی چیزیں تھیں۔)

حدیث

۲... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ؟ فَقَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي. فَقَالَتْ: مَا لِي لَا أَرِثُ أَبِي؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ. وَلٰكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ. وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں، (وہ اس وقت تمام مسلمانوں کے خلیفۂ اوّل تھے) اور یہ دریافت فرمایا کہ تمہارا وارث کون ہوگا؟ (وہ شاید یہ سمجھتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کے مال میں میراث جاری نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں سوال کیا)، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اہل، اور میری اولاد۔ اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر میں اپنے والد ﷺ کی متروکہ چیزوں کی وارث کیوں نہیں بنی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (حکمِ شرعی واضح کرتے ہوئے) فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا"، البتہ میں (وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) ان تمام لوگوں کی کفالت کروں گا جن کی رسول اللہ ﷺ کفالت کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں پر رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے میں بھی ان پر خرچ کروں گا۔

حدیث

۳... عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلُّ

وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ: أَنْتَ كَذَا، أَنْتَ كَذَا. فَقَالَ عُمَرُ، لِطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدٍ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ أَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ، إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ، إِنَّا لَا نُوْرَثُ؟. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ

حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کے دور خلافت میں ان) کے پاس تشریف لائے، دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا، ان میں سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہہ رہا تھا کہ تو ایسا ہے اور تو ایسا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہیں اللہ جل شانہٗ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم سب نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ "نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ ان کو کھلائے، ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا"۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ (یہ قصہ آگے حدیث نمبر ۶ میں آرہا ہے۔)

حدیث

۴... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (یعنی صدقات کے مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے۔)

حدیث

۵... عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے ورثاء دینار اور درہم تقسیم نہ کریں، میرے ترکہ میں سے میری بیویوں کا خرچہ اور میرے عامل

(یعنی خلیفہ وقت یا زمینوں کے منتظم) کا خرچہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔

تشریح

عامل کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے مراد دو شخص ہیں:۔

① ... ایک وہ شخص جو حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا خلیفہ ہو جیسے حضرت صدیق اکبرؓ۔

② ... دوسرے وہ شخص جو زمینوں کی پیداوار جمع کرنے والا ہو، یعنی جو زمینوں کا ناظم اور نگران ہو۔ خلیفہ کی تنخواہ بیت المال کے ذمہ ہے اور ناظم کو صدقہ یعنی وقف سے تنخواہ ملے گی۔

(خصائل نبوی ص ۲۵۴)

حدیث

۲... عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَطَلْحَةُ، وَسَعْدٌ، وَجَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ: أَنْشُدُكُمْ بِالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ. فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ نَعَمْ. وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ۔

ترجمہ

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اتنے میں ان کے پاس حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی تشریف لے آئے، (تھوڑی دیر کے بعد) حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جھگڑتے ہوئے تشریف لائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں: کیا تمہیں حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہے کہ "ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے"؟ ان سب حضرات نے فرمایا: بیشک نبیٔ کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے، اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

تشریح

اس حدیث میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے جس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے

کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے، اُس وقت حضرت عمرؓ کے پاس پہلے سے چند اکابر صحابۂ کرامؓ تشریف فرما تھے، ان دونوں حضرات کی تشریف آوری کا مقصد یہ تھا کہ زمین کی تولیت کے معاملہ میں اُن کے اختلاف کو ختم کروائیں۔ دراصل معاملہ یہ تھا کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد پہلے تو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ حضور ﷺ کی میراث میں سے حصہ طلب کرنے کیلئے حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس آئے، حضرت عباسؓ چچا ہونے کی حیثیت سے اور حضرت علیؓ اپنی بیوی حضرت فاطمہؓ کے شوہر ہونے کی حیثیت سے ان کا حصہ طلب کرنے کیلئے، لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کے سامنے یہ بات واضح فرمائی کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، وہ صدقہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان حضرات نے حضرت عمرؓ سے مدینہ منورہ میں بنو نضیر کی زمین کی تولیت ان کے حوالہ کرنے کی درخواست کی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے مناسب سمجھا کہ مدینہ منورہ میں بنو نضیر کی زمین کی تولیت ان حضرات کے حوالے کردی جائے، چنانچہ ان دونوں حضرات کو مشترکہ طور پر اس زمین کا منتظم اور نگران بنا دیا اور یہ عہد لیا کہ اس کی پیداوار میں اسی طرح عمل کروگے جیسے رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ عمل کرتے تھے، تاہم خیبر اور فدک کی زمینوں کا انتظام حضرت عمرؓ نے اپنے پاس ہی رکھا۔ لیکن ان دونوں حضرات کے مزاج میں بہت فرق تھا، اسی وجہ سے آمدنی کے خرچ کی کیفیت میں اختلاف ہوتا تھا، چنانچہ اس اختلاف کو ختم کرنے کیلئے یہ دونوں حضرات حضرت عمرؓ کی خدمت میں تشریف لائے، تاکہ حضرت فاروق اعظمؓ مذکورہ زمین تقسیم کرکے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ حصے کا منتظم بنادیں۔ لیکن حضرت فاروق اعظمؓ نے ان حضرات کے اس مطالبہ کو پورا نہیں فرمایا، وجہ یہ تھی کہ اگر ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ زمین کی تولیت سپرد کی جاتی تو آگے چل کر اندیشہ تھا کہ لوگ اسے میراث کی تقسیم نہ سمجھ لیں اور یہ خیال کریں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلے سے رجوع فرمالیا ہے، اس اندیشے کی بناء پر حضرت عمرؓ نے مشترکہ ذمہ داری ہی باقی رکھی۔ البتہ بعد میں حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں حضرت عباسؓ نے خود ہی حضرت علیؓ کے حق میں دست برداری اختیار کرلی اور اس زمین سے علیحدگی اختیار فرمالی، اس لئے پھر یہ زمین تنہا حضرت علیؓ کے زیر انتظام رہی، اور ان کے بعد حضرت علیؓ کے صاحبزادگان اس کو سنبھالتے رہے۔ [1]

حدیث

۔۔۔عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا

---

[1] خصائل نبوی بتصرف واختصار، ص: ۳۹۰ بحوالہ فتح الباری

دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا. قَالَ: وَأَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ.

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے نہ دینار چھوڑا اور نہ درہم، نہ بکری اور نہ اونٹ، راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "نہ غلام اور نہ باندی" یا نہیں فرمایا تھا۔ (دوسری روایت میں صراحت ہے کہ یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔)

❀❀❀

بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ

حضور اقدس ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبیٔ کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا بیان ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنا بلاشبہ درست اور برحق ہے، اور یہ ایک مسلمان کیلئے بہت بڑے اعزاز اور فضیلت کی بات ہے، اور یہ بھی حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت ہے کہ جو شخص آپ کو خواب میں دیکھتا ہے وہ واقعی حضور ﷺ کو دیکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا ہے، اسلئے شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ آپ جیسی صورت بنا کر کسی کے خواب میں آسکے۔

یہ مضمون متعدد احادیث میں مذکور ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں، خواب کبھی شیطانی ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ ڈراتا ہے اور تکلیف پہنچاتا ہے، اور کبھی نفسانی ہوتا ہے یعنی انسان بیداری کی حالت میں جو کچھ سوچتا اور دیکھتا ہے وہ اسے خواب میں نظر آتا ہے، اور خواب کبھی من جانب اللہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتا ہے، بہرحال اگر خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت آپ کے معروف حلیۂ مبارک سے ہٹ کر کسی نامناسب حالت میں ہو تو وہ خواب دیکھنے والے کے ایمان و اعمال کی کمزوری کی علامت ہے۔ ورنہ وہ بھی حضور ﷺ ہی کی زیارت ہے، البتہ یہ فرق دیکھنے والے کی نظر کا ہے جیسے رنگین چشمہ سے لال پیلا نظر آتا ہے، جو چشمہ کی وجہ سے ہے، اصل چیز لال پیلی نہیں ہوتی، ایسی صورت میں اگر خواب میں آپ کی طرف سے کسی خلافِ شرع بات کا حکم دیا جا رہا ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں، کیونکہ عام انسان کا خواب حجت نہیں ہے، ایسے خواب میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اور اگر خواب میں حضور ﷺ کو معروف حلیہ میں دیکھے تو اس نے واقعۃً حضور ﷺ ہی کی زیارت کی، اور حضور ﷺ کی زیارت بالکل درست ہے، جیسا کہ اس باب کی

احادیث سے ثابت ہے۔
اس باب میں حضرت امام ترمذیؒ نے سات (۷) احادیث اور آخر میں دو نصیحتیں ذکر فرمائی ہیں:۔

حدیث

۱... عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھے ہی دیکھا ہے، اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

حدیث

۲... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَصَوَّرُ، أَوْ قَالَ: لَا يَتَشَبَّهُ بِي.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اُس نے واقعی مجھے ہی دیکھا ہے، اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، یا یوں فرمایا کہ: شیطان میرے مشابہ صورت نہیں بنا سکتا۔

حدیث

۳... عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي.

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: "وَأَبُوْ مَالِكٍ هٰذَا هُوَ: سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ، وَطَارِقُ بْنُ أَشْيَمَ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيْثَ

ترجمہ

حضرت طارق بن اَشْیَمْ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا۔

حدیث

۴... عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُنِي. قَالَ أَبِي: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ. فَقُلْتُ: قَدْ رَأَيْتُهُ. فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ: شَبَّهْتُهُ بِهِ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ كَانَ يُشْبِهُهُ.

ترجمہ

حضرت کُلَیْبؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص خواب میں مجھے دیکھے اُس نے حقیقۃً مجھے ہی خواب میں دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

حضرت کُلَیْبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے بیان کی اور میں نے یہ بھی کہا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے، اس وقت مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خیال آیا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: واقعی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بہت مشابہ تھے۔

حدیث

۵... عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ وَكَانَ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي. فَمَنْ رَآنِي فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِي. هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّوْمِ؟ قَالَ: نَعَمْ. أَنْعَتُ لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ. جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ. أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ. حَسَنُ الضَّحِكِ. جَمِيلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ. مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ هٰذِهِ إِلَى هٰذِهِ. قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَهُ قَالَ عَوْفٌ: وَلَا أَدْرِي مَا كَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا.

ترجمہ

حضرت یزید فارسی رحمہ اللہ، جو قرآن مجید لکھا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، تو میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بیشک حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ مجھ جیسی صورت بنائے، لہٰذا جس کسی نے بھی مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا ہے، (پھر حضرت ابن عباسؓ نے یزید فارسیؒ سے فرمایا) کیا آپ اس شخص کی صورت اور حلیہ بیان کر سکتے ہیں جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں میں اس شخص کا حال آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا بدن مبارک اور آپ کا قد و قامت دونوں چیزیں معتدل اور درمیانی تھے، آپ کا رنگ گندمی مائل بسفیدی تھا، دونوں آنکھیں سرگیں تھیں، بہت اچھی اور عمدہ مسکراہٹ والے اور خوبصورت گول چہرے والے تھے، آپ کی ڈاڑھی ایک کان سے لے کر دوسرے کان کی درمیانی جگہ کو گھیرے ہوئے تھی، (یعنی آپ کی ڈاڑھی مبارک چوڑی اور گھنی تھی) اور اس ڈاڑھی نے آپ کے سینہ کے بالائی حصے یعنی گردن کے نچلے حصے کو بھر رکھا تھا یعنی آپ کی ڈاڑھی لمبی تھی۔

اس حدیث کے راوی عوف بن ابی جمیلہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان اوصاف کے ساتھ اور کیا کیا صفات تھیں (جن کو میرے استاذ حضرت یزید فارسیؒ نے بیان کیا تھا)، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر آپ حضور اقدس ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھتے تو اس سے زیادہ آپ کے اوصاف بیان نہ کر سکتے (یعنی آپ نے بالکل صحیح حلیۂ مبارک بیان کیا ہے اور حضور اقدس ﷺ کو آپ کی اصل مبارک صورت میں دیکھا ہے۔)

حدیث

۷... قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِيْ يَعْنِيْ فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ.

ترجمہ

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے سچا خواب دیکھا یعنی حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا۔

حدیث

۷... عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِيْ وَقَالَ: وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص خواب میں مجھے دیکھے اُس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

تشریح

مؤمن کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء کیسے ہے؟ اس کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس میں توقف کرنا چاہئے، جیسے نبوت انبیاءؑ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح نبوت کے اجزاء کا معاملہ بھی اُنہی کے سپرد ہے، وہی بہتر سمجھتے ہیں کہ اس کے اجزاء کون کون سے ہیں اور خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء کس طرح ہے؟ البتہ بعض حضرات نے اس کی یہ توجیہ ذکر فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع میں چھ مہینے تک آپ کو خواب میں وحی بھیجی، اس کے بعد پھر تئیس (۲۳) سال بیداری کی حالت میں وحی آئی، جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ ہے، ابتدائی چھ ماہ کو اگر تئیس سال کی نسبت سے دیکھا جائے تو وہ چھیالیسواں حصہ بنتا ہے، اسلئے سچے خواب کو مجازاً نبوت کی وحی کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے۔ تاہم یہ واضح رہے کہ یہ محض احتمال کے درجہ میں ایک توجیہ ہے، کوئی حتمی اور یقینی نہیں، کیونکہ روایات میں اس کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے، اس لئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ اس میں توقف کیا جائے اور اجمالی طور پر اتنا یقین رکھا جائے کہ اچھا خواب مؤمن کیلئے ایک بشارت ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، اتنا ہی اس کی عظمت و شرافت کیلئے کافی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف ایک جزء میں مشابہت کی وجہ سے خواب دیکھنے والے کا نبی ہونا لازم نہیں آتا۔ [1]

---

[1] تکملة فتح الملهم، كتاب الرؤيا: ۳۹۰/۴

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی آخر میں دو نصیحتیں

پہلی نصیحت

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا ابْتُلِيْتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ.

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تم قضاء یعنی لوگوں کے فیصلہ میں مبتلا ہو جاؤ تو پھر تم پر اثر یعنی منقول چیز کا اتباع کرنا لازم ہے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ منصب قضا وغیرہ پر فائز ہونے کے بعد محض اپنی عقل کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہ کرنا، بلکہ نقلی دلیل کو سامنے رکھنا، خواہ وہ قرآن کریم ہو یا نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو یا کسی صحابیؓ یا تابعیؒ یا سلف صالحینؒ میں سے کسی کا قول ہو۔ اور خواب کی تعبیر بتانے کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا فیصلہ ہے، اس لئے بے سوچے سمجھے محض اپنی رائے سے کوئی تعبیر نہ دینی چاہئے، بلکہ خواب میں اچھی طرح غور وفکر کر کے اور کتاب وسنت سے مدد لیکر تعبیر دینی چاہئے، اور اپنے اسلاف اور بزرگوں سے جو تعبیریں منقول ہیں ان سے بھی مدد لینی چاہئے۔

دوسری نصیحت

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ.

ترجمہ

حضرت علامہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یعنی علم حدیث (اور ایسے ہی تمام دینی علوم) دین میں داخل ہیں، لہٰذا (علم دین حاصل کرنے سے پہلے یہ) دیکھ لو کہ تم یہ دین کس شخص سے حاصل کر رہے ہو۔

تشریح

حضرت علامہ ابن سیرینؒ اپنے وقت کے امام اور مشہور تابعی ہیں، خوابوں کی تعبیر دینے کے امام ہیں، ن کا ارشاد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دینی علوم ہر کس و ناکس سے حاصل نہیں کرنے چاہئیں، بلکہ اس ؛ اچھے استاذ کا انتخاب کرنا چاہئے جسے ان علوم میں خوب مہارت ہو، اور وہ متقی پرہیزگار ہو اور اتباع

سنت کا اہتمام کرنے والا ہو اور اہلِ حق میں سے ہو، کیونکہ استاذ کی اچھی بری صفات کا اثر طالبعلم میں منتقل ہوتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ تَبِعَهُمْ
بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

❀❀❀

[illegible]

۱۰ رصفر المظفر ۱۴۴۵ھ

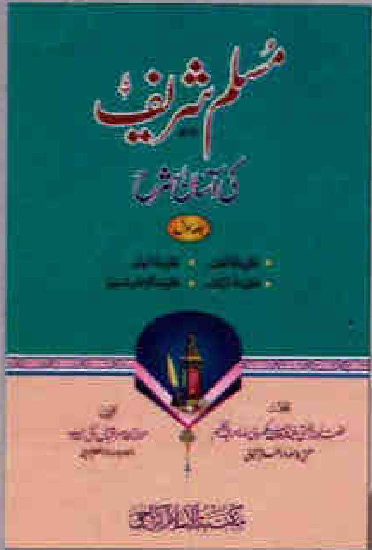
۲۸ راگست ۲۰۲۳ء

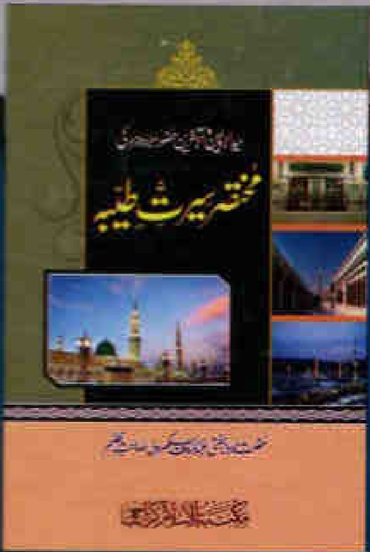
بندہ عبدالرؤف سکھروی عفا اللہ عنہ

استاذ الحدیث ومفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

بروز پیر قبیل العصر







مکتبۃ الاسلام کراچی